مہر ذاکری

ذاکرۂ اہلِ حرمؑ

مہر بانو صاحبہ

ہوئی مجلس کے ہر اِک لفظ سے فکرِ عزا پیدا
کہ صدیوں میں قمرؔ ہوتی ہے ایسی ذاکرہ پیدا

بشمول: منتخب و مختصر مجموعہ کلام

گلستان کربلا

سید موسیٰ رضا رضوی مدظلہ

☆علامہ ساجد علی نقوی مدظلہ (قائد ملت جعفریہ)

معروف ذاکرہ محترمہ مہربانو کی ساری زندگی ذکرِ محمدؐ و آل محمدؐ سے عبارت ہے۔

☆علامہ طالب جوہری مدظلہ

محترمہ ذاکرہ مہربانو کی خطابت کی متانت، مواد کا انتخاب اور پیشکش کا انداز اتنا موثر تھا کہ موجودہ دور کی ذاکرات میں بڑی تعداد ان کے اسلوب ذاکری سے متاثر و مانوس نظر آتی ہے۔

☆علامہ رضی جعفر نقوی مدظلہ

محترمہ ذاکرہ مہربانو نے تقریباً اٹھاون سال تک مدح محمدؐ و آل محمدؐ کے جو چراغ جلائے ان کی روشنی برسہا برس قلوب مومنات کو منور کرتی رہے گی۔

☆پروفیسر مولانا تقی ہادی نقوی مدظلہ

صف اول کی ذاکرات میں لائق فخر و ہزار نازش اسم گرامی خواہر بے بدل محترمہ مہربانو کا ہے جن کے لب ولہجہ میں تلاطم آثار دھیما پن اور آپ کی نصف صدی پر محیط ذاکری اخلاص سے پُر اور آپ کی ہر روش بے ریا ہے۔

مہر
ذاکری

ذاکرۂ اہل حرم

مہر بانو صاحبہ

مرتب : سید حسن رضا رضوی

اشاعت اول: نومبر 2008

کمپوزنگ: کمپیکٹ سروسز

پرنٹر : زیدی پرنٹرز پاکستان چوک کراچی

-021-2212934

رابطہ: B-17 شیریٹن سینٹر بلاک 7

ایف بی ایریا کراچی

0300-2362201

مولانا حسن رضا رضوی

خصوصی مقالہ

ذاکرہ وشاعرہ محترمہ مہربانو......

ایک عہد آفریں بھرپور مکمل مثالی شخصیت

پروفیسر سید سبط جعفر زیدی

اچھے خاندان میں پیدا کر دینا اللہ تعالیٰ کا وہ احسان و اکرام ہے کہ جس کا احساس و اندازہ بندہ کو بالعموم بہت میں اور بسا اوقات بیشتر افراد کو کبھی نہیں ہو پاتا؟ تعمیر و تشکیل سیرت و شخصیت یعنی کردار سازی کے بنیادی عوامل میں خاندان اور ابتدائی ماحول تربیت سے بھی پہلے توارث کا دخل و اثر ہوتا ہے اور اس نعمت کے زیر اثر بہت سی خوبیاں اور اخلاقی اوصاف بالخصوص مثبت فکر، پسندیدہ عادات و اطوار، شائستہ لہجہ و گفتار اور درست تلفظات نعمات جیسیا نسان کو کسی پیشگی ارادہ و اختیاری اور اکتسابی و شعوری کوشش و جدوجہد کے بغیر یا اس سے پہلے خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں۔ ہر عالم و شاعر اور ادیب و خطیب والدین کی اولاد کو یہ نعمات "خدائے بخشندہ" کی رحمت و عنایت کے طفیل اس دنیا میں آنکھ کھولنے سے پہلے ہی میسر آجاتی ہیں خدا کا شکر ہے کہ میں اور مولانا حسن رضا و باقر رضا صاحبان اس زمرہ میں شامل ہیں۔

چونکہ خوش قسمتی سے میں نے بھی ایک علمی ادبی مذہبی عزادار گھرانے میں آنکھ کھولی لہذا جہاں والد گرامی مولانا راحتی صاحب کی وجہ سے بہت سے متقی اہل علم و ادب کو قریب سے دیکھنے سننے اور ان سے بقدر توفیق و استطاعت بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا وہیں اپنی عزادار مومنہ والدہ گرامی سے بھی بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا اور جن ذاکرات کا بطور خاص ذکر خیر سنا اس میں سرفہرست اسماء گرامی

محترمہ صادقہ بیگم حیدری، بیگم بخاری صاحبہ، صغیر فاطمہ صاحبہ، محمودہ باقر صاحبہ، مہربانو صاحبہ اور حمیدہ عباس صاحبہ کے تھے۔ اس زمانے میں بالعموم خواتین کی مجالس میں گھریلو مجلس پڑھنے والی خواتین ذاکرۂ ماتم، لواعج الاحزان، مجالس خواتین وغیرہ قسم کے مجموعہ مجالس سے دیکھ کر نظم و نثر اور تحت و لحن کے امتزاج پر مبنی مجالس کتاب دیکھ کر پڑھ لیا کرتی تھیں اگرچہ اکثر زنانی مجالس کے علاوہ دورہ کی عام مردانی مجالس میں بھی اکثر مقامات پر علاقائی و مقامی ذاکرین اسی طرح علاقائی و مقامی طور پر گھریلو مجالس اور عزاخانوں کی عزائی ضروریات پوری کر دیا کرتے تھے چونکہ وہ ذمہ دار علماء و خطباء اور ذی علم ذاکرین کی مرتب کردہ تحریری مجالس پڑھا کرتے تھے اس لئے بعض اوقات کتابت کی غلطی کی وجہ سے اور بعض اپنی کم علمی یا درست تلفظات سے ناواقفیت کی بنا پر کہیں کہیں کبھی کبھی کچھ غلطیاں کر جاتے تھے جو ذی علم سامعین درست کرادیا کرتے تھے یوں ذاکرین میں پیشہ ورانہ رجحانات یا زور بیان و جوشِ خطابت میں ہونے والی غلطیاں نہ ہونے کے برابر تھیں مردانی مجالس بالعموم علماء، واعظین اور ذی علم خطباء و ذاکرین پڑھا کرتے تھے اس وقت ہر کس و ناکس کو پیش نمازی یا ذاکری کی ہمت و اجازت اور پیش نماز یا ذاکر کو قوم کی قیادت کی خوش فہمی نہ تھی۔ بعد میں صورتحال بہت تبدیل ہوگئی اور ایسے اردو داں خطیب و ذاکر کے لئے "علامہ" کا لقب و نام رواج پا گیا جو کسی "مدرسہ" نہ گیا ہو۔ یہ ایک بہت حساس و نازک موضوع ہے جس پر ۱۹۹۲ء میں ایک مفصل مضمون لکھنے کے مضر اثرات میں اب تک بھگت رہا ہوں۔ سو مزید اس کی تفصیل یا اعادہ میں نہیں جانا چاہتا اور پھر بچتے بچاتے اپنے موضوع امروز پر آجاتا ہوں۔

تو...... میں عرض کر رہا تھا کہ اس زمانہ میں (یعنی ستر اور اسی کی دہائی تک) بالعموم زنانی مجالس میں مقامی و علاقائی اور خاندانی خواتین ذاکرات نظم و نثر اور لحن و تحت کو ملا کر تحریری مجالس دیکھ کر پڑھ لیا کرتی تھیں جن میں میری پھوپی (شاعرہ و ذاکرہ سیدہ انوار آمنہ المعروف بہ جو باجی / مسز علی حیدر جعفری) اور میری والدہ (سیدہ انوار جہاں / انو باجی) بھی شامل تھیں۔ اور ہمارے اعزہ میں دیگر مستورات کے علاوہ اس وقت کی کم عمر دیکھ کر پڑھنے والی ذاکرہ نایاب زہرا / مسز کوثر زیدی

صاحبہ بھی لیکن اس زمانہ میں زبانی مجالس پڑھنے والی مقبول و معروف خواتین یہی چار پانچ (محترمہ صادقہ بیگم حیدری' محترمہ بیگم بخاری' محترمہ محمودہ باقر' محترمہ صغیر فاطمہ' محترمہ حمیدہ عباس اور مہر بانو صاحبہ) ہی تھیں کہ جن کا ذکر خیر ہمارے گھر میں بہت رہا کرتا تھا ان کے بعد پروفیسر شائستہ زیدی' محترمہ شمیم رضوی' بیگم اسد' بیگم راحت' مہ لقا صاحبہ' عصمت آپا خالہ' محترمہ قمر اعظمی' ڈاکٹر شمیم رضوی' بیگم قمر سہارنپوری' پھر نیّر باجی اور انقلاب ایران کے بعد جب باقاعدہ تعلیم و تربیت نسواں کے دینی مدارس و مکاتب اور ادارے قائم ہو گئے تو پھر رفتہ رفتہ دیکھ کر مجالس پڑھنے کا رواج تقریباً ختم ہو گیا اور نوجوان و نو آموز ذاکرات کی بڑی تعداد ماشاءاللہ سرگرم ہو گئی جس سے بحمداللہ ذاکرات کی کمی کسی حد تک پوری ہو گئی اور بچیوں ہی کی نہیں عام خواتین کی بھی دینی معلومات و رجحانات میں بھی قابل قدر و خاطر خواہ اضافہ ہوا اگرچہ اس سے کہیں کہیں کچھ مسائل و تنازعات بھی پیدا ہوئے لیکن یہ مسائل مردوں اور مردانہ ذاکری و خطابت کے زیر اثر زیادہ پیدا ہوئے ہیں جو سردست ہمارا موضوع نہیں۔ اس پر بہت سے حضرات بہت کچھ کہتے اور لکھتے اور ذی علم و باکردار و باشعور عزادار کڑھتے رہے ہیں اور ہم بھی اس مسئلہ کو اس مضمون / مجموعہ میں نہیں چھیڑنا چاہتے سو دوبارہ واپس آتے ہیں اپنے اصل موضوع کی طرف۔

گزشتہ سال اچانک بیگم حیدری (صادقہ صاحبہ) اور مہر بانو صاحبہ کے سانحہ ارتحال کی خبر ملی خاندانی مراسم کے باوجود مجھے بیگم حیدری صاحبہ کے انتقال و تدفین اور مجالس ایصال ثواب میں تو شرکت کی اطلاع و سعادت حاصل نہ ہو سکی لیکن بھلا ہو مولانا حسن رضا صاحب کا جنہوں نے مجھے مجلس چہلم میں پرسہ پیش کرنے کی سعادت مرحمت فرمائی اس موقع پر انہوں نے والدہ مرحومہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ان کے کلام و آثار و تاثرات پر مبنی یادگاری مجلّہ و مجموعہ مرتب و شائع کرنے اور اس میں مجھے بھی اظہار خیال کی دعوت دی۔ میں نے عرض کی "سرکار آپ کی اس گرانقدر مشفقانہ پیشکش کا شکریہ مگر میں ایک واجبی سطحی قسم کا شاعر بوقت ضرورت نثر نگاری و تقریر اور محافل کی نظامت کر لینے والا انسان ہوں۔ سول سروس اور وکالت کو چھوڑ کر حصول معاش کے

لیے تعلیم و تدریس کو روزگار قرار دیا ہے اور دم توڑتے قدیم فنی و تکنیکی مقدس فن سوز خوانی کی بقا و تجدید اور احیاء و ترویج کو توشۂ آخرت کے طور پر اختیار کر کے اس عزاداری و سوز خوانی کو اپنی شناخت اور تشخص و امتیاز قرار دیا ہے اور اسی سوز خوانی اور بندش نگاری کے حوالے سے قحط الرجال کے سبب خواہ مخواہ استاد کہلانے لگا ہوں ویسے بھی میں مرحومہ سے ذاتی و براہ راست نیاز نہیں رکھتا اور ان کے بارے میں معتبر ذرائع سے جو کچھ ذکر خیر سنتا رہا ہوں اس کا اظہار محض رسمی ہو گا جبکہ میں کوئی عادی یا پیشہ ور لکھاری بھی نہیں ہوں اور بحمد اللہ ابھی ایسے بے شمار معتبر افراد موجود ہیں جو مرحومہ کو ذاتی طور پر جانتے مانتے ہیں اور یہ حق اور فرض ان ہی کا بنتا ہے آپ کے تعلقات (پیار اور پی آر) کے حوالے سے جو کچھ لکھا جائے گا وہ شاید زیادہ موثر نہ ہو آپ ان اعزہ و اہل محلہ اور بانیان و منتظمین مجالس اور عزادار خواتین سے ان کے بارے میں تاثرات حاصل کریں جو انہیں قریب سے جانتے ہیں البتہ میں اس سلسلے میں آپ کے حکم کی تعمیل میں مرحومہ کی خدمات و شخصیت کے حضور خراج عقیدت و سپاس پیش کرنے اس طرح حاضر ہو جاؤں گا کہ مجوزہ مجلّہ / مجموعہ کے مضامین و تاثرات کی ترتیب و تدوین میں آپ کی معاونت کر دوں گا" چنانچہ مولانا موصوف نے بڑی محنت و جانفشانی سے ان کے تمام متعلقین حضرات و خواتین سے رابطہ کیا اور کئی ماہ کی مسلسل انتھک جدوجہد کا نتیجہ و ثمرہ آپ کے پیش نگاہ ہے۔

جب میں نے اتنا بڑا ذخیرہ دیکھا اور تمام مضامین و تاثرات کا مطالعہ کیا تو میں نے مولانا سے عرض کی کہ اب مجھے مرحومہ کے بارے میں اتنی حقیقی سچی اور تفصیلی معلومات حاصل ہو چکی ہیں کہ میرا ان سے غائبانہ نیاز و تعارف اب بالمشافہ ملاقات و ذاتی نیاز میں تبدیل ہو چکا ہے اور میں اب خود کو اس کا اہل و لائق اور مستطیع و مکلف سمجھتا ہوں کہ ان کے حوالے سے کچھ سپرد قلم اور آپ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر سکتا ہوں۔ عادی اور پیشہ ور لکھاری یا تعلقات عامہ کے مشاہیر کی رسمی آراء و تاثرات کی تو بات یہ ہے کہ اکثر نے جو مشورے دیئے ہیں اے کاش وہ خود ان پر عمل پیرا ہو سکیں تو نہ صرف ملک و ملت بلکہ خود ان کے لیے بھی بہت اچھا ہو گا جیسا کہ بہت پہلے عرض کر چکا ہوں۔

تو فقط مرد گفتار ہے واعظا تیرے نزدیک کردار کچھ بھی نہیں
خود عمل کر کے اوروں کو تلقین کر ورنہ لفاظی وذاکری چھوڑ دے

تاہم ان کے بارے میں ان کے اہل خانہ قریبی اعزہ (جن میں نازک وحساس حوالے اور نزاعی قسم کے رشتہ دار بھی شامل ہیں) اہل محلہ، حج وزیارات کے ساتھی، بانیان و منتظمین مجالس ان کے معاصر ہم مشرب وہم شعبہ (یعنی ذاکرات وشاعرات) کہ جن سے تعلقات کی نوعیت کسی قدر مسابقت ورقابت اور معاصرانہ چشمک پر مبنی ہوتی ہے اور بطور خاص عام سامعین وسامعات یعنی عزادار مستورات کے جو مخلصانہ بے لاگ بے ریا اور "بیجا مصلحتوں" سے پاک بے باکانہ اور والہانہ جذبات واحساسات اور تاثرات سامنے آئے ہیں ان کی تلخیص یعنی خلاصہ واعادہ بطور یاددہانی یقیناً سودمند ہوگا بالکل اسی طرح کہ جیسے قبر کے سرہانے پڑھائی جانے والی تلقین اور مجالس ترحیم میں کی جانے والی تمہید الفاظ طلبین مرحوم سے زیادہ لواحقین وپسماندگان اور موجود سامعین کے لئے زیادہ مفید ہوتی ہے اسی طرح مرحومہ کو عام مومنین ومومنات کا پیش کیا جانے والا اخراج عقیدت وہدیہ تحسین وسپاس دراصل موجودہ ذاکرین وذاکرات کے لئے مشعل راہ ہوگا۔ ان کے ملاحظہ ومطالعہ سے ہمیں اندازہ ہوگا کہ بظاہر عام خاموش حاضرین بھی ذاکرین کی شخصیت وکردار اور حرکات وسکنات اور ان کی بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں پر کتنی گہری نگاہ رکھتے اور اسے محسوس ومحفوظ کرتے ہیں اور اگر انہیں موقع دیا جائے تو کھل کر ان کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

مرحومہ کے بارے میں ہر شعبہ اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے تاثرات کا مطالعہ کرنے کے بعد میں نے مرحومہ کی جن خصوصیات سے آگاہی حاصل کی اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھے توارث وخاندان اور ماحول تربیت کی نعمات سے نوازا۔ (ظاہر ہے کہ یہ اختیاری واکتسابی نہیں تاہم ان کی قدر اور صحیح استعمال ہی شکران نعمت ہے) جن کے زیر اثر آپ ایک اچھی انسان یعنی مومنہ عزادار خاتون کی شکل میں سامنے آگئیں۔

☆ آپ ایک اچھی باکردار فرمانبردار بیٹی وفا شعار و مخلص بہن اور زوجہ ایک شفیق و ذمہ دار ماں اور ہر انسانی رشتہ کی پاسداری کرنے والی فعال خاتون تھیں جنہوں نے بڑے توازن و اعتدال سے حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کی ادائیگی کی کوشش کی تاہم ہر اچھے انسان کی طرح بعض اوقات حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں زیادہ انہماک و جانفشانی کی وجہ سے حقوق النفس یعنی اپنے ذاتی آرام و علاج اور صحت کی طرف توجہ نہ دے سکیں اور اس ایثار و قربانی کی سزا قہر درویش برجان درویش کے مصداق خود برداشت کرتی رہیں کہ لوگ اپنی چھوٹی چھوٹی ضروریات و خواہشات اور بعض اوقات جھوٹی انا کے لئے خود غرض و بے حس ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو غیر ضروری و ناقابل برداشت تکلیف دہ مسائل سے دوچار کر دیتے ہیں اور ہر با مروت شخص کو اس قسم کے افراد و معاملات کا سامنا رہتا ہے مثلاً مرحومہ ہی کی مثال لیجئے کہ آپ اپنے معالج کی ہدایت کے باعث انتہائی تکلیف کے عالم میں بوجہ عارضہ قلب گھر میں آرام کر رہی ہیں محلہ کی سالانہ مجلس میں مدعو ذاکرہ مقررہ وقت پر نہیں پہنچ سکی اب یہ بانی مجلس کی عزت اور انا کا مسئلہ بن گیا ہے وہ کسی چھوٹی ذاکرہ یا دیکھ کر پڑھنے والی ذاکرہ یا محض سوز و مرثیہ خوانی کے بعد نوحہ خوانی پر مجلس کو تمام کرنے کی بجائے مرحومہ کے پاس آ جاتی ہے اور وہ اسی ناسازی طبیعت کی تشویشناک حالت اور شدید علالت و خرابی صحت کے باوجود اسی تکلیف و کرب کے عالم میں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں اور اپنی قوت ایمانی و تائید ربانی سے مجلس پڑھ کر اس بانی مجلس مومنہ کی عزت / انا کا پاس رکھ لیتی ہیں بعد میں اس مریضہ پر کیا گزری اس کے اہل خانہ نے اس کے ذیلی و ضمنی مضر اثرات کو کس طرح جھیلا یہ کسی کو نہیں معلوم!

ہمارے مومنین بانیان و منتظمین مجالس کو اس طرف ضرور توجہ دینا چاہئے اور ان ذاکرین کو بھی جو اس طرح اچانک یا بغیر اہتمام دعوت کا برا مناتے ہیں۔

☆ آپ مطالعہ کرتی تھیں علماء کی تقاریر سنا کرتی تھیں اپنے سینئرز کا احترام اور ان سے استفادہ کیا کرتی تھیں۔ اب ہمارے نوآموز ذاکرین و خطباء کے پاس مطالعہ اور سینئرز سے

استفادہ کا وقت نہیں ہے اور بڑے ذاکرین وعلماء کی مجالس میں جونیئر علماء وذاکرین شاذ و نادر ہی دکھائی دیتے ہیں، ممکن ہے کہ انٹرنیٹ اور سی ڈیز وغیرہ سے مستفید ہو جاتے ہوں۔

(افسوس آپ کی برسی اور اس مجلّہ کی اشاعت سے قبل آپ کی ایک ہم عمر وہم عصر ذاکرہ صغیر فاطمہ بھی رحلت فرما گئیں۔ انا للہ............)

☆ آپ دوسروں کی مجالس میں سنا کرتی تھیں محض سینئرز ہی نہیں اگر کوئی ذاتی مصروفیت (مجلس کی خدمت وخطابت) نہ ہو تو جونیئرز کی مجالس سننے بھی چلی جایا کرتی تھیں۔ یعنی ایسی ذاکرہ وعزادار تھیں جو محض ذاکری ہی کے لئے یا ان مجالس ہی میں نہیں جاتی تھیں کہ جہاں انہیں بطور خاص بطور ذاکرہ یا سامعہ مدعو کیا جائے بلکہ فرصت وفراغت میں رشتہ داری وتعلقات اور بانی مجلس یا ذاکرہ کی تفریق وامتیاز کے بغیر بھی شریک مجلس ہوا کرتی تھیں (جیسا کہ اس مجلّہ میں آپ کو مل جائے گا) یہ وصف بھی فی زمانہ ذرا کم ہی دکھائی دیتا ہے۔

گویا آپ محض مجلس پڑھنے یا سننے ہی نہیں جاتی تھیں اپنی مجلس میں موجود ذاکرہ یا اہل مومنہ کو عزت سے آگے بلا لیا کرتی تھیں اور دوسری ذاکرات کو سن کر جی کھول کر داد اور دعا دیتی تھیں مجلس کے بعد ذاکرہ کو گلے لگا کر "ہمیشہ زیب منبر رہئے" کی دعا دیتی تھیں بظاہر یہ چھوٹی مگر دراصل بڑی جامع دعا ہے بالکل اسی طرح جس طرح پرانے زمانے میں لوگ خوش ہو کر حج کی دعا دیتے تھے حج وہی کرے گا جو تندرست چاق وچوبند صاحب حیثیت واستطاعت اور کسی قدر فارغ البال یعنی اپنی اور اپنے اہل خانہ کی ضروریات وذمہ داریوں کی طرف سے کسی قدر مطمئن وبے نیاز ہو گا تب ہی اس جامع عبادات فریضہ کی سعادت حاصل کر سکے گا جیسا کہ میں بھی ماہ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر پورے ماہ کے روزے رکھنے کی دعا اور محرم کا چاند دیکھ کر پورے ایام عزا کے وعدوں کی تکمیل کی دعا کرتا ہوں بظاہر یہ دینی دعا ہے مگر درحقیقت خالص دنیوی۔ اس لئے کہ پورے روزے اور ایام عزا کے تمام وعدوں کی تکمیل (عزاداری) وہی کر سکے گا جو صحت مند ومطمئن رہے گا جس کی جان مال عزت آبرو سب کچھ محفوظ ہوں گے۔ چنانچہ مرحومہ کی دعا کہ "ہمیشہ زیب منبر رہو" ایسی

افزائی کرتی تھیں تو خودان کے متعلقین (تمام قریبی اعزہ) کو بھی مولا نے ذاکر بنایا۔

☆ اگر کوئی بانی مجلس آپ کے لیے سواری کا انتظام نہ کر سکا تو آپ کسی بھی طرح از خود وہاں پہنچ جایا کرتی تھیں۔

☆ مرحومہ قومی و مذہبی معاملات میں بڑھ چڑھ کر دلچسپی لیا کرتی تھیں نماز روزہ خمس وزکواۃ حج وزیارت تولا تبرا امرونہی غرض کہ کوئی شعبہ خالی نہ تھا اور عزاداری کے ساتھ اسی حوالہ سے اپنے تعلقات کو بھی ذاتی مفاد میں استعمال نہیں کیا بلکہ سماجی خدمات کے لئے استعمال کیا۔دین کی مختصر ترین تعریف "الطاعة للخالق والشفقة علی المخلوق" پر پوراپوراعمل کیا۔آپ ایک صحیح العقیدہ عالمہ باعمل دیندار خاتون اور ایک فعال خوددار سماجی خدمتگار وکارکن تھیں چنانچہ اہل خانہ و اعزہ اور رفقاء و اہل محلہ (بلا تفریق مذہب وملت رنگ ونسل وزبان وخطہ) سب ہی آپ کی شخصیت وخدمات سے متمتع ہوتے نظر آئیں گے۔آپ نے خود بھی حج وزیارت کا شرف حاصل کیا دوسروں کے لئے بھی زادِ سفرِ زیارت فراہم کیا۔اور کبھی خود اس کا تذکرہ نہ کیا۔آپ کی رحلت کے بعد دوسروں کے مضامین سے ان خدمات کا علم ہو رہا ہے۔آپ خوش ہوتی تھیں جب آپ کے چاروں بیٹے جلوس سے زنجیر زنی کر کے خون میں تر بتر آیا کرتے تھے ان کے خون آلود کرتے اکپڑے دیکھ کرانہیں دھوکر آپ بہت مسرور وشاد ہوتیں اور دعائیں دیتیں۔جب بھی کسی مقام پر کوئی قومی یا دینی و مذہبی اجتماع ہوتا جہاں نقصِ امن یا حالات کی خرابی کا اندیشہ ہوتا ملک وملت پر کسی آزمائش کا امکان ہوتا آپ اپنے بچوں کو بصد تاکید واہتمام وہاں کے لئے روانہ کرتیں یقیناً یہی کربلا اور عزاداری کا درس ومدعا بھی ہے۔

☆ آپ ہر چھوٹے بڑے سے خوش اخلاقی وانکساری وعاجزی سے ملا کرتی تھیں اور ہاتھ ملاتے وقت اس کے چہرے کو دیکھ کر مسکراتی تھیں (جبکہ فی زمانہ ہمارے اوسط درجہ کے علماء وخطبا اور ذعما شعراء ونوحہ خواں بھی عام مداحین ومومنین سے ہاتھ ملانا پسند نہیں کرتے اکثر کے ساتھ تو گارڈز اور..... ہوتے ہیں جو عام عقیدتمند مومنین کو ان کے قریب بھی نہیں آنے دیتے' دیکھنے کی

بھی اجازت و مہلت نہیں ہوتی ہاتھ ملانا اور مسکرا کر دیکھنا تو دور کی بات ہے)

☆ آپ بڑے سیٹھوں اعلیٰ افسروں اور عرف عام میں کہلائے جانے والے "بڑے آدمیوں کے بڑے گھروں" میں نہایت محتاط و پروقار انداز میں برابری کی سطح و بنیاد پر ان کی مجالس محافل اور نشستوں میں شرکت کرتی تھیں اگر آپ چاہتیں تو جس طرح اس زمانے کے متمول مقامی و غیر ملکی / بیرون ملک مقیم متخیر طبقات سے آپ کے روابط تھے ان سے آپ اپنے لئے بہت کچھ ذاتی فوائد حاصل کر سکتی تھیں مگر آپ نے اپنے ترکہ اور ورثہ میں کچھ دینی کتابیں اور عالمہ و ذاکرہ اور عزادار اولادیں ہی چھوڑیں یا پھر اچھی باتیں اور اچھی یادیں۔ لیکن خواہ وہ ۱۹۸۳ کے بدترین فرقہ وارانہ فسادات کے متاثرین ہوں یا "بزم آمنہ" آپ نے اس حوالے سے اپنے ذاتی تعلقات بروئے کار لاتے ہوئے مستحق مومنین و مومنات کی ہر ممکن فراخ دلانہ امداد و اعانت کے بھرپور اقدامات کئے۔

☆ آپ بخوبی جانتی تھیں کہ نظم کو نثر پر اور لحن کو تحت پر فوقیت حاصل ہے چنانچہ آپ نے محض نثری خطابت پر انحصار نہ کیا بلکہ معصومینؑ کی پسندیدہ طرز ذاکری نظم اور لحن کو بھی نظر انداز نہ کیا۔ اور خدمتِ فرش عزا کو بھی پیش نظر رکھا۔

☆ آپ نہایت رازداری و بردباری سے دوسروں کی عزت نفس کا لحاظ و پاس رکھ کر مستحق افراد بالخصوص ذاکرات کی امداد و اعانت کیا کرتی تھیں (جیسا کہ آپ اس مجموعہ میں ایک مومنہ ذاکرہ کے تاثرات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ کس طرح آپ ان خاتون کے پرس میں خاموشی سے دو سو سے پانچ سو روپے تک کی رقم کرایۂ آمدورفت یا کسی بھی ۔ن سے رکھ دیا کرتی تھیں)

☆ آپ کی مثالی شخصیت اور اعلیٰ کردار و خدمات کی گواہی محض مشاہیر کے تاثرات نہیں بلکہ آپ کے قریبی اعزہ، عام مومنات اور اہل محلہ کا خراج تحسین ہے جو آپ کو زیر نظر مجلہ یا متعلقہ قریبی افراد کے خراج عقیدت میں ملے گا۔ یہ بات بطور خاص قابل لحاظ ہے کہ آپ نے اس زمانے میں بطور ذاکرہ بیرون ممالک کا سفر کیا جبکہ کسی مرد ذاکر کے لئے بھی یہ منفرد اعزاز ہوا کرتا تھا پھر بھی آپ کی انکساری میں فرق نہ آیا۔

آپ مرحومہ مولا کے فرامین کے مطابق ان لوگوں میں سے تھیں کہ جن کی زندگی میں لوگ ان سے ملنے کی تمنا کریں وقت پڑنے پر انہیں تلاش کریں اور ان کے بعد انہیں اچھے الفاظ میں یاد کریں اور ان کی جدائی کو شدت سے محسوس کریں۔ اپنی چیزوں اور صلاحیتوں کو اپنے اور دوسروں کے لئے استعمال میں لائیں لوگوں سے تعلقات کو ذاتی مفادات میں استعمال نہ کریں۔ سب سے بے لوث و مخلصانہ طور پر ملیں اور ترکہ ورثہ میں اچھی باتیں، یادیں اور نیک اولادیں چھوڑ جائیں۔

یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات انسان کے لئے اور انسان کو خود اپنے لئے تخلیق کیا ہے اور تمام معتقدات و عبادات دراصل بہتر معاملات و اخلاقیات کے لئے ہیں جن کا مقصد آدمی کو ایک اچھا مثالی انسان بنانا ہے اگر آپ کے اردگرد کوئی مہربانو جیسی شخصیت موجود ہے تو خدارا اس کے ادراک و شناخت اور اعتراف شخصیت و سپاس خدمات کے لئے اس کے دنیا سے گزر جانے کا انتظار نہ کیجئے۔

خدارا عزاداری کی اہمیت و افادیت اس کے تقدس اور مقاصد کو پیش نظر رکھئے۔ ذی علم و باکردار علماء و خطباء شعرائے کرام یعنی ذاکرین و عزاداران کی قدر و پذیرائی کیجئے۔ یاد رکھئے کہ مرجعیت اور عزاداری ہماری ملت و مکتب کا خصوصی شرف و امتیاز ہیں۔ ان کے خلاف ہونے والی سازشوں، اور سازشیوں سے ہوشیار و خبردار رہئے۔

ذاکرہ مہربانو صاحبہ جس طرح اپنی ذات میں ایک مکمل اور بھرپور شخصیت تھیں وہ ہمارے لئے قابل تقلید بہترین نمونہ عمل ہیں اور بطور ذاکرہ بھی جس طرح اپنی تقاریر میں آپ قرآن و احادیث، فضائل و مصائب (معجزات و کرامات) اہلبیتؑ اور حکایات کے علاوہ نصائح اور مقامی اور بیرونی بین الاقوامی حالات و معاملات کو بھی ضمناً بیان کرتی تھیں ہمارے ذاکرین کو بھی اپنے خطاب میں ان تمام موضوعات و معاملات کا خیال مناسب توازن و تناسب کے ساتھ ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔

والسلام محتاج دعا

ناچیز...... سید سبط جعفر

فہرست

حمد باری تعالیٰ

سید موسیٰ رضا رضوی مدظلہ
بی اے۔ ایل ایل بی (علیگ)
(رفیق حیات ذاکرہ مہر بانو مرحومہ)

تو سب سے ارفع و اعلیٰ عظیم ہے اللہ
تو ہی ہے قادر مطلق کریم ہے اللہ

ہیں تیری قدرت تخلیق کے مظاہر سب
تو ہی ہے خالق و صانع قدیم ہے اللہ

ہر ایک ظاہر و باطن ہے منکشف تجھ پر
تو ہی بصیر و خبیر و علیم ہے اللہ

یہ مہر و ماہ، کواکب، یہ کہکشاں، شبنم
یہی تو فضل عمیم کریم ہے اللہ

ترے سوا کوئی واحد احد نہیں بے شک
نہ کوئی تیرا شریک و سہیم ہے اللہ

کہ تو نے عالم امکاں کو رونقیں بخشیں
ترا ہی فیض بہشت نعیم ہے اللہ

ترے سوا نہیں سجدہ کسی کو بھی واجب
تری ہی ذات غفور الرحیم ہے اللہ

مطیع و عابد و زاہد کو گلشنِ فردوس
برائے ظالم و قاتل جحیم ہے اللہ

علیؑ و فاطمہؑ حسنینؑ و سرورؐ عالم
ہیں سب سے خلق میں اعلیٰ عظیم ہے اللہ

ترے کرم سے رضا کی مرادیں بر آئیں
تو ہی سمیع و مجیب و کریم ہے اللہ

(ماخوذ از گلستان کربلا از رضا)

ابتدائیہ

مولانا محمد حسین مسعودی صاحب
سینئر نائب صدر جعفریہ الائنس
صدر ہیئت ائمہ مساجد

کسی کتاب خصوصاً ایسی کتاب کے حوالے سے جو کسی ذی مرتبہ شخصیت کے بارے میں مختلف النوع صاحبان رائے نے ذاتی تاثرات و خیالات پر مشتمل تحاریر سے آراستہ ہو' کچھ تحریر کرنا بجائے خود ایک دقیق تصنیف تخلیق کرنے کے مترادف ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ محترمہ مہربانو کی ہستی اور ان کے مرتبے سے متعلق علماء تقریباً ہر شعبہ زندگی کے نمایاں حضرات وخواتین کے بیان کردہ حالات و واقعات میرے پیش نظر ہیں اور ان پر مشتمل یادگاری کتاب پر خامہ فرسائی یقیناً ایک اعزاز بھی ہے اور آزمائش بھی۔

یہ ایک لازوال حقیقت ہے کہ پروردگار لم یزل نے کائنات میں کسی بھی شے کو اس کے لئے متعین کردہ مقاصد کے بغیر خلق نہیں کیا لہٰذا ہر مخلوق اپنے مقصد خلقت کے حصول کے لئے اپنے متعین عرصہ مدت کے دوران کارفرما رہتی ہے۔

اس حوالے سے انسان جسے تمام مخلوقات میں شرف فضیلت حاصل ہے' کا مقصد خلقت دیگر تمام خلائق کی بہ نسبت اعلیٰ وارفع مقام کا حامل ہوا کرتا ہے اور اسے اپنے مقصد تخلیق کی بحسن وخوبی تکمیل وحصول کے لئے انتہائی مدبرانہ وذمہ دارانہ رویوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد آیئے ہم دیکھتے ہیں محترمہ مہربانو کی اس دار فانی میں گزاری ہوئی حیات مختصر کی جانب۔ ایک سرسری سا جائزہ ہی ہم پر اس حقیقت کو آشکار کر دیتا ہے کہ محترمہ مہربانو

نے خود کو تفویض کردہ فرائض اس خوبی واحترام خاص سے انجام دیئے کہ آج جب وہ حیات ابدی کی جانب روانہ ہو چکی ہیں ان کی یادیں بہت سے افراد کے لئے رہنمائی کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں۔

زیر نظر کتاب میں شامل تاثراتی مضامین لکھنے والے خواتین و حضرات میں علمائے دین' ذاکرین عظام' ڈاکٹرز' پروفیسرز سمیت جیسا کہ پہلے عرض کیا زندگی کے تقریباً تمام شعبوں کے نمایاں حضرات وخواتین شامل ہیں' نے محترمہ کے حوالے سے قلم اٹھاتے ہوئے اس انسانی فطری اصول کے بجائے کہ مرنے کے بعد مرنے والے کی صرف خوبیاں بیان کی جائیں' ان حقائق و واقعات کو تحریر کیا ہے جس سے یہ پتہ چل سکے کہ آخر وہ کیا اسباب ہیں جن کے باعث محترمہ مہربانو کی شخصیت اس دار فانی سے رخصت ہونے کے بعد بھی اپنی روشن یادوں کی بنا پر زندہ ہے۔

شخصی خوبصورتی' خوب سیرتی' حلیم الطبع' بامروت' منکسر المزاجی' حد سے زیادہ عاجزی' نسل نو کی تربیت ورہنمائی کا جذبہ' غرضیکہ ایسی ہی دیگر کئی خوبیوں اور فطری اوصاف کا محترمہ مہربانو کے لئے لازمہ حیات ہونا میرے نزدیک صرف اسی باعث ممکن ہوا کہ محترمہ کی فکری اساس نے انہیں ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل کی دھن میں ہمیشہ بے قرار وسرگرداں رکھا۔

پروردگار عالم اپنے اعلیٰ وارفع ذکر اور اپنے مصطفیٰ ومجتبیٰ بندوں یعنی حضرات محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کے تذکرے کی سعادت جسے عطا کرتا ہے وہ یقیناً بارگاہ الہیٰ کے منتخب اور خوش بخت لوگ ہوا کرتے ہیں۔ یہ کوئی تخیلی یا مفروضہ نہیں بلکہ ایک زندہ جاوید حقیقت ہے جس کی دلیل میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ذکر اہل بیت اطہارؑ ہی ہر زمانے اور ہر عہد میں وہ موثر ترین ذریعہ ہے جس کو اختیار کرکے دنیا میں اسلام کے آفاقی پیغام اور پروردگار کی الوہیت کے عرفان کو عام کرنے والے یقیناً اس منصب ومرتبے کے اہل ہوتے ہیں۔

لہٰذا اس حقیقت کی روشنی میں آیئے ہم محترمہ مہربانو کو خود ان کے ایک شعر کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ محترمہ مہربانو کا ایک شعر کچھ یوں ہے کہ

قہر اور مدح کرے وہ بھی نبی زادوں کی

یہ تو آقا کی عنایت ہے پذیرائی ہے

اس شعر کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ محترمہ مہربانو نہ صرف یہ کہ خودشناسی کی نعمت سے سرافراز تھیں بلکہ انہیں یہ احساس بھی تھا کہ خلاق کائنات نے انہیں ایک کار عظیم کی انجام دہی کے لئے منتخب کیا ہے۔

کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان کہ اس کے جانے کے بعد لوگ دنیا میں گزارے ہوئے اس کے عرصہ حیات پر رشک کریں اور یہ حسرت تمنا بن کر ان کے دلوں میں سما جائے کہ کاش ہمیں بھی ایسی قابل فخر زندگی بسر کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ اس اعتبار سے محترمہ مہربانو کے احباب واقرباء ان کے تقریباً تمام جاننے والوں کے خیالات سے آگہی کے بعد ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ محترمہ مہربانو خوش بختی کی انتہائی بلندیوں پر پہنچی ہوئی تھیں آج ان کے جانے کے بعد ان کے بڑے ان کے ہم سن اور ان کے چھوٹے سب ہی ان کی یاد میں آنسو بہانے کے ساتھ اس آرزو میں ہم خیال دکھائی دیتے ہیں کہ بارگاہ ایزدی سے انہیں وہ لازوال و کامیاب زندگی بسر کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے جیسی محترمہ مہربانو نے بسر کی۔

محترمہ مہربانو کے یہ چار مصرعے ملاحظہ فرمائیے!

یہ تو عطائے آل محمدؐ کی شان ہے

بیمار ہوں پہ دل کو بڑا اطمینان ہے

تکلیف ہے نہ درد نہ جانے کا دھیان ہے

کچھ خوف قبر ہے نہ خیال مکان ہے

ظاہر ہے کہ یہ اعتماد و اطمینان صرف محترمہ مہربانو جیسی ہستیوں کو حاصل ہوسکتا ہے جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کے زریں اصولوں اور محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کی طیب وطاہر سیرت کی روشنی میں بسر ہوا ہو۔

طول تحریر سے گریز کرتے ہوئے اور زیر نظر تالیف میں شامل تمام تاثراتی مضامین کے دلچسپی اور توجہ کے ساتھ مطالعے نے اس حقیقت کو پوری طرح آشکار کر دیا کہ ذاکرہ محمدؐ و آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام محترمہ مہر بانو کی تخلیق کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ دنیا میں ذکر اہل بیت کے ذریعہ اسلام کے آفاقی پیغام کو عام کریں اور محترمہ مہر بانو نے اپنے پاکیزہ وارفع مقصد حیات کو بحسن وخوبی حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج جب وہ لوگوں کے درمیان نہیں ہیں' ان کی یادوں کی روشنی بہت سے لوگوں کو راہ عمل دکھا رہی ہے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ دارِ فانی میں محترمہ مہر بانو کی لازوال خدمات کا صلہ نہیں اس اجر عظیم کی شکل میں عطا کرے گا کہ وہ جوار محمدؐ و آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام میں بھی اس فریضہ عبادت کو سرانجام دیں جو حیات فانی میں ان کی ہر سانس' ہر پل' ہر ساعت میں شامل تھا۔ کیونکہ محترمہ مہر بانو یہی کہتی ہوئی جوار معصومینؑ کی جانب روانہ ہوئی ہیں۔

مدح آلِ نبیؐ کا سرمایہ
مہر ہم ساتھ لے کے جائیں گے

آخر میں پروردگار لم یزل سے یہ دعا کہ اے رب ذوالجلال والاکرام جس طرح تو نے محترمہ مہر بانو کو اپنے مصطفیٰ ومجتبیٰ بندوں کے صدقے میں اپنی نعمات وعنایات سے نوازا' کرم وعطا کے اس سلسلے کو ان کی نسل میں دراز فرما۔ ان کے جملہ متعلقین ان سے استفادہ کرنے والے ہر فرد پر اپنے فیوض وبرکات کی مسلسل بارش جاری رکھ۔ اور خود محترمہ مہر بانو کو جو مقصد عظیم اس دارفانی میں عطا فرمایا ان کو اس کار عظیم کی انجام دہی میں جوار معصومینؑ میں مصروف رکھ کہ یہی تیری بارگاہ سے وہ عنایت عظیم ہے جو محترمہ مہر بانو کو حیات عارضی میں بھی حاصل رہی اور یقیناً دائمی زندگی میں بھی وہ اس کی حقدار ہیں۔ (الٰہی آمین)

وما علینا الا البلاغ

مرحومہ ذاکرہ مہر بانو کے کلام سے اقتباس

ہوں میں ذاکرِ سرورؑ یوں جناں میں سرورؑ کی
کوئی تو محل میرے نام پہ لکھا ہو گا
از حسینؑ کی وادی تا حسینؑ کی جنت
کیا رشک کے قابل وہ سفر مرا ہو گا
مومنین آئیں گے بزم غم سجائیں گے
فاطمہؑ بھی آئیں گی ذکرِ کربلا ہو گا
جب جناں میں پہنچوں گی ہو گی نور کی محفل
مومنین کا مجمع دور تک بھرا ہو گا
سوزخوان آئیں گی ذکرِ غم سنائیں گی
پھر پڑھوں گی میں مجلس گریہ و بکا ہو گا

☆☆☆☆☆

ولی علیؑ و محمدؐ کی ہیں دعا عباسؑ
جناب فاطمہؑ زہرا کا مدّعا عباسؑ
لٹا نہ راہ میں زائر نہ غرقِ آب ہوا
سفر میں ہیں ولی زائر کے ناخدا عباسؑ
ضعیف تھم ہو نادار ہو کہ نابینا
کرے ارادہ تو لے جائیں کربلا عباسؑ

قصیدہ در مدحِ حضرت امام حسن علیہ السلام

شکر حق آمدِ ماہِ رمضان ہے
حق کی شانِ کریمی ہے احسان ہے
تیرا فضل و کرم ہے تیری شان ہے
ہر مسلمان اب تیرا مہمان ہے
بابِ رحمت کی جانب ہے امت کا رخ
جانے والوں کا تو ہی نگہبان ہے
ہاں عطائے خدا سارا رمضان ہے
عید پھر تیس روزوں کا انعام ہے
اُن کی الفت کو اجر رسالت کہا
یہ تو قرآن میں حق کا فرمان ہے
کیا عجب پھر کھلے آج کعبہ کا در
باپ کی طرح بیٹا بھی ذیشان ہے
فخر سے کہہ رہے ہیں رسولؐ خدا
عید بھی آج کے دن پہ قربان ہے
پال کر دین کو ماہِ بدر کامل دیئے
خلق پر فاطمہؑ کا یہ احسان ہے

عرش سے فرش تک نور ہی نور ہے
آج آغوشِ زہراؑ میں قرآن ہے
وارثِ علم ہے خلق کی جان ہے
علم ایسا کہ دشمن بھی حیران ہے
غیر کے نوکروں کو بھی اتنا دیا
حاکمِ شام نادم پریشان ہے
تہنیت دینے والوں کے مجمع میں آج
آپ کی مدح تو میری پہچان ہے
مدح لکھنے کی توفیق بستر پہ دی
مہر یہ میرے ممدوح کا احسان ہے

قصیدہ در مدح حضرت امام حسینؑ

(تقی جعفر کے میلاد کیلئے)

محترمہ مہربانو

ذکر ہے شبیر کا قرآن میں
سورتیں اتری ہیں ان کی شان میں

ساری دنیا کر کے جھگڑا دیکھ لے
فیصلہ ہوگا انہی کی شان میں

مانگنے والا تو مفلس ہی رہا
فائدے ملتے ہیں بس احسان میں

وارثِ مشکل کشاہ جانِ رسولؐ
کیا لکھے گا کوئی ان کی شان میں

دے کے راہب کو پسر بتلا دیا
بدلوں قسمت ہے مرے امکان میں

حج و عمرہ اور روزہ و نماز
سب ثناہ خواں ہیں انہی کی شان میں

عزت مومن کا رکھا ہے خیال
زلزلہ آیا جو پاکستان میں

جنس گئی بستی زمانہ ہے گواہ
ایک گھر باقی رہا میدان میں

ہر فضیلت آلِ احمدؐ کو ملی
سورۂ کوثر ہے ان کی شان میں

غاصبِ باغِ فدک کو کیا خبر
داغ کیسا لگ گیا ایمان میں

کربلا کا راستہ تو بند ہے
پھر بلاتے کیوں نہیں ایران میں

(اس دوران کربلا کا راستہ بند تھا)

قصیدہ در مدح شہزادہ علی اصغرؑ

محترمہ مہربانو

اس گھرانے کا یہی دستور ہے
نام سے بڑھ کر لقب مشہور ہے

ان کے در پہ روز آتے ہیں ملک
ان کی دایا بھی یقیناً حور ہے

واسطہ اصغرؑ کا جس نے دے دیا
بھر دیا دامن یہی دستور ہے

جشنِ شہزادہ علی اصغرؑ ہے آج
سب کے چہروں سے نمایاں نور ہے

ذکر ہے بیٹے کا آئی ہے ربابؑ
خانۂ تنویر رشکِ طور ہے

صرف اس محفل ہی میں رونق نہیں
ان کی الفت قبر تک کا نور ہے

قصیدہ بسلسلہ ولادت امام زمانہؑ

محترمہ مہربانو

تمام حمد ہے زیبا اسی خدا کیلئے
بنائے کون و مکاں جس نے مصطفیٰؐ کیلئے

نہیں ہے عرس یہ میلاد ہے ولادت کا
گھرے ہو غم میں تو آؤ یہاں دعا کیلئے

جو آئے بزم میں اس بادشا پہ لازم ہے
پڑھے درود وہ اولاد مصطفیٰ کیلئے

نہ سمجھے آلِ محمدؐ کا مرتبہ جو لوگ
بھٹکتے پھرتے ہیں اب تک وہ رہنما کیلئے

ہے فیضِ عام ملے گا جو آج مانگو گے
یہ شب بنی ہے کسی صاحب سخا کیلئے

خدا کا شکر کہ آوازِ جبرئیلؑ آئی
امام آئے ہیں آمادہ ہو دعا کیلئے

....

یہ سن کے آلِ محمدؐ کے دوست دار چلے
بذوقِ شوق و محبت سے بے قرار چلے

ہجوم شیعوں کا دیکھا تو خوش امام ہوئے
خوشی میں اپنے غلاموں سے ہم کلام ہوئے

خدا ترقی اولاد و مال دے تم کو
خوشی میں آئے ہمارے شریک حال ہوئے

جناب فاطمہ زہرا قمر مبارک ہو
نبیؐ کے باغ کا تازہ ثمر مبارک ہو

تمام اماموں کو نخلِ جگر مبارک ہو
امامِ عسکریؑ نورِ نظر مبارک ہو

مبارکی لو ہم آئے ہیں نذر لائے ہیں
دل اپنے حضرتِ نرجسؑ کے دلربا کیلئے

جو مانگا آپ کی سرکار سے ملا مولا
ترس رہی ہوں تو بس ایک کربلا کیلئے

وفورِ شوق سے تکتی ہوں ان کے چہروں کو
روانہ ہوتے ہیں جو لوگ کربلا کیلئے

لکھا نہ ہو جو مقدر میں کربلا جانا
بدل دو آج کی شب اس کو تم خدا کیلئے

ہو مہر آس پہ امامِ زمانؑ کی چشم کرم
عریضہ بھیج رہی ہوں جو کربلا کیلئے

مناجات

عزت دے مومنوں کو خدا اور شان دے
یا رب بحق فاطمہؑ سب کو مکان دے

محفوظ عزتیں رہیں ایسا خیال دے
حسن عمل کے واسطے اک آسمان دے

دنیا میں مومنین کے دل کو سکون بخش
محشر میں پیروان شہ دیں کی شان دے

یا رب بحق زینبؑ ذی جاہ و عزوشان
شوہر ہماری بچیوں کو قدردان دے

یا رب بحق آلِ نبیؐ دے حلال رزق
حرص و ہوس سے پاک خرد کا مکان دے

آغوش بھر دے ننھے مجاہد کا واسطہ
ہر مومنہ کو رنج و بلا سے امان دے

لہرا رہا ہو جس پہ علمدار کا علم
سب مومنوں کو دائمی ایسا مکان دے

کر دولتِ قناعت و ہمت ہمیں عطا
اسبابِ حج و زیارتِ شہؑ بے گمان دے

یا رب امام موسیٰؑ کاظمؑ کا واسطہ
درمانِ درد و رنج دلِ ناتواں دے

یا رب ہمارے بچوں کو دے عشقِ کربلا
آقا کریں پسند انہیں ایسی شان دے

جس میں بچھا ہو فرشِ عزائے شہؑ ھدا
مرنے کے بعد مہرؔ کو ایسا مکان دے

☆===☆===☆

ملک سے پہلے لحد میں امامؑ آتے ہیں
زہے نصیب وہ عالی مقام آتے ہیں
ہے وقتِ نزع یہ مومن کی منزل معراج
مدد کے واسطے بارہ امامؑ آتے ہیں

☆===☆===☆

دو چار قدم چلنے کی طاقت بھی نہیں ہے
سب چھوڑ کے گھر بیٹھوں یہ عادت بھی نہیں ہے
میں آپ کے دربار میں حاضر رہوں ہر وقت
بجز اس کے مجھے اور کوئی حسرت بھی نہیں ہے

☆===☆===☆

عزا کے فرش پہ عالی جناب آتے ہیں
دعائیں دینے رسالتمآبؐ آتے ہیں
نہ جن و انس فقط آ رہے ہیں مجلس میں
ملائکہ بھی یہاں بے حساب آتے ہیں
دعا یہ ہے کہ خدا عمرِ خضرؑ دے اُن کو
جو دور دور سے لینے ثواب آتے ہیں

منقبت شان امام علی رضاؑ

پڑھئے درود شاہِ خراسان آئے ہیں
شاہوں کے شاہ خلق کے سلطان آئے ہیں

مشکل کشا کے بیٹے کی محفل ہے بیبیوں
سب کو عطا کریں گے وہ ذیشان آئے ہیں

اعمال نامے ہاتھ میں خود اُن کے دوں گا میں
جو مومنین ارضِ خراسان آئے ہیں

بڑھ جائیں مرتبے بڑی عزت ملے ہمیں
گر وہ کہیں کہ یہ مرے مہمان آئے ہیں

محشر میں جبرئیل سے بلواؤں گا انہیں
روضے پہ مومنین جو ذیشان آئے ہیں

☆===☆===☆

☆

دامن سدا بھرے ہیں محمدؐ کی آل نے
کیا کیا عطا کیا ہے شہہ خوشخصال نے

ذکرِ رسولؐ حبِ علیؑ حق کی معرفت
عزت کے تاج بخشے ہیں زہراؑ کے لال نے

حج اور کربلا کی زیارات کا شرف
بخشے ہیں یہ عروج ہمیں ذوالجلال نے

فرشِ عزائے شاہؑ کی خدمت گزار ہوں
مجھ کو دعائیں دی ہیں محمدؐ کی آلؑ نے

انداز صبر و شکر کے سکھلا دیے ہیں
فاقے پہ فاقے کر کے محمدؐ کی آلؑ نے

مجھ کو عطا ہوئی عزاداریٔ حسینؑ
یوں آگئے ہیں صدق میں کردار ڈھالنے

☆===☆===☆

☆

تیری عطا کا اثر ہے مری عزاداری
میری دعا کا اثر ہے تری عزاداری

وہاں پہ آتی ہیں ہر روز فاطمہ زہراؑ
جہاں پہ ہوتی ہے مظلوم کی عزاداری

بڑا ثبوت ہے مظلوم سے محبت کا
خوشا نصیب کہ شادی میں بھی عزاداری

☆===☆===☆

ایک اور چاند لگ گیا اس خاندان میں
تشریف لائیں حضرت زینبؑ جہان میں

☆===☆===☆

رخصتی

(تقریب شادی خانہ آبادی سیدہ انجم اقبال بنت سید اقبال حسین کاظمی صاحب)

محترمہ مہربانو صاحبہ

نزولِ رحمتِ داور تمہیں مبارک ہو
خوشا نصیب' نیا گھر تمہیں مبارک ہو

رہی ہو میکے میں تم رحمتِ خدا بن کر
چلی ہو آج کسی دل کا مدعا بن کر

تمہارے جانے سے رقت ہر اک پہ طاری ہے
رسولؐ خوش ہیں اسی میں رضائے باری ہے

خدا کرے یہ نیا موڑ زندگانی کا
تمہارے حق میں ہو آغاز شادمانی کا

سمجھنا اپنے نئے گھر کو جنتِ ارضی
یہی خدا کی بھی ہے رسولؐ کی مرضی

سکونِ قلب ملے ساس کا سُرور بڑھے
تمہارے حسن سے فاخر کے گھر کا نور بڑھے

گلوں کی طرح سے مہکو سدا بہار بنو
خدا کرے کہ تمنائے روزگار بنو

مدام غرق رہو زیورِ طلائی میں
سہاگ بن کے رہیں چوڑیاں کلائی میں

بفیضِ آلِ محمدؐ سدا بہر ساعت
تمہیں نصیب ہوں تا عمر رافت و راحت

تمہیں ہر ایک خوشی زندگی کی ہو حاصل
مثالِ مہر ہو روشن تمہارا مستقبل

رہیں یہ ہاتھ سلامت جو ہیں حنا بستہ
ہیں دو گھرانوں کی امیدیں ان سے وابستہ

حیا کا آنکھ میں کاجل سدا رہے ہر دم
تمہاری مانگ میں صندل بھرا رہے ہر دم

تمہاری شادی کی ہر چیز یادگار رہے
سدا بہار بنو تم سدا بہار رہے

تمہاری گود ہو بچوں سے شاد اور آباد
تمہارے والی و سرتاج کا رہے دل شاد

سعید و نیک ہو پیاری ہو لاڈلی ہو تم
رہے خیال ہمیشہ کہ کاظمی ہو تم

ہیں شاد سیما و قمر و عاصم و احسن
خدا کا شکر کہ انجم بنی ہے آج دلہن

وہ وقت آئے کہ اب احسن و محسن خوش بخت
میانِ بزمِ حسیناں نشستہ ہوں بر تخت

ہمارا تحفہ گلہائے تہنیت اے مہر
بھائے قلب دو عالم کو از زمیں تا مہر

تاثراتِ غم

ذاکرہ مہربانو

(اپنے خاندان کے بزرگ سید انعام حسین زیدی مرحوم کے انتقال پر ذاکرہ مہربانو نے تاثراتِ غم کے عنوان سے یہ تعزیتی نظم کہی)

اپنے غم کا نہ کبھی ذکر کیا کرتے تھے
چاہنے والوں کے غم بانٹ لیا کرتے تھے

اپنے مخصوص سے انداز میں کر کے باتیں
دل کی تسکین کے سامان کیا کرتے تھے

کنبے میں چاہنے والوں میں ہیں جتنے شاعر
سب کے اشعار کی اصلاح کیا کرتے تھے

وہ محبت بھرے جملوں میں ہدایت کرنا
منہ زبانی ہو انہیں لکھ کے دیا کرتے تھے

صرف اولاد نہیں آپ کا کنبہ ہے اداس
پورے کنبے کی مدد آپ کیا کرتے تھے

آج سردار بھی تزئین بھی تنہا و اداس
آپ ہی دونوں کی دلجوئی کیا کرتے تھے

رخصتی سہرے سلام اور تہنیت نامے
کربلا والوں کے نوحے بھی کہا کرتے تھے

بھائی ایسے کہ جو استاد بھی تھے محسن بھی تھے
کیسی شفقت سے مرا نام لیا کرتے تھے

کتنے بھر کے لئے تھے آپ خدا کا انعام
سب کو نیکی کا سبق آپ دیا کرتے تھے

دل کو ملتا تھا سکوں آپ کی شفقت سے سدا
مجھ پہ احسان بہت آپ کیا کرتے تھے

باپ بن کر جنہیں پالا تھا تڑپتے ہیں وہ سب
عمر بھر نام جو لے لے کے جیا کرتے تھے

آپ کو قرب میں آقا کے ملا ہوگا مقام
عمر مداحیٔ شاہ شہداء کرتے تھے

قطعہ

پیمانۂ احسان و کرم بھرتے تھے
وہ سب کی محبت کے لئے مرتے تھے

تھا لطف و کرم خاص خدا کا ان پر
وہ پیرویٔ آلِ نبیؐ کرتے تھے

فضیلت ماہِ رمضان

(ڈاکٹر صبا انور کا ماہنامہ طاہرہ کے لئے تحریر کردہ مضمون یہ مضمون اکتوبر 2006 کے شمارے میں شائع ہوا)

ہر سال ماہ رمضان المبارک ہمیں رحمتوں اور برکتوں سے نوازنے کے لئے آتا ہے اور خوش قسمت لوگ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے اس کا استقبال شعبان کے آخری ایام کے روزوں کے آغاز سے ہی کر دیتے ہیں لیکن ہم اپنے گردوپیش پر نگاہ ڈالیں تو بآسانی یہ مشاہدہ کر سکتے ہیں اور حددرجہ افسوس کا مقام ہے کہ اکثر لوگ اس ماہ مبارک کی آمد کو ایک مشکل یا "بارگراں" جیسا تصور کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ان کی زبان سے نکلے ہوئے ایسے کلمات سے ان کے دل کا حال عیاں ہوتا ہے جو کسی ذی شعور کو زیب نہیں دیتا۔ یہ بجا ہے کہ اس ماہ میں ہمارے طرز زندگی کے اوقات کار میں نمایاں تبدیلی آتی ہے اور بظاہر وہ ہمیں ذرا دشوار بھی نظر آتی ہے لیکن رمضان المبارک کی اہمیت و فضیلت کو اگر درست طور پر سمجھا جائے تو ان معمولی باتوں کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

کسی بھی خرابی کا سبب معلوم کر لیا جائے اور اس کی تصحیح کی جائے تو مسئلہ ازخود حل ہونے لگتا ہے۔ اس حوالے سے یہاں توجہ طلب نکتہ یہ بھی ہے کہ لوگوں کے اس طرح کے رویے کے ذمہ دار صرف وہ افراد ہی نہیں ہیں بلکہ کسی حد تک وہ علم و حکمت اور فہم و فراست کے خزانوں سے مالا مال شخصیات بھی ہیں جن پر قوم کی رہنمائی کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ان کے الفاظ ذہنوں کو پلٹ دینے کی قدرت رکھتے ہیں اور ان کے خیالات عوام الناس کی سوچ کا محور بدل سکتے ہیں۔ اور یہی افکار کی تبدیلی انسانی عمل کی رفتار بدل دیتی ہے لیکن ہمیں ایسا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے لوگوں میں کسی مثبت تبدیلی کے رجحان کے نہ ہونے کو ان اہل نظر حضرات کی فرائض سے غفلت کا اشارہ سمجھا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ قوم کی فکری ترقی عوام و خواص کے ربط سے ہی ممکن ہے۔

ماہ رمضان کے تناظر میں اگر عوام و خواص کے اس رشتے کا جائزہ لیں تو یہی مثال بہت ہے کہ

رمضان سے متعلق ایسا مواد شائع ہوتا ہے کہ جس میں روزے سے روحانی بالیدگی، قرب الہیٰ، معرفت الہیٰ اور تزکیہ نفس کے تعلق کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ زیادہ تر روزے کے صرف جسمانی فوائد پر توجہ مرکوز رہتی ہے۔ اور نتیجتاً لوگ ایک تو اس کی برکتوں سے اور فضیلتوں سے پوری طرح فیض یاب نہیں ہو پاتے اور دوسری جانب ان کا رویہ ایسا ہونے لگتا ہے کہ اس ماہ مبارک کی آمد پر شکر نہیں بجالاتے۔ اس کا واحد حل یہی ہے کہ ہم اس ماہ مبارک کو اپنی روح سے ہم رشتہ کرنے کے لئے ہر زاویہ نگاہ سے اسے سمجھیں۔

ماہ مبارک کے لئے ارشاد ہوا کہ "ماہ رمضان کے لئے یہ نہ کہو کہ آئے یا جائے گا بلکہ جب بھی اس کا نام لو تو اس طرح کہو کہ جیسے اپنے بزرگوں کا تعارف کراتے ہو"۔

یہ وہ عظیم مہینہ ہے کہ جس کی شان، جس کا اہتمام، جس کی رونق صرف زمین ہی سے مخصوص نہیں بلکہ آسمانوں پر بھی اس کا اہتمام اور اکرام کیا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ میں ماہ شعبان کے آخری جمعے کو حضورؐ اپنے اصحاب کو اس ماہ کے استقبال کے لئے تیار کرنے کی خاطر خطبہ دیا کرتے اور اس کی اہمیت گوش گزار کرتے تھے۔

اے لوگو! خدا کی برکت بخشش اور رحمت کا مہینہ تمہاری جانب آ رہا ہے۔ یہ مہینہ تمام مہینوں سے بہتر ہے۔ اس کے دن سال کے تمام دنوں سے اس کی راتیں سال کی تمام راتوں سے اور اس کے لمحات اور گھڑیاں دوسرے مہینے کے لمحوں اور گھڑیوں سے بہتر ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس میں خدا نے تمہیں مہمان بننے کی دعوت دی ہے اور تمہیں ان لوگوں میں سے قرار دیا ہے جو خدا کے انعام و اکرام کے زیر نظر ہیں۔ اس ماہ میں تمہاری ہر سانس تسبیح کی مانند ہے اور تمہارا سونا بھی عبادت ہے۔ ماہ رمضان میں تمہارے اعمال اور دعائیں مستجاب ہیں لہٰذا پاک نیتوں اور دلوں سے خدا سے دعا کرو کہ تمہیں روزے رکھنے کی اور تلاوت قرآن پاک کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ بدبخت ہے وہ شخص جو اس مہینے میں خدا کی بخشش سے محروم رہ جائے۔ اس مہینے میں اپنی بھوک پیاس سے قیامت کی بھوک پیاس کو یاد کرو اور بزرگوں کا احترام کرو اور چھوٹوں پر مہربانی

کرو اور رشتے داروں کے ناطوں کو جوڑو۔ اپنی زبان کو گناہ سے روکے رکھو۔ اور اپنی آنکھوں کو ان چیزوں کے دیکھنے سے بند رکھو جن کا دیکھنا گناہ ہے اور کانوں کو ان باتوں سے بچاؤ جن کا سننا حرام ہے اور یتیموں پر مہربانی کرو۔

روزہ اس لئے واجب ہوا ہے کہ غریب اور امیر کے درمیان مساوات قائم ہو جائے اور امیر بھوک کا مزا چکھے اور غریب کو اس کا حق ادا کرے۔ یاد رہے کہ یہ حق ادا کرنا صرف عبادت ہی نہیں عبادت کی جڑ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق کہ "روزہ رکھو تا کہ صحت مند ہو جاؤ" سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ روزے سے معدے کو ایک نمایاں آرام ملتا ہے اور ہاضمے کی مشینری کی سروس ہو جاتی ہے کیونکہ یہ انسان کی حساس ترین مشینری ہے جو سارے سال کام کرتی ہے لہٰذا اس کے لئے آرام بہت ضروری ہے۔ قرآن پاک نے بھی یہ اعلان کیا کہ روزہ صرف تم ہی پر واجب نہیں کیا گیا بلکہ تم سے پہلی امتوں کو بھی حکم دیا گیا تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

یہودی جب توبہ کرتے اور رضائے الٰہی طلب کرتے تو روزہ رکھتے تھے۔ اکثر اوقات یہودی جب خدا کی بارگاہ میں عجز و انکساری اور تواضع کا اظہار کرنا چاہتے تو روزہ رکھتے تھے تا کہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے روزے اور توبہ کے ذریعے خداوندِ عالم کی رضا اور خوشنودی حاصل کریں۔

روزہ جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے ڈھال ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "بہشت کا ایک دروازہ ایسا ہے جس کا نام "ریان" ہے یعنی سیراب کرنے والا، اس میں سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے"۔

ماہِ رمضان المبارک کی برتری کی بڑی وجہ یہ بھی لکھی گئی ہے کہ قرآن پاک جو انسان کے لئے ہدایت اور رہبری کی کتاب ہے اور انسانی سعادت کا دستور لے کر آئی ہے اسی ماہ میں نازل ہوئی بلکہ کہا جاتا ہے کہ تمام آسمانی صحیفے اسی ماہ میں نازل ہوئے ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام

فرماتے ہیں کہ توریت چھ رمضان المبارک کو انجیل بارہ رمضان المبارک کو زبور اٹھارہ رمضان المبارک کو اور قرآن مجید تیئیس رمضان المبارک یعنی شب قدر میں نازل ہوا۔

روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کو پسند ہے۔ ہر روزہ دار پر خاص کرم پروردگار ہے۔ ہم برا کام کرنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہمیں شیطان نے بہکا دیا گویا قصور ہمارا نہیں ہے اس کا ہے۔ مگر تمام تعریفیں اس پروردگار عالم کے لئے کہ اس نے رمضان کا چاند نظر آتے ہی شیطان کو قید کر لیا۔

تقویٰ اور خوف خدا ہر بند دروازے کی کنجی، قیامت کے لئے ذخیرہ، شیطان کی بندگی سے آزادی کا سبب اور ہلاکت سے نجات کا ذریعہ ہے۔ حضرت علی علیہ السلام ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں "تقویٰ ایسا مضبوط قلعہ ہے جسے تسخیر نہیں کیا جاسکتا"۔

اسلام نے کسی شخصیت کے لئے معیار فضیلت وافتخار تقویٰ ہی بتایا ہے۔ ہر مسلمان اس ماہ میں اپنے آپ کو تقویٰ کی تصویر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

"روزہ" کو تقویٰ کا سرچشمہ بتایا گیا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس عظیم عبادت کو ہم پر واجب فرمایا اور طاقت وتوفیق بھی عطا فرمائی ہے۔

شریکۃ الحسینؑ

(یہ مضمون 1984ء میں جناب زینبؑ کے چودہ سو سالہ جشن ولادت کے موقع پر بزم آمنہ کے زیر اہتمام شائع ہونے والے مجلے میں شائع ہوا)

محترمہ مہربانو

تیرے خطبوں سے اعدا کی امیدیں قطع ہوتی ہیں
زباں تیری خدا کے شیر کی شمشیر ہے زینبؑ

زینبؑ نام ہے علی کی آرزو کا' زینب نام ہے دین کی آبرو کا' عزم با عمل کو زینبؑ کہتے ہیں کار برعمل کو زینبؑ کہتے ہیں بنی ہاشم کا وقار زینبؑ ہے۔ معراج کردار زینب ہے۔ زینب میں اسداللہ کی شان جلال بھی ہے اور خلق عظیم کی شان جمال بھی ہے۔ اس تاریخی شخصیت کو کسی پہلو سے دیکھیں ہر اعتبار سے مکمل پائیں گے بیٹی کی حیثیت سے زینبؑ منفرد ہے' ماں کی حیثیت سے زینبؑ قابل فخر ہے' بیوی کی حیثیت سے زینبؑ مثالی ہے' اور بہن کی حیثیت سے تو زینبؑ کا صفحۂ ہستی پر کوئی جواب نہ ہو سکا ہے نہ ہوگا۔ زندگی کے ہر شعبے میں جو راہ بھی ہمیں اعلیٰ ترین منزلوں تک لے جاتی ہے ایسی ہر راہ پر زینبؑ ہی کے نشان قدم ستاروں کی طرح جگمگاتے ملتے ہیں۔ تاریخ کا یہ جملہ آپ کے جملہ کمالات کا احاطہ کرتا ہے کہ جناب زینبؑ فصاحت و بلاغت زہد و تقویٰ شجاعت سخاوت اور علم و ادب میں اپنے ماں باپ سے مشابہ تھیں۔

شاہزادی کی بارگاہ عالیہ زنان کوفہ کے لئے علمی درسگاہ تھی۔ کبھی تفسیر قرآن اور کبھی دین کے اصول و فروع پر روشنی ڈالی جاتی تھی۔

عبادت کی یہ شان کہ کبھی نماز شب کو فراموش نہیں کیا۔ حالات چاہے بگڑے ہوئے ہوں۔ وقت کے تیور بدلے ہوئے ہوں۔ لیکن زندگی کا طریقہ نہیں بدل سکتا۔ اٹھارہ بنی ہاشم نگاہوں کے سامنے قتل ہو چکے لیکن خدا پر اعتماد و یقین اتنا ہی ہے جتنا عام حالات میں تھا۔ تین دن کی پیاس سے جگر جل رہا ہے لیکن ہونٹ پھر بھی زمزمہ شکر سے تر ہیں۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے گیارہ محرم کی پرآشوب رات میں بھی اپنی پھوپھی زینبؑ کو نماز شب ادا کرتے دیکھا تھا۔

یہ رات کوئی معمولی رات نہ تھی۔ شام غریباں تھی۔ لٹا ہوا قافلہ' جلے ہوئے خیام' ان میں سوئے ہوئے عزیز و اقرباء سہمے ہوئے' سسکتے ہوئے بچے' پرہول سناٹا' سونا بن' ہر طرف اندھیرا ہر سو ویرانی۔ اس رات میں ان حالات میں نماز شب۔ ایسے کارنامے رسولؐ کے گھرانے والے ہی دکھا سکتے ہیں صحن مسجد میں یا گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنا بہت آسان ہے۔ لیکن ایسے وقت میں جب دل کے پیاروں اور کلیجے کے ٹکڑوں کی لاشیں خون میں غلطاں ریگِ گرم پر پڑی ہوں۔ بیواؤں کی دلخراش آہوں اور بچوں کی العطش کی پکار دل ہلائے دے رہی ہو۔ اس مصیبت کے وقت میں' اس ابتلائے عالم میں' اس آزمائش کے موقع پر اپنے سارے زخموں کو فراموش کر کے سجدۂ حق میں کمال اطمینان کے ساتھ جھک جانا وہ عبادت ہے۔ جس پر سارے جہاں کی عبادتیں نثار ہو جائیں۔ یہ کمال عبادت خواتین عالم میں صرف جناب زینبؑ کی ذات سے ہی مخصوص ہے۔ یہ نماز دنیا کی تمام مسلمان عورتوں کے لئے عملی درس ہے' یہ رفعت کردار کی وہ مثال ہے جو ہم سے عملی خراج کا مطالبہ کرتی ہے۔

کس قدر بلند مقام ہے بی بی کی عبادت کا کہ امام حسین علیہ السلام یہ آرزو رکھتے ہیں اور بہن سے وصیت فرماتے ہیں کہ بہن نماز شب کی دعاؤں میں مجھے یاد رکھنا۔ اور یہ لٹا ہوا کارواں تمہارے حوالے ہے اور تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ اور پھر وہ وقت آیا کہ زمین کربلا تھرتھرائی' فتح کے شادیانے بجے اور فوج یزید نے خیام حسینؑ کو گھیر لیا۔ اب خیام حسینی میں چند بیوہ عورتیں' یتیم بچے اور ایک بیمار کربلا رہ گئے تھے اور ایسے میں ہنگامہ غارت و آتش زدگی برپا ہوا مگر کیا کہنا اے ثانی زہراؑ تیرے حوصلہ کا' وہ ہنگامۂ حشر اور تیرا ہر فرض کو ادا کرنا۔ بچوں کی دیکھ بھال' ان کی جانوں کا تحفظ اور پھر امام وقت سے استفادہ کہ اب کیا حکم شریعت ہے۔

ہم خیموں میں جل کر مر جائیں یا بے ردا باہر نکلیں۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ عقیلہ بنی ہاشم خود حکم شریعت سے ناواقف ہوں۔ لیکن تمام مخدرات اور تمام عالم کو عملاً یہ بتایا ہے کہ اب امام زمانہ اور حاکم شرع سید سجادؑ ہیں' اور میں بزرگ ہوتے ہوئے بھی تابع فرمان ہوں۔ اب بے ردا فریاد کناں بیبیاں خیمہ سے باہر نکل رہی ہیں۔ اب غربت ہی غربت ہے۔ ایسے حزن و ملال کے عالم میں اس قدر حسن انتظام کہ کوئی بچہ گم نہیں ہوا۔ کوئی فرد آگ کی نذر نہیں ہوا۔ کوئی بی بی جھلسی تک نہیں۔ صغیر سنوں کا آگ کی طرف لپکنا فطری عمل ہے۔ مگر یہاں کوئی بچہ آگ کی طرف نہیں گیا۔

اگر آگ نے بڑھ کر کسی کم سن کے دامن کو پکڑ ہی لیا تو بھڑکتی ہوئی آگ پر بہت جلد قابو پا لیا گیا۔ کسی چھوٹے بچے کا بھی جھلس جانا مقاتل کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہوا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب زینبؑ ہی کربلا کی وہ شیر دل خاتون ہیں، جنہوں نے مسلمانوں کو یزید کا اصلی چہرہ دکھایا اور ایک ایسا ذہنی انقلاب لانے کا باعث ہوئی کہ وہ یزید جس کے خلاف ایک معمولی سی آواز بلند کرنا بھی لائق گردن زدنی تھا۔ اب اسی یزید کے خلاف بالاعلان تنقیدیں ہونے لگیں۔ اور مختلف شہروں میں اس کے خلاف عوام نے مظاہرے شروع کئے اور ایک ایسی فضا پیدا ہوگئی کہ جس کے باعث یزید اس حد تک پریشان و مجبور ہو گیا کہ آخر کار اس کو اہل حرم کی رہائی کا حکم دینا پڑا۔ اور دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ یزید کے اسی دار الخلافہ میں جہاں اسیروں کی شکل میں اہل بیت کی تشہیر ہوتی تھی حکم یزید پر اہل بیتؑ کے لئے ایک علیحدہ مکان کا انتظام کیا گیا۔ امراء اور روٴسائے سلطنت نے سیاہ لباس پہنا۔ اور اپنی خواتین کو سیاہ لباس پہنا کر پرسہ دینے کے لئے جناب زینبؑ کی خدمت میں بھیجا۔ اس کے علاوہ خود یزید کے گھر میں اس کی زوجہ ہندہ نے صف ماتم بچھائی اور امام مظلوم کا پرسہ دیا۔

ہزاروں سلام ہوں کربلا کی اس شیر دل خاتون پر جس کا نام زینبؑ ہے، جس نے اپنے بھائی کے مصائب میں برابر کی شریک بن کر "شریکۃ الحسینؑ" کا اہم کردار ادا کیا۔ جو محافظ امامت بنی اور "امینۃ اللہ" کہلائی۔ جس نے گیارہ محرم کی شب کو اہل بیتؑ کی حفاظت کی جو اسیروں کی قافلہ سالار تھی۔ جس نے شام و کوفے کے بازاروں اور درباروں میں اپنے فصیح و بلیغ خطبات کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ قصر یزید کی بنیادیں ہلا دیں بلکہ دنیا کو سانحہ کربلا کے اصل حقائق سے آگاہ کر کے مقصد حسینؑ کی تکمیل کر دی اور مسلمانوں میں ایسا ذہنی انقلاب برپا کر دیا جو تاریخ اسلام میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر جناب زینبؑ میدان کربلا میں نہ ہوتیں تو خود تاریخ کربلا نامکمل رہ جاتی۔

ماتم گلی گلی ہے ہر اک گھر میں بین ہے
اے بے خبر یہ نعرۂ فتح حسینؑ ہے

بی بی معصومہ قم بنت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

(یہ مضمون ماہنامہ "طاہرہ" کے نومبر 2006 کے شمارے میں شائع ہوا)

تحریر۔ ذاکرہ مہربانو

علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں "اہلِ رے" ایک شخص سے روایت کی ہے کہ ابوالحسن علیؑ بن موسیٰؑ (امام علی نقیؑ) نے فرمایا کہ جب جناب نوحؑ کی کشتی سرزمین قم پر پہنچی تو ٹھہر گئی کہ یہ زمین بیت المقدس کی زمین کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسی لئے اس کو "قم" کہا جاتا ہے۔ شہر قم اور اہلِ قم کی فضیلت میں رسول اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ سے متعدد روایات وارد ہوئی ہیں۔ جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا!

"" آگاہ ہو جاؤ کہ خداوندِ عالم کا حرم مکہ ہے اور رسول عربیؐ کا حرم مدینہ ہے اور حضرت علیؑ کا حرم نجف اشراف ہے اور میرا اور میری اولاد کا حرم قم ہے"

پھر فرمایا کہ "قم چھوٹا نجف ہے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے تین دروازے قم کی طرف کھلتے ہیں۔" پھر فرمایا کہ

"میری اولاد میں ایک خاتون فاطمہ بنتِ موسیٰ کاظمؑ وفات پائے گی (اور سرزمین قم پر دفن ہوگی) جس کی شفاعت سے ہمارے بہت سے شیعہ جنت میں داخل ہوں گے۔"

اور یہ بھی فرمایا کہ

"جب شہروں میں فتنہ پھیل جائے تو قم اور اس کے اطراف میں پناہ لینا کیونکہ قم میں بلاؤں کا گزر نہیں ہوگا۔"

مولائے کائناتؑ ارشاد فرماتے ہیں۔

"قم والوں پر خدا کا درود و سلام ہو۔ قم والوں کے شہروں کو خدا سیراب رکھے اور خداوندِ عالم

برکات نازل کرتا ہے قم والوں پر اور ان کی برائیوں کو صفات سے بدل دیتا ہے۔ وہی رکوع و سجود والے ہیں اور وہی خضوع و خشوع اور قیام والے ہیں۔ وہی روزہ دار، وہی فقہاء، علماء اور بافہم ہیں۔ وہی صاحبان دین ولایت اور اچھی عبادت کرنے والے ہیں۔ خدا ان پر درود و سلام اور رحمت نازل کرے۔"

امامؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"قم کی خاک مقدس و مطہر ہے اور ان کے باشندے ہم میں سے ہیں۔ جو ظالم اور جابر ان کی طرف بڑھنے کا ارادہ کرتا ہے تو سزا بھی جلد ہی مل جاتی ہے۔"

امامؑ فرماتے ہیں کہ

"مومن اپنے بھائیوں کے ساتھ خیانت نہیں کرتا اور اگر خیانت کرے گا تو خدا اس پر ظالموں کو مسلط کر دے گا۔"

پھر فرمایا کہ

"یاد رہے قم والے ہمارے قائمؑ کے ناصر و مددگار ہیں اور ہمارے حق کے مبلغ ہیں۔"

اس کے بعد دعا کی کہ

"اے اللہ! انہیں ہر فتنے سے محفوظ رکھ اور ہر خطرے سے بچا۔"

سبحان اللہ! جو شہر ایسی عظمت و عزت و حرمت و بزرگی والا ہے تو اس کی مالکہ کی تو خدا ہی جانتا ہے کہ کیا عزت و شان اور مرتبہ و منزلت ہوگی۔ اور کیوں نہ ہو؟ بی بی معصومہ قم وارثہ دار خدیجۃ الکبریٰؑ بخت دل فاطمہ زہراؑ فخر زینب عالیہؑ ہے آرزوئے ام کلثومؑ و رقیہؑ ہیں۔ اماموں کی دعاؤں کا ثمر اور بنی ہاشم کے خاندان کا شرف ہے۔ آج بھی ہزاروں معجزے آپؑ کی قبر مطہر سے رونما ہوتے ہیں۔

یا رب امام موسیٰ کاظمؑ کا واسطہ
طوفان سے ہر ایک مرض کے امان دے

یا رب ہمارے بچوں کو دے عشقِ کربلا
آقا کریں پسند انہیں ایسی شان دے
بچھا ہو فرشِ مجلسِ مظلومِ کربلا
مرنے کے بعد مہر کو ایسا مکان دے

ابوالفضل امیر کوہی، صوبہ مازندران کے باشندے ہیں۔ انہوں نے حضرت معصومؑ کے ذریعہ اپنی شفایابی کا معجزہ اس طرح بیان کیا ہے۔ میں تین سال قبل کمزور اور فالج میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اپنے علاج میں پونجی خرچ کر دی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ بالکل زمین گیر ہو گیا تھا۔ قم، مشہد اور تہران کے ہسپتالوں میں مہینوں ایڈمٹ رہا مگر کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ ہر جگہ سے مایوس ہو گیا تو بارگاہ امام علی رضاؑ میں پناہ لی اور امامؑ سے شفا مانگی لیکن نصیب نہ ہوئی۔ حضرت امام حسینؑ کی ولادت با سعادت کے موقع پر تین شعبان کو سارے شیعہ خوشیاں منا رہے تھے مگر میں اور میرے خاندان والے ولادت کی خوشی کے ساتھ بیماری پر رنجیدہ بھی تھے۔ اس دن میں ایک بار پھر اہل خانہ کے ساتھ روضہ امام رضاؑ میں داخل ہوا۔ حرم سے نکلتے ہوئے کو بھی محروم نہیں کرتے تو مجھ گناہ گار پر کیوں لطف نہیں فرماتے میں تو آپؑ کا شیعہ اور آپؑ کا ہمسایہ ہوں۔ بہر صورت میں اس دن بھی خالی ہاتھ اپنے گھر پلٹ آیا اور اب میں نے بی بی معصومؑ قم کی خدمت میں شرفیابی کا قصد کیا۔

چنانچہ شعبان المعظم شب ولادت حضرت ابوالفضل العباسؑ تھی جب میں نے حضرت معصومہؑ قم کو خواب میں دیکھا شفا کی درخواست کی تو فرمایا "تم آجاؤ یہ آل محمدؐ کی ذرہ نوازی ہے کہ شفا بھی دے رہی ہیں اور مہمان بھی بنانا چاہتی ہیں اور فرما رہی ہیں کہ تم آجاؤ، میں تمہیں شفا دوں گی۔"

بیدار ہونے کے بعد میں نے اپنے خاندان والوں کو خواب واقعہ بیان کیا لیکن کمزوری اور ناداری کی وجہ سے قم جانا آسان نہ تھا۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے۔ قم جانا آسان نہ تھا۔ قم کیوں نہیں آتے میں نے عرض کی کہ اس حالت میں کیونکر قم پہنچوں مجھے شفا عطا کر دیجئے۔ فرمایا تم آجاؤ۔ اس مرتبہ میں میں نے بیدار ہونے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہوا میں قم ضرور جاؤں گا۔ اگرچہ

تین سال کی طویل علالت کے دوران گھر کا تمام اثاثہ بک چکا تھا اور اب قابل فروخت کوئی چیز باقی نہیں بچی تھی لیکن اس پر بھی گھر کے کونے کونے سے چھوٹی چیزیں بھی فروخت کیں اور میں اپنے خسر محترم کے ساتھ ۱۲ شعبان ہجری کو اتوار کی صبح قم پہنچ کر حرم معصومہؑ میں زیارت سے شرفیاب ہوا۔ ضریح سے باندھ دیا گیا۔ آہ و بکاء نالہ وزاری' راز و نیاز اور مناجات و دعا کرتے ہوئے کمزوری کی وجہ سے مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں میں نے سبز نقاب اور سیاہ چادر میں ملبوس حضرت معصومہ قم کو دیکھا۔ آپ نے مجھے ایک پیالی چائے عنایت کی اور فرمایا: اسے پیو اور اٹھو تم بیمار نہیں ہو۔

میں اسی وقت بیدار ہو گیا اور میں نے محسوس کیا کہ اب میں بیمار نہیں ہوں۔ میں اسی وقت ضریح مقدس سے لپٹ گیا اور با آواز بلند کہنے لگا:

"ہزاروں درود اور لاکھوں سلام معصومہ قم پر اور ان کے آباء واجداد پر کہ انھوں نے مجھے بے شمار عزتوں سے نوازا۔ خود میرے گھر میرے خواب میں آ کر مجھے عزت عطا کی۔ اور ہزاروں سلام شہزادی کی ذرہ نوازی پر کہ مجھ غریب کو بار بار اصرار کر کے اپنے روضے پر بلایا اور ہمیشہ کے لئے دولت صحت سے مالا مال کر دیا۔"

دعا ہے کہ خداوند عالم بحق معصومہ قم کل مومنوں کو شفا اور کمزوروں کو طاقت عطا فرما۔

ذاکرہ مھربانو
علمائے کرام کی نظر میں

قائد ملت جعفریہ پاکستان

35۔ اے سیٹلائٹ ٹاؤن۔ راولپنڈی

فون: 051-4421157 051-4421160
051-4421158 051-4421161
051-4421162

فیکس: 051-4451150

ای میل: sajidnaqvi13@hotmail.com

حوالہ نمبر: 1917

تاریخ: 21-OCT-2008

باسمہ تعالیٰ

ہادیان برحق محمدؐ و آل محمدؐ کی مدح و ثنا جیسا مستحسن عمل رضائے خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یہ مدح و ثنا معاشرے کے مخصوص افراد کے حصے میں ہی آتی ہے گویا یہ سعادت اور خوش بختی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ معروف ذاکرہ محترمہ مہربانو مرحومہ بھی اسی قبیلے کے افراد میں سے تھیں جن کی پوری زندگی آل محمدؐ کی مدح و ثنا سے عبارت ہے۔ وطن عزیز پاکستان کے ہر کونے اور گوشے سے لے کر بیرون ملک بھی مہربانو مرحومہ نے اپنے دلنشین لب و لہجے اور پر اثر گفتگو کے ذریعے ذکر محمدؐ و آل محمدؐ کو جس بہترین انداز میں پیش کیا وہ آج بھی لوگوں کے دلوں میں نقش ہے۔ گویا ذاکری کے شعبے میں محترمہ مہربانو مرحومہ نے عزاداری سید الشہداء کے فروغ اور ترویج میں اپنا نمایاں کردار ادا کرتے ہوئے شیعہ عقائد و نظریات اور پیغام عزاداری کو اندرون ملک پہنچایا اور اس حقیقت کو بھی معاشرے پر واضح کیا کہ مردوں کے شانہ بشانہ خواتین بھی تبلیغ دین میں اپنے حصے کا کردار ادا کر سکتی ہے۔

اگرچہ ذاکرہ مہربانو اپنی لاتعداد چاہنے والی خواتین اور اپنے خانوادے کو داغ مفارقت دے گئیں لیکن ان کا پیغام آج بھی زندہ ہے کہ جس حد تک ممکن ہو انفرادی اور اجتماعی سطح پر دین مبین اسلام کی خدمت اور سیرت اہل بیت کو روشناس کرانے کے لئے اپنے حصے کی ذمہ داریاں ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ صرف اسی صورت میں ہی دنیوی فلاح اور اخروی نجات ممکن ہے۔

ہماری دعا ہے کہ...... رب العزت مرحومہ کو مغفرت کاملہ سے سرفراز فرمائے انہیں جوار معصومین علیہم السلام میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر و حوصلہ عطا فرمائے۔

والسلام

ساجد علی النقوی

سید ساجد علی نقوی

طالب جوہری

Date:__________ Ref:.....

محترم علامہ طالب جوہری صاحب

کتب احادیث میں طلب علم کی روایت کا ایک متن یہ بھی ہے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت کا فریضہ ہے۔ اس کی روشنی میں ایسی مسلمان خواتین کا وجود ناگزیر ہے جو صنف نسواں کو دینی معلومات سے روشناس کراتی رہیں۔ یہ ذکر سید الشہداء علیہ السلام کی برکت ہے کہ ہر زمانے میں ایسی خواتین موجود رہی ہیں جو ذکر کربلا کے ساتھ ساتھ اپنی ہم جنسوں میں دینی ضروریات اور مذہبی معلومات کو عام کرتی رہیں۔

محترمہ مہربانو رضوان اللہ علیھا ایسی ہی ذاکرات میں شامل ہیں۔ بلکہ ان کا شمار ان محترم ذاکرات میں ہوتا تھا جنہیں ثقہ اور ذی علم خواتین ذوق وشوق سے سماعت کرتی ہیں۔ اس شہر میں ان کی ذاکری ایک طویل مدت پر محیط تھی۔ خود میرے گھر کی زنانی مجلس میں مرحومہ نے چودہ پندرہ سال خطاب فرمایا تھا۔

ان کی خطابت کی متانت، مواد کا انتخاب اور پیشکش کا انداز اتنا موثر تھا کہ موجودہ دور کی ذاکرات میں بڑی تعداد ان کے اسلوب ذاکری سے متاثر اور مانوس نظر آتی ہے۔

مرحومہ کے ورثاء نے ان کے لئے ایک یادگاری مجلہ کا اہتمام کیا ہے جو مرحومہ کا حق ہے لیکن زیادہ مناسب اور مفید بات یہ ہے کہ ان کی تحریروں کو منظر عام پر لایا جائے جو باقیات الصالحات کی صورت میں ان کے اضافہ درجات کا سبب قرار پائے گا۔

میں دست بدعا ہوں کہ رب العزت بہ طفیل معصومین انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اعلیٰ علیین کے مقام سے نوازے۔

علامہ سید رضی جعفر نقوی

تنظیم المکاتب F-3 رضویہ سوسائٹی کراچی

تاریخ__________ حوالہ__________

ذکر اہلبیتؑ اور ذاکرین کی شرعی ذمہ داریاں

علامہ سید رضی جعفر نقوی صاحب

خاصانِ خدا، ہادیانِ برحق، حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام کا ذکر ایک عظیم الشان دینی فریضہ بھی ہے اور ایک منفرد سعادت بھی۔

سرکار ختمی مرتبت احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہور و معروف ارشاد گرامی ہے کہ

(اپنی مجلسوں کو علی بن ابی طالبؑ کے ذکر سے زینت دو۔

کیونکہ ان کا ذکر میرا ذکر ہے۔

میرا ذکر اللہ کا ذکر ہے

اور اللہ کا ذکر عبادت ہے) (نقل بالمعنیٰ)

اسی طرح خاندان رسالت کی دیگر معصوم ہستیوں کے ذکر کے بارے میں ارشادات اہلبیتؑ میں بہت زیادہ تاکید ملتی ہے۔ خاص طور سے سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کی دین خدا کی خاطر کربلا کے میدان میں پیش کی جانے والی قربانی کے ذکر کے لئے ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام نے خصوصی تاکید فرمائی ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ ذاکرین اور محترم ذاکرات جو اس فریضہ کو انجام دینے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اور مومنین و مومنات کے قلوب کو اہلبیت کرامؑ کی تعلیمات سے منور کرنے کی سعی بلیغ

کرتے ہیں۔

قوم وملت کی عظیم المرتبت' واجب الاحترام' ذاکرہ اہلبیت محترمہ مہربانو صاحبہ کو مالک دوجہاں نے یہ سعادت عطا فرمائی کہ انہوں نے تقریباً اٹھاون (58) سال تک اس عظیم الشان فریضہ کو انجام دیا اور اب ان کے لائق فرزندان گرامی' اس سعادت عظمیٰ کے حصول میں برسہابرس سے مصروف ہیں۔

مرحومہ جس اخلاص کے ساتھ ذکر اہلبیت فرماتی تھیں اس کی گواہ وہ ہزاروں مومنات ہیں' جنہوں نے ان کی مجالس میں شریک ہو کر ذکر فضائل ومصائب اہلبیت طاہرینؑ سننے کی سعادت حاصل کی اور جو ان سے روحانی فیوض وبرکات حاصل کرتی رہیں۔

مرحومہ اگرچہ اس دار فانی سے رخصت ہو کر حضرات اہلبیتؑ طاہرین علیہم السلام کی مقدس بارگاہ میں پہنچ چکی ہیں' لیکن انہوں نے جو چراغ جلائے ہیں ان کی روشنی برسہابرس' اپنی ضیاء باریوں سے قلوب مومنات کو منور کرتی رہے گی۔

مرحومہ سے میرے روحانی رشتے کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ

میں نے نجف اشرف جانے سے قبل اپنے زمانہ طالب علمی میں ان کی اولاد کو قرآن و دینیات کا درس دیا۔

اور جب نجف اشرف سے واپس آنے کے بعد میں نے "دارالحکمۃ" نامی دینی درس گاہ کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو مرحومہ کے دو فرزندان گرامی قدر

مولانا سید حسن رضا رضوی صاحب اور

مولانا سید باقر رضا رضوی صاحب

اس درس گاہ میں کسب علوم اہلبیتؑ میں مصروف تھے۔ بحمدہ اب دونوں بھائی مسند علم پر جلوہ گر ہیں اور خدمت دین ومذہب میں مصروف ہیں' اور میرا ان دونوں بھائیوں کے ساتھ ان کے دیگر برادران' اور اہل خاندان سے روحانی رشتہ برقرار ہے۔ اور جس طرح یہ سب ہی بھائی بہن' میرا

احترام کرتے ہیں، وہ لائق تحسین ہے۔

برادرم مولانا حسن رضا رضوی صاحب اپنی جلیل القدر مادر گرامی کی یاد میں ایک عظیم الشان مجلہ کی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں جو نہایت لائق تحسین عمل ہے۔

موصوف کی فرمائش کے مطابق میں ذاکرین کرام کی شرعی ذمہ داریوں کے بارے میں چند معروضات پیش کر رہا ہوں۔

اس اندیشہ کے ساتھ کہ

انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ تذکرہ اہلبیتؑ اگر ایک طرف انسان کے لئے بہت بڑا شرف ہے تو دوسری طرف ایک انتہائی اہم اور نازک ذمہ داری بھی۔

قرآن مجید میں خالق دو جہاں کا ارشاد ہے

و ما یلفظ من قول الا ولدیہ رقیب عتید

(انسان ایک بات بھی زبان سے نہیں نکالتا' مگر یہ کہ ہمارے مقرر کردہ نگراں (فرشتے) موجود ہوتے ہیں)

اگر ذاکرین کرام اپنی تقاریر میں لوگوں کی سیرت کو معصومینؑ کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

ان کے کردار کے اندر مقربین بارگاہ اہلبیتؑ ہستیوں کے کردار کی خوشبو پیدا کریں۔

اپنے سامعین کے دلوں میں خوف خدا کو اجاگر کریں۔

ان کے اندر روح عمل بیدار کریں۔

اور اپنی کوشش سے ان کے اندر انصاران حسینی کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کا جذبہ بیدار کریں۔

تو در حقیقت ذاکر نے اپنے لئے بارگاہ معصومینؑ سے تقرب کا سامان کیا۔

اور اگر خدانخواستہ اپنی غیر ذمہ دارانہ گفتگو سے

لوگوں کے اذہان کو تشویش واضطراب میں مبتلا کیا۔

ان کے عقائد پر شکوک وشبہات کا تیشہ چلایا۔

بدعتی لوگوں کے خیالات کی ترویج کی۔

سستی شہرت کے لئے منفی ذرائع اختیار کیے۔

اور اپنی عاقبت نااندیشی کی بناء پر لوگوں کے اندر بے عملی کو ترجیح دی تو حضور اکرمؐ کے اس فرمان کو بھی یاد رکھا جائے کہ

"میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے بعد (ایسا وقت بھی آئے گا کہ) میرے منبر پر بندر اچھل کود کریں گے"۔ (نقل بالمعنی)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر محدث مجبر حضرت شیخ عباس قمی علیہ الرحمتہ کی ایک نصیحت نذر ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کی جائے۔

موصوف رقمطراز ہیں کہ

"کتاب اربعین حسینیہ" کے مقدمہ میں ایک جامع نصیحت اور ایک بلیغ موعظت تحریر کی گئی ہے جسے یہاں پیش کرنا مناسب نظر آتا ہے کہ

"مذہب اثنا عشری کے دیندار حضرات کو اس بات سے لازماً باخبر رہنا چاہئے کہ ہمارے زمانہ میں عزاداری کے مراسم اور واقعات کربلا پر گریہ وبکا سے زیادہ کوئی اور بات معروف نہیں ہے بلکہ بہت سے آثار وسنن اور آداب شرعیہ کو طاق نسیان میں رکھ دیا گیا ہے۔

(بحمدہ) عزاداری مظلوم کربلا روز بروز ترقی وکمال کی طرف گامزن ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس عمل کو اس طرح پائیدار بنایا جائے جو شریعت کے قوانین کے عین مطابق ہو اور اغیار کو اس پر زبان کھولنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ ہم لوگوں کی نشست وبرخاست عام ہے لہٰذا ہم لوگوں کو عزاداری کے ساتھ جملہ رسوم میں نئی نئی ایجادات اور شریعت مقدسہ کی منع کردہ باتوں سے مکمل طور پر احتراز کرنا چاہئے۔

(منتہی الامال جلد نمبر ۱ صفحہ ۶۹۰)

(یاد رکھئے کہ شیطان، فرزندان آدم کا ازلی دشمن ہے وہ انسانوں کو غلط راہوں پر چلانے کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتا ہے، اور پوری کوشش کرتا ہے کہ ہمارے اچھے کاموں میں بگاڑ پیدا کردے۔

عزاداری جو ملت جعفریہ کی شناخت کا سب سے اہم ذریعہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ شیاطین انس و جن اس کے مراسم میں ایسی باتیں شامل کردیں جو شریعت کے نزدیک ناپسندیدہ بھی ہوں اور اغیار کی طعنہ زنی کا باعث بھی)

"کتاب اربعین حسینیہ" کے اس مقدمہ میں صاحبان فکر و نظر کے لئے بصیرت و نصیحت کا بہت سامان ہے، لیکن جیسا کہ مولائے کائنات امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا مشہور فرمان ہے کہ

ما اکثر العبر و قل الاعتبار

(عبرت کی باتیں کتنی زیادہ ہیں، لیکن ان سے عبرت کس قدر کم حاصل کی جاتی ہے)

میری دعا ہے کہ پاک پروردگار، بصدق محمد و آل محمد علیہم السلام مرحومہ ذاکرہ اہلبیت طاہرین مہربانو صاحبہ کے درجات بلند فرمائے ان کی اولاد اور اہل خاندان کو ان کے چراغوں کی روشنی سے مالا مال رکھے اور ذکر اہلبیت کرنے والوں کو اسوۂ حسنہ کی شاہراہ پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید محمد تقی شاہ نقوی

پرنسپل جامعہ قرآن العلوم الجعفریہ ... شیعہ میانی ملتان، پاکستان
مہتمم و سرپرست اعلیٰ مدرسۃ الزہرا (طالبات) شیعہ میانی ملتان
نگران اسلامک لائبریری ... جامع مسجد ... امام موسیٰ کاظم علیہ السلام شیعہ میانی ملتان
0303-6667233
سرپرست اعلیٰ: قرآن المدارس الجعفریہ پاکستان
مرکزی سرپرست ... شیعہ میانی ملتان
... نجف اشرف عراق و قم المقدسہ ایران

فون رہائش: 061-681208
آفس: 061-616244
موبائل:
ای میل: taqinaqvi61214@yahoo.com

حوالہ نمبر ____________

تاریخ ____________

ذاکر امام حسینؑ اور دعوت الی اللہ

ارشاد رب العزت ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ والموعظ الحسنۃ

دین اسلام انسانی نجات کا ضامن دین ہے۔ دنیا و آخرت کی دونوں زندگیاں اس دین کی ہدایات پر عمل کے بغیر سعادت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی ہیں۔ اس دین کی تعلیمات کے لیے رب العزت نے نبوت و رسالت اور امامت و ولایت کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ ہر دور میں محبت خدا اس خدمت کو انجام دیتی رہی۔ ان کا قول و عمل اس دین کا ترجمان بنا۔

حضور اکرم سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل طاہرین کے تمام ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے ساری زندگی محنت و کاوش کرتے رہے بلکہ انھوں نے اسی پر اپنی اپنی حیات کو قربان کر دیا۔ اور شربت شہادت نوش کرتے رہے۔ میدان کربلا کی بے مثال قربانیاں اس کا بلند ترین ثبوت ہیں۔ اور بعد از کربلا اس قربانی کا تذکرہ ذکر حسینؑ قرار پایا۔ یہ ذکر بھی اسیران کربلا نے قید و بند کی حالت میں کیا۔ بلکہ ان کی اسیری از خود اس قربانی کا عملی ذکر بن گئی۔ اور اسی کا نتیجہ ہوا کہ یزیدیت نہ فقط پورے عالم میں بلکہ اپنے مرکز دمشق میں بھی شکست سے دوچار ہو گئی اور دختر زہرا حضرت سیدہ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا ظلم و ستم کے سیلاب سے کامیاب عہدہ برآ ہوئی اور دین اسلام کو ہمیشہ کے لیے حیات جاوید بخشنے کا موجب بن گئی۔

بنا بریں ذکر امام فقط نوع مردانہ کی ذمہ داری نہ بنی بلکہ صنف نازک سے تعلق رکھنے والی خواتین پر بھی یہ فریضہ عائد ہونا ثابت ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ کربلا سے لے کر آج تک اور انشاء اللہ قیامت تک

یہ ذکر جاری رہے گا۔اور حق کے علم کو بلند کرنے اور باطل کو نا کام کرنے کا فریضہ انجام دیا کرے گا۔

دور حاضر جو باطل اور شیطانی قوتوں کے ہر طرف حملوں کی وسعت کا دور ہے اور سائنسی ترقی یافتہ وسائل ضلالت وگمراہی اور فسق وفجور کو رواج دینے کے لیے پوری طاقت کے ساتھ استعمال ہو رہے ہیں۔اور حکومتی ذرائع اور تنظیمیں خفیہ جال اس کی مکمل پشت پناہی کر رہی ہیں۔ اور امریکہ جب بڑا شیطان ان کی سربراہی کر رہا ہے۔اور اس کے سارے گماشتے خونی اسلحوں سے لیس ہو کر ہر طرف قتل وغارت اور لوٹ مار کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔اور مسلمانوں کی اکثریت یا تو اس کے سامنے سرنگوں کر اس کی خدمت میں معروف عمل ہے یا منافقت کے مرض کا شکار ہو کر اس کو کھلا میدان دیے ہوئے ہیں ایسے میں جو مرد اور جو خواتین ذکر آل محمد علیہم السلام کے ترجمان ہو کر اس ظلم کا قولی وعملی مقابلہ کر رہے ہیں۔ یقیناً ان کا جہاد بے مثال اور ان کی کوشش لازوال ہے۔عزاداری بے مقصد عمل نہیں بلکہ شہداء کربلا اور ان کے سید وسردار امام حسینؑ کے مکتب سے گہرے تعلق اور عشق محبت کا نشان ہیں اور آئندہ نسلوں کی طرف اس نظریے کو منتقل کرنے اور حسینیت کے مطابق ان کی تربیت کا بہترین عمل ہیں۔اہل منبر اس بنیادی کردار کو انجام دیتے ہیں اور رسالت الٰہی کو انجام دینے والی عظیم عبادت اور چونکہ قرآن فرماتا ہے کہ جب بھی راہ خدا اور دین حق کی دعوت دو تو حکمت کے تقاضوں کو مدنظر رکھو۔اور بہترین موعظہ کے اصولوں پر عمل کرو۔ روزی کمانے کے ناجائز ذرائع کو اس میں دخیل کرنا کبھی بھی حکیمانہ روش نہیں کہلاتی۔اور نہ موعظہ حسنہ کا مصداق بن سکتا ہے۔شیطان اس نورانی عمل کو مریض بنانے کے لیے اہل منبر کے اندر بے عمل افراد کو داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ ہدایت کا یہ عمل کمزور ہو جائے بلکہ برعکس اثرات مرتب کرے تمام عزاداران، ماتمداران اور مخلصین عزاداری کا فرض ہے کہ اس شفاف اور حکیمانہ سلسلے میں اس میں شیطانی نمائندوں کو جگہ پانے کی اجازت نہ دیں۔اور کربلا کے تذکروں کو ایسا ہی خالص رکھیں جب کہ امامؑ نے خالص رکھا تھا۔اور ہر کمزور عقیدے اور ضعیف کردار کے شخص کو اس سے دور کر دیا تھا۔تب عاشور کا خطبہ اور چراغ بجھا کر لوگوں کو ساتھ چھوڑنے کا موقع فراہم کرنا اس کا

بین ثبوت ہے۔

قرآن مجید نے واضح فرمادیا ہے کہ "تم وہ کیوں کہتے ہو جو خود کرتے نہیں ہو؟" ایسے اہل سخن کی نصیحتیں سامعین کے دلوں سے اسطرح اتر جاتی ہیں جیسے بارش کا پانی صاف وشفاف پتھر سے پھسل جاتا ہے۔خوشا بخت ہیں وہ خطباء وذاکرین جو اس پست ترین اعمال سے بھرے ہوئے دور میں حسینی مکتب کے داعی ہیں۔اوراپنے قول وعمل سے لوگوں کا سہارا بنے ہوئے ہیں۔انبیاء ورسل اور معصومین علیہم السلام کی سنت کو تسلسل بخشتے ہیں۔لائق تحسین ہیں وہ ذاکرہ خواتین جو زہراء و......زہراؑ کے نقش قدم کو زندہ رکھنے کی بھرپور سعی کرتی ہیں۔جن کی مساعی جمیلہ کے نورانی اثرات انقلاب لاتے ہیں۔لاکھوں رحمتیں ہوں اس خمینی بت شکن رحمۃ اللہ علیہ پر جس کے قول عمل اور جن کی بے مثال قیادت نے اسلامی انقلاب بپا کیا ہے اور جن کے مخلص جانشین اس تسلسل کو بحال رکھنے میں کامیاب ہیں۔رب العزت انقلاب اسلامی ایران اور ہرانقلاب اور دیگر تمام حامیان کو اپنی نصرت سے مالا مال رکھے اور اس نورحق کو پورے عالم میں روشنی پھیلانے میں کامیاب کرے۔اب کریم عراق،ایران،افغانستان،لبنان،پاکستان اور دیگر اسلامی مناطق کو بدامنی اور خون ریزی پھیلانے والوں کے گزند سے نجات دے اور قائم آل محمد مہدی برحق سلام اللہ علیہ کی ظہور میں تعجیل فرمادے۔تاکہ ظلم وستم کا خاتمہ ہو اور نورعدل وقسط پورے عالم پر چھا جائے۔آمین یا رب العالمین۔

یہ چند حروف مولانا حسن رضا صاحب کی تکراری کوششوں کا نتیجہ ہیں۔جو ان کی والدہ مرحومہ ذاکرہ مہربانو کی روح کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ہیں۔جنھوں نے اپنی زندگی ترجمانی کربلا کے ذکر میں گزاری اور ایک خاتون خانہ ہونے کے باوجود لمبے سفر کر کے ملت کی دختران کی اصلاح اور ان کے اندر روح تقویٰ پھونکنے میں کامیاب رہیں۔دعا ہے کہ خالق کریم ان کی قبر پر رحمت برسائے۔ان کو جوار بتولؑ نصیب کرے اور ان کی خدمت تبلیغی کا بہترین اجر انھیں نعمات جنت کی شکل میں عطا کرے۔آمین یارب العالمین

ذکراور اس کی خدا پسند نوعیت

پروفیسر تقی ہادی صاحب

'ذکر' جو اصل کے اعتبار سے عربی زبان کا لفظ ہے باعتبار معنی بہت وسعت رکھتا ہے۔ اس کے معنی 'یاد کرنا' 'یاد رکھنا' 'یاد دلانا' 'تعریف کرنا' 'بزرگی دینا' 'شہرت دینا یا چرچا کرنا اور نصیحت کرنا' ہے۔

اختلاف معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے 'ذکر' کی صورتیں بھی کئی ہیں۔ جن میں اہم 'ذکر لسانی' 'ذکر جنانی اور ذکر ارکانی' ہیں۔ (یعنی زبان سے ذکر' قلب اول سے ذکر اور تمام اعضاء جسم کا اطاعت الٰہیہ میں اپنے افعال کا انجام دینا بھی ان کے ذکر کی نوعیت ہے۔ لیکن ذکر کی ان تمام صورتوں کا انسانی ارادے اور اختیار کے تحت یک جا ہو جانا کمال ذکر کی منزل پر سرفرازی عطا کرتا ہے۔

ذکر کی مختصر وضاحت کے بعد آیئے عنوان کے نصف آخر پر گفتگو کریں۔ یعنی ذکر کی خدا پسند نوعیت کیا ہے؟ خدا کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند و ناپسند پر منحصر ہے۔ اس کا مآخذ و معیار قرآن یا حدیث ہے جبکہ یہ دونوں ہی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ملے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید جس ذکر کو ہر ذکر پر فوق قرار دے کر ہمیں اس کی پابندی کی تاکید کرتا ہے وہ خود اللہ کا ذکر ہے۔

ولذکر اللہ اکبر

(عنکبوت آیت ۴۵) (ترجمہ۔ اور خدا کا ذکر (یاد) یقیناً بڑا مرتبہ رکھتی ہے)

چنانچہ سورۃ الاحزاب کی آیت ۴۲۔۴۱ میں اہل ایمان کو اس کا حکم دیا جاتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اذکر اللہ ذکراً کثیراً ○ (۴۱) و سبحوا بکرۃ و اصلاً (۴۲)

(ترجمہ:۔اے ایمان والو! بہ کثرت خدا کا ذکر کیا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو)

اس ذکر کا لطیف پہلو وہ آیہ مبارکہ ہے۔ جس کا تعلق سورہ البقرہ سے ہے۔ جس کا نشان ۱۵۲ ہے ارشاد ربانی ہے۔

فاذکرونی اذکرکم .... (البقرہ . آیت ۱۵۲)

حکم میں شرط بھی ہے اور صلہ بھی۔ صلہ بھی وہ جسے عظمت انسانی کی معراج قرار دیا جائے۔ یعنی تم میرے ذکر میں مداومت کرو میں تمہارے ذکر کو دوام عطا کردوں گا۔ تاریخ شاہد ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنے لئے ہمہ وقت کا وظیفہ قرار دیا اللہ نے صلہ کے طور پر اس کے ذکر کو بھی بقائے دوام عطا کردی۔ اسلامی عبادات میں شامل ایک اہم عبادت 'حج' کیا ہے؟ حضرت آدم صفی اللہ۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اور حضرت حاجرۃ (علیہم السلام) کے ذکر کی بقا کی منفرد صورت' یہ عظیم المرتبت افراد اللہ کے ایسے ذاکر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے شرط کی تکمیل کے صلہ میں ان کے ذکر کی بقا دوام کا ایسا انتظام فرما دیا کہ کوئی طاقت اسے مٹا نہیں سکتی۔

اس بیش بہا صلہ کی عطا کے وعدہ الہٰی کے ساتھ ہی اللہ نے اپنے ذکر کو اہلِ ایمان کے لئے اطمینان قلبی اور تسکین روحی کا منبع اور ذریعہ بھی قرار دیا ہے۔

چنانچہ سورۃ الرعد کی آیت ۲۸ میں ارشاد فرماتا ہے۔

الذین امنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ ط الا بذکر اللہ تطمئن القلوب .

(۲۸ . الرعد)

(ترجمہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ان کے دلوں کو خدا کی یاد سے تسلی ہوا کرتی ہے۔ یاد رکھو کہ خدا ہی کے ذکر (یاد) سے دلوں کو تسلی ہوا کرتی ہے)

یہ حقیقت مسلمہ اور ناقابل تردید ہے کہ اطمینان قلب اور تسکین روح کا بجز ذکر الہٰی نہ کوئی اور ذریعہ ہے نہ ہی ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس حقیقت سے آگاہ اور اس راز سے واقف لوگ اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے ہمہ وقت ذکر الہٰی میں مصروف و محو رہتے ہیں۔ جیسا کہ خود قرآن مجید منزل

تعارف پر ارشاد فرما رہا ہے۔

الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبھم

(ترجمہ:۔ جو لوگ اٹھتے بیٹھتے' کروٹ بدلتے (غرض ہر حال میں) خدا کا ہی ذکر کرتے ہیں) (ال عمران۔۱۹۱)

یعنی قائم ہیں تب مصروف ذکرِ خدا' قاعد ہیں تب مصروف ذکرِ خدا' بستر پر کروٹیں بدل رہے ہیں تب ذکر خدا۔ غرض کوئی وقت ذکرِ خدا سے خالی نہیں۔

خوشا نصیب ان کا بلکہ لائق صد ر افتخار و ہزار اعزاز ہیں وہ لوگ جو اس ہمہ وقتی ذکر الٰہی کے صلہ کے طور پر اس حدیث قدسی کا مصداق قرار پائیں۔

حدیث قدسی: و اذا ذکرنی عبدی فی ملآء ذکرتہ فی ملاء خیر من ملائہ

یعنی بندہ جب میرا (اللہ کا) ذکر بزم ارضی میں کرتا ہے تو میں (اللہ) اپنے اس ذاکر بندے کا ذکر اور چہ بزم عرشی میں کرتا ہوں" (سبحان اللہ)

ذکر الٰہی کے بعد خدا پسند ذکر اللہ کے اس عبد جلیل کا ہے۔ جس کے ذکر کو اللہ نے اپنے ذکر سے ہم رشتہ کر کے وہ رفعت عطا کر دی۔ جس کے سامنے ہر بلندی پست ہے' جس کے لئے ارشاد الٰہی ہے۔

و رفعنا لک ذکرک

"اے حبیبؐ ہم نے (اللہ نے) آپ کے ذکر کو وہ رفعت اور ایسی بلندی عطا کر دی کہ جس کو کائنات کی ہر بلندی خراج پیش کرتی ہے"۔

چنانچہ حکم صادر ہوا کہ

و اذکروا نعمت اللہ علیکم و میثاقہ الذی واثقکم بہ اذ قلتم سمعنا و اطعنا ط واتقوا اللہ ط ان اللہ علیم بذات الصدور O (المائدہ آیت ۷)

(ترجمہ:۔ اور ذکر کرو (یاد کرو) اللہ کی نعمت کو (احسان کو جو تم پر کیا) جو اس نے تم پر نازل کی اور اس واثق (مضبوط) عہد کو جس کا تم سے پکا اقرار لے چکا ہے جب تم نے یہ کہا تھا کہ ہم نے سن

لیا اور (دل سے) مان لیا۔ خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ خدا دلوں کے اسرار سے بھی باخبر ہے)

نعمت کے بارے میں اگرچہ مفسرین میں اختلاف ہے لیکن حقیقتاً اس سے مراد حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

جس کے لئے خود قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ہے۔

یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونھا و اکثرھم الکافرون (النحل آیت ۸۳)

(ترجمہ:۔ یہ لوگ خدا کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر (جان بوجھ کر) اس سے انکار کرتے ہیں (مکر جاتے ہیں) ان میں بہت سے (لوگ) ناشکرے ہیں)

یہی وجہ ہے کہ خود خداوند حی و قیوم اس نعمت عظمیٰ کی بعثت کو مومنین کے لئے اپنا ایک احسان قرار دے رہا ہے۔

لقد من اللہ علی المومنین از بعث، فیھم رسولا م انفسھم ......

(ترجمہ:۔ اللہ نے یقیناً ایمانداروں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا) (آل عمران۔۱۶۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعمت بھی اور تمام دیگر نعمتوں کے نزول کا سبب بھی بلکہ تمام عالمین کے لئے رحمت بھی۔

یاد رہے کہ رحمت اصل ہے نعمت فرع اثمر

مختصراً یہ کہ وہ ذکر جس کو ذکر الٰہی قرار دیا جائے ذکر حبیب اللہ خدا کے بغیر ناقص بھی ہے اور ناقابل قبول بھی۔ بقول شاعر۔

خدا کا ذکر کرے ذکر مصطفیٰ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے

ذکر مصطفیٰ چونکہ عنداللہ انتہائی پسندیدہ ذکر ہے یہی ذکر تقرب الٰہی اور رضائے الٰہی کے

حصول کا بہترین ذریعہ ہے بقول کسی فارسی شاعر ؎

محمدؐ از تو خواہم قربِ خالق

خدایا از تو خواہم مصطفیٰؐ را

لیکن قرآن مجید اور ارشادات ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضورؐ کے ذکر کو بھی ناقص اور نامکمل قرار دیتے ہیں جب تک اس ذکر کے ساتھ ذکر اہل بیت علیہم السلام ہم رشتہ نہ ہو۔ سورۂ الاحزاب کی آیہ مبارکہ ۶۵ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم ہے اس پر محکم دلیل ہے جس کے بارے میں راوی کے سوال کرنے پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ مجھ پر ناقص (صلوٰۃ ابتر) نہ بھیجو بلکہ میرے ساتھ میری آل میرے اہلبیت کو شامل درود کرو۔ الحمد للہ پوری امت مسلمہ اس پر عامل ہے۔

سورۂ مائدہ کی متذکرہ بالا آیت میں بھی ذکر نعمت کے بعد جس دوسرے ذکر کا حکم دیا گیا ہے وہ میثاق ہے جس کے لئے آیت میں "واثقکم بہ" جس کے معنی ہیں "مطلوب اور مستحکم" یعنی پختہ عہد لیا گیا ہے۔

اس میثاق سے کیا مراد ہے مفسرین میں اختلاف ہے۔ اس اختلاف آراء سے اجتناب کرتے ہوئے اور اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اس کی لطیف وضاحت اس طرح کریں گے کہ میثاق عہد کی ایسی صورت کا نام ہے جس کو ہر طرح کی پختگی اور استحکام سے مضبوط کیا گیا ہو۔ عہد جس کی زبانی صورت کو "وعدہ" کہا جاتا ہے جب گواہوں اور قانونی تحفظات کی صورت میں ہو تو میثاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں بہت سی آیات میں وعدہ، عہد اور میثاق کا ذکر ہے۔ (روز الست کے عہد و میثاق سے لیکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اس میثاق تک جو تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا)

لیکن لطف کی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صرف "امامت" کو اپنا عہد کہا ہے (سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۴)

حیات رسولؐ پر نظر رکھنے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ امامت کا یہ منصب وعدہ بھی رہا ہے۔

عہد بھی دیا ہے اور پھر آخر میں 'میثاق' بھی قرار پایا ہے۔

یعنی دعوت ذوالعشیرہ میں یہ وعدہ (رسول کا) تھا۔ جو جنگ تبوک کے موقع پر عہد بنا اور پھر غدیر خم میں تمام تر شرائط کے ساتھ میثاق کی صورت اختیار کر گیا۔ جس پر ایک لاکھ دس ہزار (معروف تعداد) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن کی شہادتیں اس کی دلیل ہیں۔

مزید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اسے تقویت بخشتا ہے کہ......"اپنی محفلوں (مجلسوں) کو علیؑ کے ذکر سے زینت دو (کیونکہ) علیؑ کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر عبادت ہے"۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث مبارکہ پیش کر دیں تاکہ علیؑ کے ذکر کی عظمت سمجھ میں آ سکے۔

آپؐ نے فرمایا......"اذکر موتاکم بالخیر" (اپنے مرحومین کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ کرو) گویا ہمارے مرحومین کے ذکر کو لفظ "خیر" کے ساتھ مقید کر دیا۔

جبکہ حضرت علی علیہ السلام کے ذکر میں کوئی قید نہیں بلکہ مطلق ہے۔ سوال ہو سکتا ہے ایسا کیوں؟

وجہ یہ ہے کہ جہاں خیر کے ساتھ شر کا امکان بھی وہاں ذکر کو لفظ "خیر" کے ساتھ مقید کر دیا د (یعنی اس کے شر کو بیان نہ کرو)

لیکن جہاں شائبہ شر ہے ہی نہیں وہ ذکر بلا قید رکھا۔ گویا بتایا مقصود ہے کہ ذکر علیؑ خیر محض ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ خیر کے خلاف اگر ذکر ہو گا تو کسی اور کا ہو گا علیؑ کا نہیں ہو سکتا۔

اس لئے ذکر علیؑ کو الگ سے بھی عبادت قرار دیا۔ عبادت یعنی عبد کا ہر وہ فعل اور قول جو خدا پسند ہو عبادت ہے۔ نتیجتاً علیؑ کا ذکر خدا پسند ذکر ہے۔

وہ تمام احادیث بھی جو ان ذوات مقدسہ کے حضورؐ سے "نسبت" کو بیان کرتی ہیں دلالت کرتی

ہیں کہ ان کا ذکر رسولؐ کا ذکر ہے یوں یہ ذکر عین خدا کا ذکر ہے۔ جو بہترین عبادت ہے۔

آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور متفق علیہ ارشاد قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا......

لکل شیء اساس' اساس الدین حبی و حب اھل بیتی"

(ہر شے کی اساس ہوتی ہے "دین اسلام" کی اساس میری اور میرے اہل بیتؑ کی محبت ہے) مشہور قول ہے۔

"من ایحب شیء ایحب ذکرہ"

کسی شے سے محبت اس کے ذکر کو بھی محبوب بنا دیتی ہے۔

محمدؐ و آل محمدؐ سے تو محبت نہیں مودۃ ہے پھر تو ذکر بھی مودت کے ساتھ ہوگا۔

الحمدللہ' مودت کیش ایسے' ذاکرین کا سلسلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد سے تا ایں دم جاری ہے چونکہ صدیوں پر پھیلا ہوا ہے عددی اعتبار سے ان کا احاطہ نا ممکن نہیں ہاں مشکل ضرور ہے۔

قابل اطمینان بات یہ ہے کہ اس جماعت ذاکرین میں مردوں کے ساتھ ساتھ طبقہ نسواں کی بھی بھرپور نمائندگی موجود ہے۔ اور ممالک سے قطع نظر خود ہمارے ملک پاکستان میں بھی ابتداء ہی سے افق ذاکری پر جہاں مرد حضرات خورشید خاوری کے انداز میں ضوفشاں اور ضیاء پاش رہے ہیں' وہاں خواتین بھی بدر کامل صورت نورافشاں رہی ہیں۔

انہی خواتین ذاکرات میں لائق فخر و ہزار ناز ش ایک نام خواہر بے بدل و بے عدل محترمہ مہربانو صاحبہ (مرحومہ) کا ہے جو ہمیں صف اول کی ذاکرات کی صف میں نظر آتی ہیں۔ آپ کی ذاکری اور خدمت دینی کم و بیش نصف صدی پر محیط ہے۔ ذاکری کی نسبت سے آپ کی روش ہر ریا سے پاک' اخلاص سے پر' لب و لہجہ میں تلاطم آثار و میسا پن' بیان الفاظ کی سادگی کے ساتھ معنی کی گہرائیاں دامن میں لئے' انداز بیاں اتنا دلکش حسین اور پر اثر کہ لفظ لفظ دل و دماغ میں اترتا چلا جائے۔

مرحومہ آج ہمارے درمیان نہیں لیکن آپ کا نام قرطاسِ وقت پر دوام آثار صورت زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

مجھے یقین ہے کہ خواہر مرحومہ ان مقامات اعلیٰ پر کب کی فائز ہو چکی ہوں گی جن کی وہ مستحق تھیں۔ لیکن درجات کی بلندی احاطۂ فکر انسانی سے دور ہے۔

میں اس دعا پر اختتام کر رہا ہوں؛

بارِ الٰہا مرحومہ کو سال بہ سال بلند سے بلند تر درجہ عطا فرماتا کہ اینکہ آپ (مرحومہ) بی بی فضہؑ مثال شہزادیٔ عالمیان کی خدمت پر فائز ہوں۔

مرحومہ خواہر کی شخصیت اور خدمات کو خراج عقیدت اور اس یادگاری مجلّہ کو مزید بامقصد اور نہ صرف مرحومہ بلکہ خود اپنے لئے بھی توشۂ آخرت بنانے کے لئے کچھ معروضات آداب منبر و اہل منبر کے حوالے سے پیش خدمت ہیں۔ گر قبول افتد.....

آدابِ منبر و اہل منبر

منبر کی نسبتی عظمت: کسی بھی مسلمان سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ منبر خواہ وہ مسجد میں نصب ہو یا امام بارگاہ میں کسی اور محفل ذکر و فکر میں اس منبر کی شبیہ اور نمونہ ہے جو سید الانبیاء و المرسلینؐ کے استعمال میں رہا۔ ہاں اتنا عرض کر دوں کہ وہ منبر جو غدیر خم میں بنایا گیا تھا وہ منفرد اور ہر منبر سے ممتاز آپ اپنی مثال تھا لہٰذا اس کی شبیہ نہ ممکن تھی نہ ہے نہ ہوگی۔

ہمارا منبر اپنی اسی مستحکم اور پائیدار ہم رشتگی منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بناء پر ہر صاحب منبر میں چند اوصاف کے مشاہدے کا متمنی ہی نہیں بلکہ متقضی بھی ہے۔ جن کا مختصراً اظہار مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا جا رہا ہے۔

طہارت: اس سے ظاہری و باطنی دونوں قسم کی وہ طہارت مراد ہے جو صاحب منبر کے اپنے ارادے اور نیت کے تحت ظہور پذیر ہو۔

ظاہری طہارت لباس کی پاکیزگی، منبر پر جانے سے قبل باوضو ہونا نیز وضع و قطع سے ہر سامع کے عمومی اعتراضات سے محفوظ ہونا مقصود ہے۔

جب باطنی طہارت سے کردار وسیرت کی دو لازمی بنیادوں یعنی گفتار کی صداقت اور اعمال و افعال کی مثالیت مطلوب ہے جو صاحب منبر کو تمام سطح ہی سے بلندی عطا نہ کرے بلکہ خواص کی سطح پر بھی اس کے لیے جگہ کو یقینی بنائے نیز یہ کہ قول و فعل کا باہمی ربط اور عدم تضاد صاحب منبر کے بیان کو پر اثر اور پر تاثیر بناتا ہے یوں بات سماعتوں سے گزر کر دلوں میں پائیدار جگہ بناتی ہے۔

علم: ہر صاحب منبر کو یہ بات ہمہ وقت ذہن نشین رکھنا لازمی ہے کہ یہ منبر اپنی متذکرہ نسبتِ عظمت کی بنا پر مدینۃ العلم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے منبر کے اوصاف علمی کا عکاس ہے یعنی اس سے علم و حکمت کے ایسے چشمے جاری ہوتے ہیں جو تشنگانِ علم کی تشنگی کو روح بھی کرتے ہیں ساتھ ہی علم کی پیاس کو مزید بڑھاتے بھی ہیں یوں ان چشموں کی اجرائیت کو دوام عطا کرتے ہیں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت سے ہمیں یہ نکتہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم بارگاہِ ایزدی سے "بالتفضل عظیم" عطا ہوا ہے۔

وَ انزل اللہ علیک الکتابِ و الحکمۃ و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیماً (آیت ۱۱۳ سورہ النساء)

(قلبِ رسولؐ) نزولِ کتاب و حکمت کے ساتھ اعلانِ ذات علیم و حکیم کہ ہم نے وہ تمام علوم تعلیم کر دیے کہ جو (اے حبیبؐ) تم نہیں جانتے تھے۔ اور ہماری طرف سے یہ عطائے علم بالاستحقاق نہیں یعنی باعتبار ضرورت نہیں "بالتفضل" (ضرورت سے بڑھ کر بھی) بھی نہیں۔ یہ عطائے علم بالتفضل عظیم ہے۔ عقل انسانی اپنے تمام تر کمال کے باوجود خالق علم و حکمت کی اس عطائے بالتفضل عظیم کا احاطہ تو کجا ادنیٰ تصور کرنے سے قاصر اور مجبور ہے۔

اس پر مزید یہ کہ حبیب کو علم ہماری بارگاہ میں دستِ سوال بلند کر کے یہ دعا مسلسل جاری رہے...... **ربِ زدنی علماً.**

گویا ذاتِ علیم و حلیم صاحبانِ منبر ہی میں نہیں بلکہ سرکار کی امت کے ہر فرد میں حصول علم کے لیے مسلسل تگ و دو کی تحریص و تحریک مدام دیکھنا چاہتی ہے۔

بالفاظ دیگر ہر صاحب منبر کو علم کے نور اور حکمت کی ضیاء مسلسل پھیلاتے رہنے کے ساتھ ساتھ طلب علم کے لیے تا دم آخر کوشاں رہنا چاہیے۔

نشر علوم معصومینؑ کی ہر کوشش اتنی پر تاثیر ہو کہ تشنگان علم کی رفع تشنگی ہو سکے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ مجلس و درس کے بعد لوگ اٹھیں تو ظاہراً مداح سرائی کرتے ہوئے "کیا خوب بیان تھا؟ کتنی زبردست تقریر تھی۔

لیکن جب پوچھا جائے کہ ملا کیا؟ تو خالی دامن جھٹک کر کہیں "دیکھو لو گئے تھے جب بھی خالی تھا، آئے ہیں جب بھی خالی ہے۔"

یہاں ایک قدرے تکلیف دہ مگر نہایت اہم پہلو اور سامنے لانا ضروری ہے۔

شیخ جلیل احسائی نے کتاب "عوالی اللئالی" میں جناب امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ "من اخذ العلم من اهله و عمل به نجا، و من اراد به الدنيا فهو حظه"

ترجمہ: جس شخص نے اہل علم سے علم حاصل کیا اور اس علم کے مطابق عمل کیا، اس نے نجات پائی اور جس نے (اس علم کے ذریعے) تحصیل دنیا کا قصد کیا تو اُسے وہی ملے گا جس کا اس نے قصد کیا ہے یعنی دنیا (گویا آخرت میں اس کا کوئی حصہ اور نصیب نہ ہوگا۔)

علم کو دنیا اور منفعت دنیا کے حصول کا لائق مذمت ذریعہ بنانے کے تعلق سے ایک اور حدیث نذر قارئین ہے۔

ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے جامع کافی میں امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: من ارد الحديث لمنفعة الدنيا لم يكن له في الآخرة نصيب ، و من اراد به الآخرة

اعطاہ اللہ خیر الدنیا والآخرۃ"۔

ترجمہ: جو شخص منفعت دنیا کے لیے حدیث کو یاد کرے اور اس غرض سے دوسروں کو سنائے کہ اس ذریعے سے اس کے ہاتھ مال آئے تو آخرت میں اس کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا، لیکن جو کوئی حدیث کی تعلیم و تعلم سے خیر آخرت کا قصد کرے گا تو خداوند عالم ایسے خیر دنیا اور خیرت آخرت دونوں عطا کرے گا۔" (کافی ج اول ص ۳۶)

اتمام حجت کے لیے یہاں ایک اور حدیث پیش کر کے بیان کو آگے بڑھائیں گے۔

شیخ جلیل حسن بن علی بن شعبہ نے کتاب تحف العقول میں روایت کی کہ مفضل ابن عمر نے اپنے اصحاب سے وصیت کی۔

"لا تاکلوا الناس بآل محمدٍ علیهم السلام"

یعنی آل محمدؐ کے ذریعہ لوگوں کے مال نہ کھاؤ، کیونکہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا ہے کہ آپؑ فرماتے تھے کہ ہمارے بارے میں لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ ہمیں ہمارے قائمؑ کے انتظار کی وجہ سے دوست رکھے گا تا کہ وہ ہماری دنیا سے بہرہ ور ہو، ہمارے اقوال کو حفظ کرے گا لیکن ہمارے افعال میں کوتاہی کرے گا (حدیث کے الفاظ یہ ہیں "**حفظوا کلا منا و قصر واعن فعلنا**") پس خدا جلد ان کو دوزخ کی طرف محشور کرے گا۔

ایک فرقہ ہمیں دوست رکھے گا، ہمارے اقوال کو سنے گا، اور ہمارے کردار کی پیروی سے اس لے کوتاہی نہ کرے تا کہ ہمارے ذریعہ لوگوں کے اموال کھائے، (روایت کی لفظیں یہ ہیں۔ "**فرقۃ احبونا و سمعوا کلامنا و لم تقصروا عن فعلنا لیتسا کلوا الناس بنا**")

پس اللہ تعالیٰ اس کے شکموں کو نار جہنم سے پر کرے گا اور ان پر بھوک اور پیاس کو مسلط کرے گا۔

ایک فرقہ ہمیں دوست رکھے گا، ہمارے اقوال کو یاد کرے گا اور ہمارے حکم کی اطاعت کرے گا اور ہمارے افعال کی مخالفت نہ کرے گا پس یہ لوگ ہم سے ہونگے اور ہم ان سے۔

(روایت کے الفاظ یہ ہیں۔"**فرقۃ احبونا و حفظوا قولنا و اطاعوا امرنا، ولم**

یخالفوا فعلنا ، فاولئک منا و نحنُ منهم")

متذکرہ بالا بیان کی تلخیص یہ ہے کہ ہمارا ہر صاحب منبر تیسرے گروہ اور فرقہ کا فرد ہو جس کے پیش نظر فانی دنیا کی منفعتیں نہ ہوں بلکہ آخرت کی بقا اساس نعمتیں ہوں۔ اس کی مزید وضاحت ہم فوراً بعد کے ذیلی عنوان کے تحت کرینگے۔

اخلاص: دانا اور عاقل انسان اور صاحب ایمان سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مصائب آل محمد علیہم السلام پر خود گریہ کرنا اور دوسروں کو رُلانا عبادت موکدہ اور مستحبات پسندیدہ میں سے ہے خود ائمہ علیہم اسلام نے نہ صرف اس کا حکم فرمایا ہے بلکہ مومنین کو رلانے پر تحریص و ترغیب بھی دلائی ہے اور اس عمل کے لیے بہترین اجر و ثواب بیان فرمایا ہے چنانچہ جملہ صاحبان تکلیف اس حکم میں شامل ہیں اور ہر ایک کے لیے اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے تا کہ اجر و ثواب کے مستحق قرار پائیں۔

بلاشک ہمارے ذاکرین کرام اور خطباء عظام مصائب معصومین علیہم السلام پر مومنین ذوی الاحترام کو رلانے کا علم بلند کیے ہوئے ہیں یعنی یہ عبادت انجام دے رہے ہیں۔ لیکن پیش نظر یہ رکھنا ہے کہ یہ عبادت دوسری عبادتوں کی طرح ہے لہٰذا ہر عبادت کے مانند یہاں بھی اس عبادت کے بجالانے کے وقت صرف اور صرف رضائے خدا اور جناب رسالتمآب اور ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم کی خوشنودی کے سوا ان کی اپنی کوئی غرض اور مقصد نہ ہو۔

یہ امر منبر کے زینہ اول کی مانند ہے یعنی جب صاحب منبر منبر پر قدم رکھے تو اس کو چاہیے کہ ذات پروردگار اور انبیاء کرام اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے سوا ہر کسی کو فراموش کر دے۔ ماسواء ان کے کسی کی پسند و ناپسند، خوشنودگی و ناراضی کو خاطر میں نہ لائے۔

برخلاف اس کے اگر مقصد دنیاوی شہرت اور منفعت قرار دیا گیا تو گویا یہ خود کو ایسی ہلاکت میں ڈال دینا ہے جس سے نجات ممکن نہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے ایسے دنیا طلب لوگوں کو "اعمیٰ" یعنی اندھا قرار دیا ہے چنانچہ

ارشاد فرماتے ہیں۔

"انما الدنیا منتھیٰ بصیر الاعمیٰ، لا یبصر و رآء ھا شیئاً والبصر ینفذھا بصرہ و یعلم ان الدارورا ھا.

فالبصیر منہا شاخص والاعمیٰ الیھا شاخص والبصیر منہا متسزود و الاعمیٰ لھا مستزود" (خطبہ ۱۳۱ نہج البلاغہ)

یعنی اندھے کی نظر میں یہ دنیا ہی منتہی ہے یہی سب کچھ ہے اس سے آگے اُسے کچھ نظر ہی نہیں آتا ہے لیکن صاحب بصیرت کی نظر اس دنیا سے پار چلی جاتی ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے بعد کی دنیا حقیقی دنیا ہے (جو خود بھی جاوداں اور اس کی نعمتیں بھی جاوداں ہیں)

چنانچہ صاحب بصیرت اس دنیا سے نکل جانا چاہتا ہے جبکہ اندھا اسی دنیا کی رنگینیوں اور عیش و عشرت میں غرق رہنا چاہتا ہے۔

صاحب بصیرت اس (بازار) دنیا سے آخرت کے لیے زادِ راہ یکجا کرتا ہے جبکہ ایک اندھا ساری زیب و زینت محض اس دنیا کے لیے کرتا ہے۔"

مختصراً یہ کہ اگر ذاکرین کرام اور خطباء عظام کے بیان میں قربت اور اخلاص ہوگا تو یہ کام خیر عظیم ہوگا اور یوں اجر عظیم کا ذریعہ بنے گا۔ اس کے برخلاف اگر مقصد صرف دنیاوی منفعت اور مال و جاہ ہوگا تو یہ خسران عظیم ہے۔

یہ نہ دین کی خدمت ہے نہ سید الشہداء امام حسینؑ اور حسینیت کی، جب یہ مسلمہ عبادت ہے تو یہ بھی تسلیم کیجئے کہ عبادت فرض ہے حق نہیں، فرض کے ساتھ کوئی مطالبہ ہم رشتہ نہیں مطالبہ حق کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن جہاں یہ فرضیت صاحبانِ منبر سے متعلق ہے وہاں ان صاحبانِ منبر کی کشادگی دل کے ساتھ خدمت کرنا ان مومنین کرام کا فرض ہے جو صف عزاء بچھاتے ہیں اور ذکر فضائل و مصائب معصومین علیہم اسلام کے لیے ان حضرات کو مدعو کرتے ہیں۔ پس دونوں ہی اس فرض کو ادا کریں۔ اسے ہی پیش کر کے اجر کے مستحق قرار پائیں گے۔

صداقت (جو کذب کی ضد ہے) دراصل اہل ایمان ہی کا وصف ہے جبکہ جھوٹ اور کذب کافروں کی پہچان جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایٰت اللہ و اولئک ھم الکذبون۔

ترجمہ: جھوٹ بہتان تو بس وہی لوگ باندھا کرتے ہیں جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور (حقیقت امر یہ ہے کہ) یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

قطب راوندی علیہ الرحمۃ کی کتاب "دعوات" میں مروی ہے کہ۔

"ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا مومن کبھی زنا کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ 'کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔"

عرض کیا "مومن چوری کر سکتا ہے؟" فرمایا "کبھی ایسا ہو سکتا ہے"۔ دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ مومن دروغ کہتا ہے؟ فرمایا "نہیں" (کیونکہ) خدائے عزوجل نے فرمایا ہے کہ "انما یفتری الکذب الذین لا یومنون" یعنی حقیقت میں دروغ (جھوٹ) وہی لوگ باندھتے ہیں جو ایماندار نہیں ہوتے۔ (دعوات راوندی ص ۱۱۸)

اس مختصر وضاحت کے بعد یہ تو امر مسلمہ ہے کہ کسی اہل ایمان صاحب منبر یا ذاکر کے لیے کذب (جھوٹ) کا تصور ہی بعید ہے۔ ایسا گمان کرنا بھی گناہ عظیم ہے۔

یہاں اس کا ذکر کرنا اس مقصد سے ہے کہ ہر صاحب منبر اور ذاکر کو سنی سنائی غیر مصدقہ روایات اور اقوال معصومین علیہم السلام بغیر تحقیق کے پیش کرنے سے قطعاً اجتناب کرنا چاہیے۔ ہاں اگر کسی بھی کتاب میں وہ قول یا روایت نظر سے گزری ہے تو بیان کر دینے میں کوئی گرفت نہیں۔ لیکن یہاں بھی اہم شرط صاحب کتاب کا (مصنف یا مولف) ثقہ اور لائق اعتماد ہونا ضروری ہے۔

آداب منبر واہل منبر: منبر کے تعلق سے یہ انتہائی مختصر اظہار ہے۔ جس کے لیے شرف قبولیت کا متمنی ہوں۔

آخر میں اتنا عرض کر دوں کہ مضمون کی تیاری میں آیت اللہ العظمیٰ میرزا حسین نوری طبرسی کی کتاب "لولو و مرجان" سے استفادہ کیا گیا ہے (نور اللہ تعالیٰ مرقدہ)

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

DR. S. M. HASAN RIZVI

B. A. (Hon) (LG), M. A. (Eng), Ph. D. (Isl)

Add. 285-B, Block 13, Federal 'B' Area, Karachi

Fax / Tel : 636-4619

Mobile : 0333Q396513

E-Mail : [illegible]@hotmail.com

Word by word English Translation of Holy Quran

مقام و مقصد ذاکری

قرآن مجید کی رو سے سب سے افضل اور اعلیٰ لوگ وہ ہوتے ہیں جو لوگوں کو نیکیوں کی طرف بلاتے ہیں اور برائیوں سے بچانے کی کوششیں کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں آئمہ معصومینؑ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس تا مرون بالمعروف و تنھون عن المنکر

"تم بہترین گروہ ہو جو لوگوں کو اچھے کاموں کی ترغیب دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو" (القرآن)

ذاکر کا اصل کام یہی ہے کہ وہ لوگوں کو اچھے کاموں کی ترغیب دے اور برے کاموں سے روکے لیکن ہر کام کے لئے کوئی محرک (Motivation) درکار ہوتا ہے بغیر محرک کے انسان کوئی کام نہیں کرتا۔ جب تک پیاس نہیں لگتی پانی کے لئے کبھی نہیں اٹھتا۔ پانی پینے کے لئے اٹھنے کے لئے پیاس محرک بنتی ہے۔ بالکل اسی طرح نیک کام بھی اس وقت تک انجام نہیں پاسکتا جب تک نیک کام انجام دینے کے لئے کوئی محرک نہ ہو۔ نیک کام انجام دینے کے ۳ محرک ہوسکتے ہیں۔ اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ "عبادت تین قسم کی ہوتی ہے (۱) خوف خدا کی

سزاؤں کے خوف کی وجہ سے (۲) **بطمع** ' خدا کے انعامات اور جنت کی لالچ کی وجہ سے۔

(۳) **بحب یا بشکرٍ** ' خدا کی محبت یا شکر کے جذبات کی وجہ سے۔

پھر فرمایا جو عبادت خوف کی وجہ سے کی جاتی ہے وہ " **عبادۃ العبید** " غلاموں اور نوکروں والی عبادت ہے۔ اور جو عبادت جنت کی طمع میں کی جاتی ہے وہ " **عبادۃ التجار** " تاجروں والی عبادت ہے جو ہر کام نفع حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ اور تیسری عبادت جو محبت اور شکرانے کی وجہ سے کی جاتی ہے وہ " **تلک عبادۃ الاحرار** " آزاد بندوں کی عبادت ہے۔ جو نفع و نقصان کے چکروں سے آزاد ہیں۔ وہ صرف محبت میں گرفتار ہیں پھر فرمایا " **تلک افضل العبادۃ** " یہ سب سے افضل عبادت ہے۔

معلوم ہوا نیکی کا سب سے افضل محرک (Motivating energy) محبت ہے اور ساری محبتوں میں سب سے افضل محبت خدا کی محبت ہے۔ کیونکہ خدا کی ذات سب سے افضل ہے۔ مگر کیونکہ ہم خدا کی ذات وصفات کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتے اس لئے خدا نے رسول کی محبت کا حکم دیا۔ اس لئے رسول کی محبت خدا کی محبت ہے۔ اور رسول کی محبت کا معیار آل رسول کی محبت کو قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

" مجھ سے محبت کرو خدا سے محبت کرنے کے لئے اور میری اولاد سے محبت کرو مجھ سے محبت کرنے کے لئے " (الحدیث از صواعق محرقہ ابن حجر مکی)

ثابت ہوا کہ خدا کی محبت کا معیار جناب رسول خداؐ کی محبت' اور جناب رسول خداؐ کی محبت کا معیار آل محمدؐ کی محبت ہے۔ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کو خدا سے کتنی محبت ہے؟ تو یہ دیکھئے کہ آپ کو رسول خداؐ سے کتنی محبت ہے اور اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کو رسول خداؐ سے کتنی محبت ہے؟ تو یہ دیکھئے کہ آپ کو آل محمدؐ سے کتنی محبت ہے؟

اس لئے جناب رسول خداؐ نے فرمایا " **احب اللہ من احب حسینا** " خدا اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے۔ (ترمذی شریف) معلوم ہوا حسینؑ سے محبت کرنے والا

حقیقت میں خدا سے سچی محبت کرتا ہے اس لئے خدا اس سے جواباً محبت کرتا ہے۔

ثابت ہوا کہ نیک عمل انجام دینے کا سب سے اچھا محرک حسینؑ ابن علیؑ کی محبت ہے۔ ذاکر کا اصل کام یہ ہوتا ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ کے فضائل و کردار ایثار و قربانیوں کو اس طرح بیان کرے کہ سننے والے حسینؑ کی ذات صفات سے اس قدر شدید محبت کرنے لگیں کہ حسینؑ کی پیروی کرنا ان کی زندگی کا مقصد بن جائے۔

حسینؑ ابن علیؑ کی پیروی کرنے کا اصل طریقہ خدا کی اطاعت اتنی شدید طریقے سے انجام دینے کی خواہش پیدا کرتا ہے کہ اس کے لئے تن من دھن ہر چیز قربان کرنے کے لئے انسان تیار ہو جائے۔ میں اس کی زندگی کا مقصد بن جائے۔

مومن تو فقط حکم الہیٰ کا ہے پابند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
(اقبالؒ)

جب انسان کے اندر خدا کی اطاعت اور قربانی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس جذبے اور یقین کے ساتھ خدا کے ہر حکم کی اطاعت کرتا ہے تو پھر بقول اقبال

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا

خدا کے لئے قربانی دینے والا خدا کی اطاعت میں زحمتیں اٹھانے والا جبرئیلؑ کی طرح خدا کا قرب حاصل کرنے کے لائق ہو جانے سے ہی انسان کی تکمیل کا راز ہے۔

محترمہ ذاکرہ **مہر بانو صاحبہ** نے ساری زندگی ذکر حسینؑ اور عشق حسینؑ پر صرف کر دی۔ حسینؑ کی محبت کا پیغام دنیا کو سنا کر اپنے سننے والوں کو خدا کا محبوب بنا دیا۔ تمام نیکیوں کے انجام دینے کا جذبہ (محرک) ان کے اندر پیدا کر دیا۔ اب ان کے سننے والے جتنی بھی نیکیاں انجام دیں گے ان سب نیکیوں کے محرک ذاکرہ **مہر بانو مرحومہ** کو بھی ثواب کا حصہ

ہمیشہ ہمیشہ ملتا رہے گا۔ اس لئے ذاکر پر اور خصوصاً محترمہ **مہر بانو مرحومہ** پر حافظ شیرازی کا یہ شعر سو فیصد منطبق ہوتا ہے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(ترجمہ:) وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل عشق الٰہی سے زندہ ہو جائے اس لئے ہمارا ہمیشہ باقی رہنا کائنات کی صفحہ پر ثبت ہو چکا ہے)

Mufassir-e-Quran & Author of "KHULAS-TUL-TAFASEER"
Founder President : Academy of Quranic Studies, Languages & Computer Science.
& Technical Computer Institute of Pakistan, Qasba Colony, Karachi.

SENATOR ALLAMA M. ABBAS KUMAILI
MEMBER SENATE OF PAKISTAN
PRESIDENT JAAFRIA ALLIANCE PAKISTAN

ذاکرہ مہربانو کے ساتھ خواتین ذاکری کا ایک باب ختم ہوگیا

سینیٹر علامہ عباس کمیلی صاحب

ذاکرہ مہربانو کی ناگہانی رحلت کے ساتھ ساتھ خواتین ذاکری کا ایک باب ختم ہوگیا۔ ذاکرہ مہربانو کا انتقال ایک قومی سانحہ ہے۔ آپ کے انتقال کے ساتھ خواتین ذاکری کا ایک پورا دور ایک عہد ختم ہوگیا۔ پاکستان بننے کے بعد سے خواتین کی ذاکری میں جو مشہور و معروف نام تھے ان میں ذاکرہ محمودہ باقر صاحبہ، ذاکرہ صغیرہ فاطمہ صاحبہ، ذاکرہ بیگم بخاری صاحبہ، ذاکرہ مہربانو صاحبہ قابل ذکر ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اب نہ ویسی عزاداری ہے نہ وہ خلوص نہ وہ مجلسیں نہ وہ پڑھنے والے جنھیں دنیا کی کسی شے سے کوئی غرض نہ تھی۔ سوائے عشق اہلبیتؑ کے ذاکرہ مہربانو نے نصف صدی سے زیادہ کا طویل عرصہ جس انداز سے ذکر اہلبیتؑ کیا۔ وہ خواتین ذاکری میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور نہ صرف پاکستان بلکہ برطانیہ، کینیڈا، امریکہ، تنزانیہ، کینیا اور دبئی میں حد درجہ مقبولیت حاصل کی۔

آپکا شمار خواتین کی ذاکری کے اس ہراول دستہ میں تھا جس نے خواتین میں ذاکری کے معیار کو بلند رکھا۔ اور صرف ذاکری ہی نہیں کی بلکہ سوشل ویلفیئر کے کاموں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔

ذاکری کے ساتھ پوری زندگی بے سہارا مومنین کی خدمت کو شعار بنایا۔

اور قدرت نے انہیں ان کی نیکیوں اور خدمات پر انہیں یہ شرف اور سعادت عطا فرمائی کہ

ذاکرہ مہربانو کے بیٹوں کو بھی ذاکری کے عظیم شرف سے نوازا اور بالکل ماں کی طرح اولاد میں بھی دینی خدمت کا جذبہ عطا کیا۔

برسی کے موقع پر شائع ہونے والی اس کتاب میں اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے میں اس میدان میں قدم رکھنے والوں کو ذاکری کے حوالے سے یہ پیغام دینا چاہتا ہوں۔

ذاکری کا معیار بلند ہونا چاہیے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ہاں تبلیغ کا سب سے بڑا موثر ذریعہ ذاکری ہے اور یہ نعمت کسی اور قوم کے پاس نہیں ہے یہ ہمارا ہی اثاثہ ہے ہماری قوم نے ذاکری (خطابت) کی بدولت ہر دور میں تفوق حاصل کیا ہے۔ لیکن کچھ عرصے سے ذاکری کے معیار میں کچھ انحطاط نظر آ رہا ہے۔ میری گزارش ہے ان خواتین و حضرات سے جو اس میدان میں نووارد ہیں یا قدم رکھنا چاہتے ہیں وہ تمام لوگ چاہے مرد حضرات ہوں یا خواتین جو لوگ ذاکری کرنے کا شوق رکھتے ہیں اور حقیقت میں ذاکر بننا چاہتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ ذاکری شروع کرنے سے پہلے بنیادی اور اساسی مذہبی تعلیم ضرور حاصل کریں۔ بنیادی عربی تعلیم کے ساتھ عقائد، فقہ اور تاریخ کی کوئی معیاری اور معتبر کتب پڑھیں پھر ذاکری شروع کریں اور مستند عالم کے زیر تربیت رہیں۔ صرف کیسٹوں اور مجلسوں کی چھپی ہوئی کتابوں پر انحصار نہ کریں، وقتی طور پر آپ کو شروع میں آسانی محسوس ہوگی لیکن آگے چل کر کامیابی نہ ہوگی کوئی معیار نہ بن پائے گا پھر یہ یاد رہے کہ ذاکر پوری قوم کا ایک نمائندہ ہوتا ہے۔Symbol ہوتا ہے اس کے لئے (Basic & Fundamental training) بنیادی تربیت بہت ضروری ہے۔

یہ ملحوظ خاطر رہے کہ سامعین جو منبر کے سامنے بیٹھے ہیں وہ باشعور ہیں جاہل نہیں ہیں۔ بلکہ صاحبانِ فکر و نظر ہیں وہ بال کی کھال نکالنے والے ہیں۔ مسلسل مجلسیں سنتے آئے ہیں وہ اگر آج آپ کی مجلس میں بیٹھے ہیں تو یہ خیال رہے کہ اس سے پہلے یہ سامعین نامور خطباء و بزرگ علماء کو سنتے رہے ہیں۔ لہٰذا مسلسل مطالعہ ضروری ہے اور وہ بھی کسی صاحب علم کی نگرانی میں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ نووارد ذاکر سرپٹ گھوڑے کی طرح نہیں دوڑے گا بلکہ اس کی مہار کسی سینئر کے ہاتھ

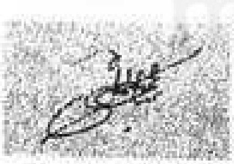
میں ہو گی۔ جو تقریر کرنی ہے اس سے پہلے واقعات کی چھان پھٹک کریں جن آیتوں یا حدیثوں کو پڑھنا ہے تقریر سے پہلے انہیں توجہ سے دیکھ لیں تا کہ کم سے کم آیت تو غلط نہ پڑھیں۔ اور بعینہ یہی عمل مصائب کے بارے میں ہو کہ جب مصائب پڑھیں تو اپنی طرف سے کچھ نہ پڑھیں محض کسی ذاکر کے سنے سنائے مصائب ہی پر اکتفا نہ کریں۔

بلکہ مقاتل کی معتبر ترین کتابوں سے Consult کریں ایسا نہیں کریں جس کی جو مرضی چاہے صحیح غلط جہاں دل چاہا پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر ذاکری کا معیار تب بلند ہو گا جب ذاکر خود علمی اور تہذیبی معیار میں بلند ہو گا۔ ذاکر کی اپنی ایک شان ہونی چاہئے وہ محفل میں آئے تو عالمانہ شان سے آئے منفرد نظر آئے۔ شیروانی اور ٹوپی میں آئے اپنی پوری تہذیب وثقافت کے ساتھ آئے اب جو نئے ذاکرین آرہے ہیں انہوں نے یہ سب کچھ رخصت کر دیا صرف بنڈی (ویسکوٹ) پہنی اور سمجھا کہ قوم کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ آگئی۔ تو خدارا جب تک ان باتوں کا خیال نہ رکھیں گے معیار بلند نہ ہو گا۔ یہ درد دل ہے جو آپ کی خدمت میں لکھ رہا ہوں یہ وہ خامیاں جو ہم سب کو مل کر دور کرنا ہوں گی۔

آخر میں پھر ایک بار کہوں گا کہ ہر کتاب یا کتاب میں لکھی ہر بات ایسی نہیں ہوتی کہ جسے مجلس میں بیان کر دیا جائے بلکہ فضائل اور مصائب کے سلسلے میں جو مواد اکٹھا کریں وہ انتہائی معتبر ترین کتابوں سے ہو تا کہ ذاکری کے معیار کو بلند رکھنے کا سبب بن سکے اور شہزادی کونین کی بارگاہ میں سرخرو ہو سکیں۔

اور سب سے اہم یہ ہے صرف ذاتی شہرت اور نام ونمود نہیں بلکہ خوشنودی اہلبیت لازمی طور پر پیش نظر ہو تو واقعی عروج حاصل ہو گا اور اس کے لئے جذبہ اخلاص شرط ہے۔ نیز یہ کہ اپنے ہم عصر خطباء سے Competition اور کینہ وحسد دل میں ہرگز نہ ہو اس سے صلاحیتوں پر زنگ لگنے میں دیر نہیں لگتی۔ خدا آپ کو اس نیک مقصد میں کامیاب اور دین ودنیا دونوں میں سرخرو کرے۔ آمین



ذاکری کا مقصد......دنیا یا آخرت

جناب مولانا محمد ناصر حسین ہاشمی صاحب

ہم اپنی تحریر کے آغاز سے پہلے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کیا لکھنے والے ہیں کیونکہ......

ہم سے برادر عزیز مولانا سید حسن رضا نے جس موضوع کے تحت قلم اٹھانے کی فرمائش کی "ذاکری کا مقصد دنیا؟ یا آخرت؟"

اس عنوان میں چار اوامر کے زیر بحث آنے کی گنجائش ہے۔

ا۔ذاکری ۲۔مقصد ۳۔دنیا ۴۔آخرت یا عقبیٰ

اب کیونکہ عمل کا براہ راست تعلق اور کیفیت عمل "مقصد" سے ہی مربوط ہوتی ہے اور مقصد کی نوعیت ہی عمل کی راہیں متعین کرتی ہے لہٰذا ہماری تحریر میں ساری حیثیت بھی مقصد کو ہی حاصل رہے گی۔

ا۔ذاکری کا لفظ اقسام ذاکری سے قطع نظر عموماً اس خطابت کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں ذاکر فضائل ومصائب اہلبیتؑ بیان کرتا ہے خواہ وہ نثر میں خطابت ہو خواہ تحت اللفظ مرثیہ یا دھن اور سر کے ساتھ سوز خوانی' نوحہ خوانی اور منقبت خوانی وغیرہ۔البتہ یہ ہماری مخصوص معاشرتی لغت کا لفظ ہے اس لئے ہم اس پر پورا پورا حق تصرف استعمال کرتے ہوئے ذکر کے مواد (یعنی جو کچھ بیان کیا جارہا ہے) کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ لفظ (ذاکری) بے دھڑک استعمال کر لیتے ہیں۔

بہرحال مقصد کے اعتبار سے ذاکری کی دو ہی اقسام رہ جاتی ہیں۔(۱) حصول دنیا یا (۲) حصول آخرت خواہ ذاکر نثر خواں ہو یا نظم خواں۔

اب ظاہر ہے کہ دونوں اقسام کی ذاکری اپنے اپنے تقاضے رکھتی ہے جن پر آگے چل کر کچھ گفتگو ہوگی۔

(۲) مقصد کے ذیل میں پہلے اس کا تعین پھر حصول مقصد کے وہ تقاضے جن کو پورا کرنا ایک ذاکر کی ضرورت یا شاید مجبوری بن جاتا ہے بیان کرنا پڑیں گے۔ دیگر مخلوقات عالم پر انسان کا امتیاز اس کی قوت عقل ہے۔ بظاہر کھانا پینا' سونا' جاگنا' چلنا پھرنا اور بقائے حیات و بقائے نسل کی جدوجہد میں انسان اور حیوان ایک جیسے ہیں مگر فرق ہے تو یہی کہ حیوان اہتمام امور میں تابع جبلت اور انسان تابع عقل ہے۔ تفکر' سوجھ بوجھ' ارادہ' نیت' انجام عمل کی طرف توجہ اور فکر عاقبت وغیرہ قوت عقلیہ کے مظاہر ہیں لہٰذا انسان ہی کا طرۂ امتیاز ہیں نیز یہی وہ صفات انسانی یا صفات عقلی ہیں جو ہر عمل کے مقصد کا تعین ہر سفر کی منزل اور ہر جہد کے کمال کو ملحوظ خاطر رکھنے کا سبب قرار پاتی ہیں۔

پس اگر آدمی کو انسان ہونا میسر آ جائے تو اس کا ہر عمل اور ہر اقدام ایک اعلیٰ مقصد کا پیش خیمہ بن جائے گا۔ جو عظمت انسان کی بلند منزل تک پہنچا دے گا ورنہ یہی عمل اپنے مقصد کی پستی کی وجہ سے احسن تقویم پر خلق ہونے والے انسان کے سفر حیات کی منزل اسفل سافلین قرار دے گا۔

اب باقی دو امر یعنی دنیا اور آخرت کی وضاحت کی قارئین کے لئے ضرورت نہیں ہے پس ہماری تمہید ختم ہوئی۔ امید ہے کہ ہمارے محترم قارئین اسی تمہید کی بنیاد پر ہمارے اصل موضوع ''ذاکری کا مقصد دنیا؟ یا آخرت؟'' کا مطالعہ فرمائیں گے۔

جب ہم مقصد کا عمل پر اثر انداز ہونا اچھی طرح سمجھ چکے تو صرف یہ دیکھنا رہ جاتا ہے کہ ذاکر اگر اپنی ذاکری کا مقصد دنیا کو قرار دے تو ایسے ذاکر کو کامیابی کیسے حاصل ہوگی اور اس کی ذاکری کے تقاضے کیا ہوں گے اور اگر ذاکر کا مقصد حصول آخرت ہو پھر کامیابی کی صورت کیا ہوگی اور اس کے تقاضے کیا ہوں گے۔ مقصد کے اعتبار سے ذاکری کی پہلی قسم حصول دنیا میں کامیابی اور اعلیٰ مقام تک پہنچنے کے رموز اور حربے جگر تھام کے ملاحظہ فرمائیں۔

خطابت ایک فن ہے اور ذاکر فنکار۔ ذاکر کی حیثیت وہی ہے جو اسٹیج ڈرامہ آرٹسٹ کی

Salesman کی پہلی Sale of Personality پھر Sale of Product ۔ پس لوازم ذاکری مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ P-R-پرسل ریشن سپ اس کے لئے شہرت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ سیل آف پرسنلٹی جب ہی ممکن ہے جب کوئی روزنامہ اور جریدہ ایسا شائع نہ ہو۔ جس میں کسی نہ کسی بہانے آپ کی تصویر نہ چھپے۔ اسکرین پر آنا انتہائی ضروری ہے احتجاجی مظاہروں' ؟؟؟ اور حج و زیارت کے قافلوں کی تشکیل سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

شان و شوکت' رعب و دبدبہ' ناز و نخرے' موقع شناسی اور فنی سیاست کی تربیت ماہرین کے زیر نگرانی حاصل کرتے ہیں اور مشق بھی جاری رکھیں۔

بڑی اجرت' منہ پھٹ اور بداخلاق سکریٹری' مصاحبین اور گارڈز۔ واضح اور مہنگے اشتہارات کی شرط نام کے ساتھ اچھے القاب کا استعمال۔

لباس' میک اپ' ظاہری سج دھج' اچھی صحت تندرستی اور بڑی آواز پر خاص توجہ دیں۔

اپنی نام نہاد قابلیت سے سامعین پر رعب ڈالنے کے نفسیاتی حربے ضرور استعمال کریں۔

مجمع کا مزاج دیکھ کر ان کی پسندیدہ گمراہ کن باتیں بھونڈے دلائل سے ثابت کریں اور جوش و خروش کی فضا قائم کر کے خوب داد وصول کریں اس کے لئے داد دینے والوں اور نعرے لگانے والوں کا صحیح انتخاب ان کی اہلیت اور تربیت کے اعتبار سے انتہائی ضروری ہے۔

کسی قسم کی تنقید کرنے والے کو موقع پر ہی سزا دینے کی زبردست افرادی طاقت ساتھ رکھیں۔

قوم کی فلاح اور اس کی دینی ضروریات کا تصور بھی ذہن میں نہ آنے دیں۔

خوف خدا' فکر عاقبت' مومنین کے حقوق اور دل میں ان کے انجام کا خوف' دین و شریعت کی تعلیمات پر توجہ وغیرہ جیسی چیزوں سے اپنے آپ کو بہت دور رکھیں ورنہ یہی وہ راہ کے پتھر ہیں جو آپ کی ذاکری کے مقصد کو برباد کر کے رکھ دیں گے ان کو نظر انداز کرنے کا حوصلہ بہت ضروری ہے۔

کیا ہی اچھا ہو جو کسی مقبول اور طاقتور سیاسی پارٹی سے ساز باز ہو جائے' علم و آگہی سے قطع

عطر مجمع کی جہالت سے جتنا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اٹھائیں' دین سے زیادہ بے دینی میں کشش پیدا کریں اس کے لئے خود آپ کو بھی جہالت اور بے دینی پر مستحکم رہنا ضروری ہے اور ڈھٹائی شرط اولین ہے یہ حوصلے تو آپ کو پیدا کرنا ہی پڑیں گے۔

حصول مقصد میں کامیابی کے لئے اور بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے لیکن اگر اتنا بھی کر لیا تو مزید تقاضے پورے کرنے کا فن خود بخود ترقی کرنے لگے گا پھر آخر اردگرد جمع ہونے والے کس مرض کا علاج ہیں وہ بھی بہت کچھ سکھا دیں گے۔

ہمارے بیان کردہ نکات اگر پیش نظر رہیں اور ان پر سختی سے عملدرآمد ہوتا رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بہت کم وقت میں آپ شہرت' عزت' دولت' شان و شوکت' اثر و رسوخ اور ایک بااثر شخصیت کے مالک نہ بن جائیں۔

یہ تصویر کا ایک رخ نہیں بلکہ مومن معاشرے میں ابلیس کے عمل دخل کی دلیل ہے خدا نہ کرے کہ ہمارے معاشرے میں ایسے ذاکر پیدا ہوں جن کی ذاکری کا مقصد حصول دنیا ہو۔

۲۔ اب آ جائیں ایک دوسری کیفیت پر یعنی "ذاکری برائے آخرت' اس کو ہم ذاکری بطور عبادت کہیں گے۔

اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ ایک مومن حقیقی متقی کامل بندۂ مطیع و خالص' عارف حق' خوگر تسلیم و رضا' عابد شب زندہ دار' جس کی توجہ ہر لحہ اس حقیقت پر ہوتی ہے کہ **وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون** اور جس کا دل خشیت آشنا اور نفس توکل و تفویض الامر الی اللہ کے جذبات سے معمور ہو پھر وہ ایمان کے درجات اور تقرب کی اعلیٰ منازل کے حصول کا ایسا جویا ہو کہ نفس میں حب دنیا کا گزر بھی نہ ہو جب قصد قربت سے مالک حقیقی اور معبود برحق کی بارگاہ میں اپنا کوئی عمل انتہائی خلوص اور انکساری کے ساتھ پیش کرنا چاہتا ہے تو اس عمل کی انجام دہی کے تقاضے اور اس کے حسن کا کمال کیا ہوگا؟

اس سوال کا جواب دینے کے لئے خدا جانے کتنے علوم اخلاق و الٰہیات و رموز رشتہ عبد و معبود

کے دفتروں سے استفادہ کرنا پڑے گا۔ کمال بندگی اور شعور عبدیت کتنے اسرار منکشف کرنا پڑیں گے۔ نیز انبیاء' اولیاء' اوصیا' صالحین اور عارفین باللہ کے طرز عمل کا مطالعہ اور (اگر ممکن ہو) مشاہدہ کرنا پڑے گا بہر حال جو جواب آپ دیں گے وہ کامل ہو یا ناقص' ہم صرف اتنا کہیں گے کہ "ذاکری برائے آخرت" کے تقاضے بھی بعینہ یہی ہیں۔

منبر رسول کی ذمہ داری اور تقاضے محراب عبادت کے تقاضوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ خلوص و نیت' خضوع و خشوع' انہماک اور حصول رضا کی تڑپ کے ساتھ عبادت کرنے والا عابد شب زندہ دار انفرادی عبادت کرتا ہے جبکہ ذاکر حسینؑ جسے زینت منبر رسولؐ بننے کا شرف ملتا ہے وہ اجتماعی عبادت کرتا ہے وہ نماز عشق کا پیش امام اور قافلہ راہ معرفت کا سالار ہے۔ وہ درس گاہ حسینؑ کا معلم ہے وہ تعلیمات اہلبیتؑ کا ناشر ہے وہ حق ولایت کا داعی ہے وہ استغاثہ امام مظلوم پر لبیک کہنے والا ہے۔

یہ تو چند ذمہ داریوں کی طرف اشارہ ہے ورنہ ذاکر کا حقیقی مقام خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ بہر حال ذاکری برائے آخرت یا ذاکری بطور عبادت کا ذاکر حیات عقلی کا حامل ہوتا ہے۔ آئمہ اپنی بعض دعاؤں میں خدا سے مخاطب ہو کے کہتے ہیں "یا من ذکرہ شرف للذاکرین" اے وہ خدا جس کا ذکر' ذاکر کا شرف بن جاتا ہے۔ ذاکر حسینؑ ذاکر خدا' ذاکر رسولؐ اور ذاکر اہلبیتؑ ہوتا ہے۔ بس اس کے لئے لازم ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان سے عہدہ برا ہونے کے لئے پرزور اپنے علم و آگہی اور ایمان و معرفت میں اضافہ کی سعی کرے۔

وہ اپنے معاشرے میں ہر اس اصلاح علمی اور اخلاقی و دینی کا مسئول ہے جس کی معاشرے کو ضرورت ہے۔ وہ معاشرے کی خرابیوں کا جواب دہ ہے جس کے دل میں خود خوف خدا نہ ہو وہ لوگوں کے دلوں میں کیسے پیدا کرے گا جو خود پاک باطن نہ ہو لوگوں کی تطہیر نفس کیونکر کرے گا۔

جس کی زندگی جامد ہو اور اس میں خود معرفت علم' خشیت اور تقرب میں اضافہ نہ ہو رہا ہو وہ قوم کو حیات عقلی کی طرف کیسے بلائے گا۔ جس کے دل میں قوم کا درد' مومنین سے محبت' شفقت اور ان

کی فلاح کی خواہش ہو اور جو یہ سوچ کے منبر پر بیٹھے کہ اس منبر کے توسل سے مجھے خدا کا حق بنا گی' دین کا حق خدمت' رسول کا حق معرفت' امام کا حق مودت و نصرت' مومنین کا حق ولایت' سامعین کا حق ہدایت اور طالبان علم کا حق تدریس ادا کرنا ہے۔ یہ تمام حقوق وہ ہیں جن کا میں جواب دہ ہوں۔ ایسا ذاکر منبر پر قربۃ الی اللہ کی نیت سے بیٹھتا ہے اور اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہوا اترتا ہے۔

روایات میں ملتا ہے کہ صاحب علم سے روز حشر اس کے علم کا حساب اسی طرح لیا جائے گا جیسے صاحب مال سے اس کے مال کا۔ نیز عابدین کو جنت کے اعلیٰ مقام ضرور ملیں گے مگر معاشرے کی اصلاح کرنے والے علماء کو اصلاح شدگان کا حق شفاعت بھی ملے گا اور وہ ان کو لے کے جنت میں جائیں گے۔

پس ایسی صورت میں ذاکر اگر آخرت کا طالب ہے تو پھر نہ اس کی نظر شہرت پر ہوگی نہ القاب پر' نہ اشتہارات پر' نہ مجمع کے نعروں پر' نہ اپنی مارکیٹ ویلیو پر' وہ تو جس کی رضا کے لئے ذکر کر رہا ہے اس کی رضا کا طالب ہے' اپنے زمانے کے امام کا خادم اور قوم کا طبیب روح ہے' جس طرح اچھا طبیب جسم دوا دیتے وقت مریض کی پسند اور ناپسند یا زبان کے ذائقے کو نہیں دیکھتا بلکہ مریض کی ضرورت کو دیکھ کر دوا تجویز کرتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی کڑوی ہو اسی طرح طبیب روح بھی صرف یہ دیکھتا ہے کہ میرے مجمع کو ضرورت کس ہدایت کی ہے۔

غرض کہنے کو تو بہت کچھ تھا مگر فی الحال اتنا بھی شاید زیادہ ہو گیا۔

پروردگار ہمارے معاشرے کو حقیقی ذاکرین کی وافر تعداد سے مالا مال کرے۔ آمین

آخر میں ہم صرف برادرم حسن رضا صاحب کا شکریہ ادا کریں گے اور ان کے اس اقدام کو سراہیں گے جس کے ذریعے انہوں نے "ذاکری" کو موضوع بنا کے بہت سے زاویوں سے ہمارے معاشرے میں موجود صاحبان نظر کے جواہر پارے ایک مجلّے میں جمع کر دیئے جو اپنی والدہ محترمہ ذاکرہ مخلصہ جناب مہربانو صاحبہ (مرحومہ و مغفورہ) کی یاد میں ترتیب دیا گیا ہے۔ پروردگار ان کی سعی کو مقبول اور کامیاب قرار دے اور والدہ مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

سیّد محمد علی نقوی

ایم اے (عربی)

بوتراب جامع مسجد
عزیز آباد نمبر ۸، فیڈرل بی ایریا، کراچی
فون: ۶۳۶۳۰۶۹

تربیتِ سامع اور ذمہ داری ذاکرین

خداوند عالم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کو مختلف نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان تمام نعمتوں کا صحیح استعمال ہی انسان کی اصل ذمہ داری ہے۔ مالک دو جہاں نے سورہ سجدہ آیت (۹) میں انسان کے لئے تین نعمتوں کا اعلان فرمایا ہے ایک قوت سماعت، قوت بصارت، قوت قلب سے انسان کو مزین فرمایا۔ جبکہ سورہ بنی اسرائیل آیت (۳۶) میں ارشاد فرمایا کہ قوت سماعت و بصارت و قلب ان میں سے ہر ایک بارے میں سوال کیا جائے گا۔

قوت سماعت کو استماع میں بدل دینا ہی ایک صاحب معرفت کے لیے منزل کمال ہے سورہ مبارک زمر میں آیت ۱۸ میں ارشاد الٰہی ہے کہ جو نہایت توجہ کے ساتھ قول کو سنتے ہیں اور احسن کی اتباع کر لیتے ہیں۔ سورہ یونس ایت ۴۲ کے مطابق رسولؐ خدا سے یہ ارشاد کہ کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں استفہام انکاری کے طور پر یہ جملہ بیان ہوا۔ جبکہ سورہ فاطر آیت ۲۲ میں ارشاد ہوا کہ ان کو کہ جو قبر والوں کی طرح ہیں نہیں سنا سکتے۔ یعنی سامع بمعنی مستمع یہ ہوا کہ زندہ اور قوت سماعت کی دولت سے مالا مال ہو تو اس کو ہی آپؐ سنا سکتے ہیں ساری سماعتیں اپنے مقام پر مگر آداب مجلس میں سامع کی تربیت اپنے مقام پر ایک ضروری امر ہے ذاکر کی ذمہ داری تبلیغ مکتب اہلبیتؑ کے ساتھ ساتھ ماحول کے مطابق فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بہترین گفتگو کا انتخاب بھی ہے۔ قرآن میں مالک کائنات کا اعلان ہے۔ سورہ نحل آیت ۱۲۵ اپنے رب کے راستے کی دعوت حکمت اور وعظ احسن سے دو روایت میں معصوم ارشاد فرماتے ہیں کہ "لوگوں کی عقل کے مطابق ان سے کلام

کرو"۔ کہیں جوش خطابت سے سرد جذبات کو حرارت ایمان سے زندگی بخش جائے اور کہیں شدت شہوت جذبات کو تقویٰ اور رضائے رب کے حصول اور آتش جہنم سے ڈراتے ہوئے وعظ کردیا جائے۔ یعنی تقاضہ دین کو ملحوظ رکھتے ہوئے کبھی بشیر اور کبھی نذیر ذاکری کا انداز ہونا چاہیے۔ مجالس امام حسین علیہ السلام کا موجودہ انداز جس میں خاص خطابت خدمت دین کا ایک موثر طریقہ ہے۔ منبر رسولؐ سے نیکیوں کی نشر واشاعت ایک صدقہ جاریہ ہے۔

جس طرح ایک عالم باعمل کے انتقال سے خلاء پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک عظیم ذاکر باکردار اگر انتقال کر جائے اس کی کمی کو مدتوں محسوس کیا جاتا ہے۔ سامعین اور ذاکرین دونوں ہی شامل عبادت مجلس امام حسین علیہ السلام ہوتے ہیں سامعین اپنے حُسن توجہ اور دلچسپی سماعت سے عبادت کرتے ہیں اور ذاکرین اپنے کلام سے آواز حق پہنچا کر عبادت میں شامل رہتے ہیں۔

مردوں کی طرح خواتین دین اسلام کی ترویج میں ہمیشہ آگے رہیں۔ سورہ مبارکہ نحل آیت ۹۸ میں مالک کا اعلان بھی یہی ہے کہ "جو عمل صالح کرے مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن بھی ہو اس کو ہم حیات طیبہ عطا کردینگے۔"

ذاکرہ مہربانو کی عظیم شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ جنھوں نے اپنی زندگی تمام کی تمام ذکر امام حسینؑ کے لیے صرف کردی وہ رونق مجلس بھی تھیں اور سامع تو سامع انھوں نے اپنے حُسن تربیت سے ذاکر اور عالم بیٹے معاشرے کو فراہم کردیے۔

حضرت مریم علیہا السلام سے جب حضرت عیسیٰؑ نے سوال کیا کہ مادر مہربان اگر آپ خدا سے مزید زندگی مانگ کر کیا کرنا چاہتی ہیں۔ فرمایا کہ بیٹا سردیوں میں صبح کی نماز اور گرمیوں کے روزے یاد آتے ہیں۔ اور روز جزا (برزخ) میں یہ لطف عبادت کہاں۔ اسی طرح اگر اس مومنہ ذاکرہ اہلبیت سے پوچھا جاتا کہ اگر مزید زندگی ملے تو کیا کریں گی جواب دیتیں ذکر حسینؑ غم حسینؑ اور تبلیغ مقصد حسینؑ اور ہم سب اسی آرزو کو اپنی دعا قرار دیتے ہیں کہ (زندگی مزید دے تو حسینؑ کے لیے اور موت دے تو بھی امام حسینؑ کے لیے) آمین "خدایا آرزو میری یہی ہے کہ میرا نور بصیرت عام کردے"۔

مدرسۃ المعصومین

HOUSE NO. 145, L-Block 2/ P.E.C.H.S. Karachi-29. Ph:4553499-4555789

ذاکرین اور تزکیہ نفس

حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ ذاکر حسین مدبر صاحب

برادر گرامی جناب سید حسن رضا رضوی صاحب کی والدہ محترمہ مرحومہ مہربانو صاحبہ جو ایک مشہور و معروف ذاکرہ اہلبیت تھیں اور ان کی اس شعبہ میں بڑی خدمات ہیں۔ مرحومہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے برسی کے موقع پر شائع ہونے والی اس کتاب میں ذاکری ہمارے معاشرے کے ذاکرین کے لئے بھی کچھ تذکرات سپرد قلم کر رہا ہوں امید ہے کہ اس حقیر طالعلم کی باتیں باعث تذکرا اپنے لئے اور دیگر مومنین کے لئے بھی ہوں گی۔

ذاکر خطیب اور مقرر معاشرہ کے وہ افراد ہیں جن کا واسطہ لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ پڑتا ہے اور معاشرے کے اندر ان کو ایک معزز شخص کے طور پر پہچانا جاتا ہے کیونکہ ان کا وظیفہ لوگوں کو وعظ اور نصیحت کرنا ہے اور اس ہدف کے ساتھ منبر پر جاتا ہے کہ دین اسلام کی معرفت لوگوں کو دے۔ جامعہ کو اخلاق احکام اور دیگر اصول اسلام سے روشناس کرائے۔ لوگوں کو حق اور حقانیت کا راستہ دکھائے۔ دین داری اور اچھے اور برے راستہ کا بتائے۔ لوگوں کو جنت اور جہنم کی شناخت اور اہل بیت کی سیرت اور ان کے فضائل سے لوگوں کو آشنا کرائے۔ مگر ان تمام چیزوں سے پہلے لازم ہے کہ وہ خود دین دار اور با اخلاق محب اہل بیت اور احکام اسلامی کا پابند ہو۔ خلاصہ یہ کہ وہ خود اپنے علم کا عامل ہو کیونکہ جب اگر گوینده اپنی بات پر عمل نہ کرتا ہو تو اس کی بات کسی کے دل میں اثر نہیں کر سکتی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی روایات کثرت کے ساتھ اس بات پر تاکید کرتی ہیں کہ انسان کو سب سے پہلے اپنے علم کا عامل ہونا چاہئے۔ اور اگر اپنے علم پر عمل کرتا ہو تو اس کی بات کا دوسروں پر اثر ہوگا۔

ذاکر اور خطیب منبر پر رونق افروز ہو کر وعظ اور نصیحت کا وظیفہ انجام دیتے ہیں جو کہ انبیاءؑ کے وظائف میں سے ایک ہے۔ انبیاءؑ کے وظائف میں سے اہم ترین وظیفہ لوگوں کی ہدایت کا تھا۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔

و لقد ارسلنا موسیٰ بایتنا ان اخرج قومک من الظلمات الی النور (سورۂ ابراہیم آیت ۵) اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا (اور حکم دیا) کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ۔

اس آیہ شریفہ میں خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو امر فرمایا کہ اپنی قوم کو وعظ اور نصیحت کرے اور ان کو ظلمت اور نادانی سے نکال کر روشنی میں لائے۔ ذاکرین کا وظیفہ بھی وعظ اور نصیحت ہے تاکہ وہ معاشرہ کے لوگوں کو روشنی اور حقانیت کی طرف رہنمائی کریں۔ مگر اس کے لئے لازم ہے کہ خود اپنے علم پر عمل کرے تاکہ اس کی بات کا لوگوں پر اثر ہو اور دل سے نکل کر بات دل کے اندر نقش پکڑے کیونکہ جو بات عمل اور اخلاص کے ساتھ کی جائے وہ پتھر پر لکیر کے مانند ہوتی ہے۔

علم پر عمل کرنے کے آثار میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی بات کا لوگوں پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں من نصب نفسه للناس اماما فعليه ان يبداء بتعليم نفسه قبل تعليم غيره' ولكن تاديبه بسيرته قبل تاديبه بلسانه' و معلم نفسه مزدبها احق بالا جلال من معلم الناس و مئودبهم (میزان الحکمہ ج ۶ صفحہ ۵۰۳) امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی زندگی کا لوگوں کے لئے وقف کر دی اور ان کی نصیحت اور ارشاد کا وظیفہ سنبھال لیا اس پر فرض ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنے نفس کی تربیت کرے اور زبان سے کچھ کہنے سے پہلے اپنے اندر اس کو عملی جامہ پہنائے اور لوگوں کی تعلیم سے پہلے اپنے آپ کو تعلیم دے اور اپنے اندر سے برائیوں کو ختم کر دے اور مہذب و مئودب بن جائے۔

دوسروں کو وعظ اور نصیحت کرنے سے پہلے اپنے آپ کو وعظ اور نصیحت کرنا سب سے اہم کام ہے۔ لوگوں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنے لئے نصیحت کرنا مقدم ہے۔ حدیث میں ہے وعظ نفسک بحکمتی فان انتفع فعظ الناس والا فاستحی منی ۔ (کنز العمال جلد ۱۵ حدیث ۴۳۱۵۶' میزان الحکمہ جلد ۱۰ صفحہ ۵۸۵)

خداوند تبارک تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور فرمایا۔ اپنے نفس کو میری حکمت کے بارے میں وعظ اور نصیحت کرو اور جب ثمرہ ظاہر ہو جائے تو لوگوں کو نصیحت کرنا شروع کرو ورنہ مجھ سے شرمسار رہو۔

دوسرے دن آپ نے اس بچے کو سمجھایا اور خرما کثرت سے کھانے سے منع کیا۔ اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ یہ بات آپ کل بھی فرما سکتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' کل میں نے خود خرما کھایا تھا کس طرح میں دوسروں کو منع کرتا۔ پس اس مختصر نصیحت کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار فرمایا تا کہ وہ بات کہیں جس پر خود عمل کیا ہو۔ اسی طرح معصومین علیہم السلام کی بھی سیرت رہی ہے کہ نصیحت اور وعظ کرنے میں اپنے نفس کو دوسروں پر مقدم کرتے تھے۔

ذاکر اور خطیب اگر اپنے علم پر عمل کرنے والے نہ ہوتے تو آیہ شریفہ یاایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتاً عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون (سورہ صف آیہ ۲'۳) اے ایمان والو! تم وہ بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔ کے مصادیق میں سے قرار پائیں گے۔ کیونکہ انسان جو بات کہے اس پر عمل نہ کرے تو یہ قول اور فعل کے درمیان تضاد ہے جو کہ ایک طرح کا نفاق ہے' اور نفاق ایک طرح کی نفسیاتی بیماری ہے اور معاشرے میں ایسے مریضوں کا وجود اللہ کو سخت ناپسند ہے۔

ہماری دعا ہے کہ خداوند عالم ہمارے معاشرے کے اندر موجود ذاکرین اور مقررین کو اپنے قول پر پہلے عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو وعظ اور نصیحت کا موقع عطا کرے۔

فون: 021-63699971
موبائل: 0300-2140986

سید شبیہ الرضا زیدی الحسینی

وکیل آیۃ اللہ العظمیٰ آقا سید علی الحسینی سیستانی

سرپرست اعلیٰ

اسلامیہ ایجوکیشنل سوسائٹی
مدرسہ صاحب الزمان (ٹھری میرواہ)

مہتمم امام حسین اکیڈمی A-5، بلاک 21 ایف بی ایریا سادات کالونی کراچی

عظمت ذکرِ حسینؑ

سید شبیہ الرضا زیدی الحسینی

ذاکری کا لفظ منسوب ہو گیا ذکر سید الشہداء علیہ السلام سے اس لفظ کا تعلق نہ تو فن سے ہے اور نہ ہی پیشے سے بلکہ یہ ایک ایسے منصب کا نام ہے جو عزت وقار سے عبارت ہے کیا کوئی اس معراج سے آگاہ ہے۔ اس بلندی و رفعت سے اکثریت نابلد ہے کرسی یا منبر پر بیٹھنے والا تخت پر بیٹھ کر سوز خوانی کرنے والا یا نوحہ پڑھنے والا "ذاکرِ حسینؑ" شمار ہوتا ہے۔ جبکہ سامعین میں خود معصومہ عالمیان علیہا السلام اور دیگر ارواح معصومین علیہم السلام فرش عزا پر موجود ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ شخصیات نظروں سے اوجھل مگر موجود ہوتے ہیں۔ اب ذاکر کو اپنے منصب سے آگاہ ہو جانے کے بعد کس طرح منبر یا کرسی پر آنا چاہئے، کن کن آداب کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ باطہارت ہو، باوضو ہو، باآدب ہو، اپنا چہرہ اور لباس ایسا رکھے جو مقبول بارگاہ معصومین علیہم السلام ہو، گفتگو سے سامعین ذوی الاحترام کی موجودگی کے احساسات ہوں، پاکیزہ لفظوں کا استعمال ہو، منبر یا کرسی سے کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جو معصومین علیہم السلام کو رنجیدہ خاطر بنادے۔

مجلس میں آنے والے سامعین معصومین علیہم السلام کے بالعموم اور شہزادی عالمیان کے

بالخصوص مہمان ہوتے ہیں ان کی میزبانی کے فرائض بانی مجلس اور ذاکر معظم پر ہوتے ہیں۔

ذاکر ہو یا ذاکرہ یہ اس قدر قابل احترام ہیں کہ خود روایات میں امام محمد باقر علیہ السلامؑ امام جعفر صادقؑ اور امام موسیٰ کاظمؑ اور امام علی نقی علیہم السلام اور دیگر آئمہ سے روایات کا سلسلہ ملتا ہے کہ جب کوئی مداح حسین ابن علی علیہم السلام ان حضرات کی خدمت میں آیا تو انہوں نے مداح کو بلند مقام پر بٹھایا اور خود فرش نشین ہوئے تا کہ دنیا ذکر حسینؑ اور ذاکر حسینؑ کی عظمت کو پہچان لے۔

ذاکر حسینؑ کے لئے کسی مدرسے کا فارغ التحصیل عالم یا فضل ہونا ضروری نہیں ہے۔ البتہ جس دین کو امام مظلومؑ نے عظیم قربانیاں دے کر بچایا اس دین کا حتی المقدور وحتی الوسع پابند ہونا ضروری ہے۔ دین خدا کی حاکمیت کے خلاف کردار رکھنے والے کو محافظ دین وشریعت کے ذکر کی اجازت نہ عقل سلیم دیتی ہے اور نہ ہی شریعت مقدسہ۔ ایک ذاکر یا ذاکرہ پر لازم ہے کہ وہ متشرع ہو با حجاب ہو۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند ہو وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ طرۂ امتیاز فرہنگ اہلبیت علیہم السلام کا کہ مجالس حسینؑ مکتب تشیع کے لئے تفہیم دین کامل اور ابلاغ عامہ کا بہترین ذریعہ ہے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ اور موجودہ دور میں ایسے ذاکرین عظام اور ذاکرات معظمات اپنے فریضہ منصبی کو احسن طور پر انجام دے رہے ہیں اور ہمارے بیان ماسبق کا عملی ثبوت ہیں۔

انہیں صاحبان کرامت وشرافت کے کاروان کی ایک معتبر ذاکرہ محترمہ مرحومہ ومغفورہ مہر بانو صاحب نور اللہ مرقدھا جن کا اسم گرامی کراچی کے قدیم مومنین کے لئے محتاج تعارف نہیں ہے جنہوں نے ۵۰ سال سے زائد نامساعد حالات میں ذکر امام حسین علیہ السلام کے فریضے کو اعلیٰ معیار پر قائم کیا اور مومنات کے ذہنوں کو منور کیا صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ ابوظہبی اور کینیڈا، لندن اور افریقہ وغیرہ کے سفر اختیار کئے اب اس شخصیت پردہ دار کا تعارف ان کے فرزندان ہیں۔

جناب مولانا حسن رضا صاحب دام مجدہ اور مولانا باقر رضا صاحب دام مجدہ اپنی والدہ کا

تعارف اس لئے ہیں کہ جس طرح ان کی مادر گرامی' فدائے امام حسینؑ تھیں اور خدمت فرش عزا عبادت سمجھ کر انجام دیتی رہیں اسی طرح ان کے بیٹے بھی ماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی ماں کے پاکیزہ کردار کا تعارف بنے ہوئے ہیں۔

اس موقع پر ایک بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سامعین حضرات اس پر غور کریں اور عزاداری امام مظلومؑ کے فروغ میں سنگِ میل ثابت ہوں خواتین تو صرف مجلس میں جاتی ہیں چاہے ذاکرہ کوئی بھی ہو مشہور ہوں یا غیر معروف' البتہ مرد حضرات کی اکثریت مجلس میں وہاں جاتے ہیں جہاں کوئی شہرت یافتہ یا ان کے مزاج سے ہم آہنگ گفتگو کرنے والا ذاکر مجلس سے خطاب کر رہا ہو۔ گویا فن خطابت' شہرت' معیار مجلس ہے اس وجہ سے غریب علاقوں کے عزاخانے خالی رہ جاتے ہیں اگر اس طرف توجہ مبذول ہو جائے اور ہم سب مجلس حسین علیہ السلام میں جانا شروع کر دیں قطع نظر اس بات کہ کون پڑھ رہا ہے کس قدر اس کی شہرت ہے تو خود بخود عزاخانے آباد ہو جائیں گے اور پس ماندہ علاقوں میں بھی عزاداری میں رونق پیدا ہو جائے گی جنہیں اللہ نے بطفیل محمدؐ و آل محمدؐ دولت سے نوازا ہے انہیں چاہیے کہ غریب علاقوں کے عزاخانوں کو آباد کرنے میں علاقے کے مومنین کی معاونت فرمائیں۔

جو کچھ میں نے لکھا اس کا جو بھی اجر و ثواب ہو وہ مرحومہ کی روح کو عطا فرمائے اور میں شکر گزار ہوں مولانا حسن رضا صاحب کا کہ انہوں نے اس مبارک سفر میں مجھ جیسے کم مایہ کو بھی ہمسفر کیا۔

ذاکری کی اہمیت وافادیت

از (مولانا) سید محمد عون نقوی

ذاکری کی اہمیت کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس میں رب الارباب ارشاد فرماتا ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا ذکر کرنے والے میری ضیافت و مہمانی میں ہیں اور میری اطاعت کرنے والے میری نعمت میں ہیں اور شکر کرنے والے میری زیارت میں اور میری نافرمانی کرنے والے میری رحمت سے مایوس نہ ہوں اگر وہ توبہ کرلیں۔

ذاکری کی افادیت کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کسی کو بہترین ہدیہ دینا چاہے تو اس سے حکمت و دانائی کی بات کرے اگر کوئی کسی کو بہترین عطیہ دینا چاہے تو وہ وعظ و نصیحت کرے۔ سرکارؐ فرماتے ہیں کہ ایک شخص صرف واجب نماز پڑھتا ہے اور لوگوں کو اچھی تعلیم دیتا ہے ذکر وعظ و نصیحت کے ذریعے کرتا ہے اور دوسرا شخص دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے تو پہلے شخص کو (جو ذکر الٰہی کی منفعت لوگوں تک پہنچاتا ہے) اتنی فضیلت حاصل ہے جتنی مجھے تمام لوگوں پر فضیلت حاصل ہے کوئی صدقہ اللہ کے نزدیک اس وعظ سے زیادہ محبوب نہیں جو کسی قوم کو کرے۔ ذاکری کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارا بچہ بچہ ان علوم سے واقف ہوتا ہے جن کا علم غیروں کے علماء کو نہیں ہوتا یہ صرف ثمر ہے سارا سال خصوصاً ایام عزا میں ذاکروں کی محنت کاوش اور تقاریر کا' ہماری مجلس و محفل شعور بیدار کرنے' فکر و ادراک بلند کرنے اور راز الٰہی کے نئے نئے گوشے آشکار کرنے کا ذریعہ ہیں۔ کیوں نہ ہو سرکار دو عالم کا فرمان ہے کہ تین عمل کبھی ختم نہیں ہوتے صدقہ جاریہ' وہ علم جو دوسروں کو فیض پہنچائے اور نیک اولاد جو دعا کرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص علم حاصل کرے اور اس پر عمل کرے اور اس کا فائدہ دوسروں تک پہنچائے اس کا شمار ملکوت میں ہوگا۔ قیامت میں اعمال ترازو میں رکھ کر دکھلایا جائے گا کہ ایک گہرا بادل مزید اس کے ترازو میں اعمال کے ساتھ رکھا ہے۔ جس سے اس کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ پوچھا یہ

کیا ہے۔ بتلایا گیا یہ وہ علم ہے جو تم نے (وعظ و نصیحت اور ذکر کے ذریعے) دوسروں کو دیا۔ یہ ہی سبب ہے کہ ہر شخص سے قیامت کے دن پانچ سوال ضرور ہوں گے عمر کہاں صرف کی' جوانی کہاں پوشیدہ کی' کہاں خرچ کی' مال کہاں سے حاصل کیا۔ مال کہاں خرچ کیا اور علم پر کتنا عمل کیا تو حقیقی ذاکر وہی ہے جو کہ علم حاصل کرنے کے بعد اسے لوگوں کے فائدے کے لئے اپنی تقاریر گفتگو وعظ اور حسن سلوک کے ذریعے پہنچائے۔ ذکر کرنے والے ذاکر کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہو گی کہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ذاکر بھی ہے اور ذاکر کہتے ہی اس کو ہیں جو کسی کا ذکر کرے۔ اللہ بھی ذاکر ہے رحمت العالمینؐ اور ان کی آل پاک کا اور ایک مبلغ بھی ذاکر ہے رحمت العالمینؐ اور ان کی آل پاک کا فرق یہ ہے کہ وہ ذکر کرتا ہے اپنی قدرت کاملہ کی عظمتوں کے لحاظ سے اس کا ذکر کرنا ذرہ ذرہ کا ذکر کرتا ہے اور بندے کا ذکر کرتا ہے اس کے فضل کے تحت اور حصول علم کے بعد ہے۔ ایک ذاکر معاشرے کو برائیوں سے روکتا ہے' فہم وادراک کی بلندی کا ذریعہ ہوتا ہے علم و عمل کا شہکار ہوتا ہے۔ حلم واخلاق کا مرکز ہوتا ہے' انکساری و وضع داری کے عروج پر ہوتا ہے' معاشرے کا نمائندہ و نمایاں فرد ہوتا ہے' دانائی و نصیحتوں کا معدن ہوتا ہے اس درخت کی مانند جس سے کسی بھی وقت پھل حاصل کیا جاسکتا ہے دنیا کی مذمت کرنے والا آخرت یاد دلانے والا ہوتا ہے توبہ و استغفار کا ہنر سکھتا ہے خوف خدا پیدا کرتا ہے' غیبت اور چغلخوری سے بچاتا ہے توکل بر خدا کا درس دیتا ہے یقین اور شکر کی منزلت سے آگاہ کرتا ہے صبر و قناعت کا حامل ہوتا ہے حسد و بغض کی بیماری سے خود بھی دور رہتا ہے اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے۔ عقل و دانائی کی باتیں کرتا ہے یہ سب امور وہ تب انجام دیتا ہے جب ان کا عالم اور عامل ہے لہٰذا ثابت ہے کہ ذاکر کے لئے عالم ہونا پہلی شرط ہے جو ذاکر علم نہیں رکھتا وہ مقرر تو ہو سکتا ہے ذاکر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مقرر کے لئے بے باکی ذاکر کے لئے فراست درکار ہے مقرر کے لئے چرب زبان ہونا ذاکر کے لئے حلیم ہونا ضروری ہے مقرر کے لئے اعضاء جوارح کی حرکات و سکنات کا ہنر ضروری ہے ذاکر کے لئے ادب منبر سکون و اطمینان لازمی ہے۔ مقرر نعروں کے زور پر داد لیتا ہے' ذاکر علم و ندرت کلام کی بنیاد پر تحسین حاصل کرتا ہے مقرر لوگوں کے جذبات سے کھیلتا ہے' ذاکر جذبات و احساسات کا امین ہوتا ہے۔ غرض

ذاکر وہی ہے جو عالم ہے البتہ عالم کا ذاکر ہونا شرط نہیں۔ ماضی میں علامہ علی حائری' مولانا سبط حسن' حکیم مرتضیٰ حسین' علامہ کفایت حسین' مولانا سید محمد دہلوی' علامہ ابن حسن جارچوی' مولانا کمن صاحب' مولانا لقا علی حیدری' علامہ ضمیر الحسن نجفی' علامہ اطہر حسن زیدی' علامہ بشیر فاتح ٹیکسلا' مولانا اسماعیل دیوبندی' علامہ رشید ترابی' علامہ ذیشان جوادی' مولانا طاہر جرولی' علامہ عرفان حیدر عابدی' علامہ عباس حیدر عابدی' علامہ علی حسنین شیفتہ' علامہ احمد عباس نجفی وغیرہ وغیرہ وہ ذاکر تھے جو اپنی ذات میں علم کا مرکز' معلومات کا خزانہ حالات حاضرہ کے جانکار' تقاریر میں پر جوش روانی رکھنے والے اختلاف عقائد کے باوجود ملت اسلامیہ کے اتحاد کو قائم رکھنے والے' شجر طیبہ کی شاخیں اور پھول پتے تھے' موجودہ دور میں علامہ طالب جوہری' علامہ غضنفر عباس تونسوی' ڈاکٹر کلب صادق' علامہ میرزا اطہر لکھنو' علامہ گلفام ہاشمی' علامہ نسیم عباس رضوی' علامہ رضی جعفر نقوی' علامہ علامہ حسن ظفر نقوی' علامہ تاج الدین حیدری' علامہ شبیہ الحسن رضوی' علامہ اسد اریب' علامہ علی حسین قمی' پروفیسر مولانا تقی ہادی' علامہ عبدالحکیم بوترابی' علامہ ضمیر اختر نقوی' علامہ پروفیسر جعفر عباس نقوی' علامہ حافظ تصدق حسین' علامہ عباس کمیلی اور دیگر وہ ذاکرین ہیں جو کہ علم و ادب فلسفہ و منطق علم کلام اور اصول فقہ تاریخ و علوم دین و دنیا کے ماہر سمجھے جاتے ہیں اور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ذاکری کے تمام ہنر جانتے ہیں اور ذاکری صرف مردوں ہی کا خاصہ نہیں بلکہ خواتین اس میں پیش پیش ہیں اور خواتین کے بغیر یہ شعبہ کامل نہیں ہوتا بلکہ قدرت کا نظام عورت ہی کے پاکیزہ وجود سے چل رہا ہے جو کہ کہیں ماں ہے' کہیں زوجہ ہے' کہیں بہن ہے اور کہیں بیٹی کے روپ میں ہے اور اگر یہ صنف علم حاصل نہ کرے تو کہیں زوجہ موسیٰ بنتی ہے کہیں زوجہ لوطؑ اور کہیں جنگ و جدال کا مرکز۔ اگر عالمہ ہوں تو آسیہؑ و مریمؑ اور خدیجہؑ و زینبؑ بنتی ہیں اور جو خود علم ہوں وہ حضرت فاطمہ الزہراؑ بنتی ہیں اور جو فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی کنیز خاص ہوں وہ فضہؑ' ام ایمن اور اسماء بنتی ہیں اور جو ان سے دل کی گہرائیوں سے عقیدت و محبت رکھتی ہوں وہ مہر بانو محمودہ باقر' صغیر فاطمہ' بیگم بخاری' حضرتی بیگم' صبیحہ نقوی' شائستہ زیدی' نرگس خاتون' پروفیسر سکندر زہرا' صابرہ کاظمی' ملیکہ کاظمی' مہ لقا بنتی ہیں۔ محترمہ و معظمہ مہر بانو صاحبہ کا شمار ان ذکر کرنے والوں میں ہوتا ہے جو کہ

حسن خلق، اخلاق و کردار، تربیتِ اولاد، درسِ اخلاق، مسائل دینیہ کے حل میں مہارت رکھنے والی عالمہ ذاکرہ معلمہ محدثہ اور مفکرہ مشہور تھیں۔ آپ کی مجالس علم و عمل کا خزانہ اور فضائل و مصائب کی شہنشاہ ہوتی تھیں آپ بلا کی شاعرہ اور مجتہدہ تھیں آپ نے علامہ حسن رضا رضوی، علامہ باقر رضا رضوی جیسے سپوت بیٹے تربیت علم اور اخلاص کے پیکر اس قوم کو دیے۔ آپ کی مجالس خواتین میں مقبول عام تھیں۔ آپ نے نصف صدی سے زائد علم و عمل کے چراغ جلائے اور روشنی پھیلائی۔ آپ تقویٰ میں بلندی پر قائم تھیں آپ کے انتقال کی خبر عرفات کے میدان میں ملی جبکہ اس دن اللہ گناہوں کو ایسے معاف کر رہا ہوتا ہے جیسے ہوا ذرات کو اٹھا لیتی ہے۔ عرفات، منیٰ، مکہ، مدینہ تمام مقامات پر مرحومہ کے لئے مجالس کا اہتمام ہوا مرحومہ کے فرزند اکبر مولانا حسن رضا رضوی سے دنیا بھر کے علماء اور مومنین تعزیت کر رہے تھے راقم الحروف نے بھی مرحومہ کے ایصال ثواب کی مجلس پڑھ کر اپنے لئے زادِ راہ مہیا کرنے کی کوشش کی۔ دعا ہے کہ خداوند متعال مرحومہ ذاکرہ اہلبیت عالمہ علوم اہلبیت مہربانو صاحبہ کو جوار معصومین میں جگہ عنایت فرمائے اور نئی نسل کی ذاکرہ بہنوں کو ان کی سیرت پر چلنے ان کے مجلسی نکات کو مزید ندرت کے ساتھ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

ذاکرہ مہربانو
اہل دانش کی نظر میں

پروفیسر شائستہ زیدی

R-50 ' ڈیسنٹ ٹاؤن 'یونیورسٹی روڈ' کراچی

خواتین اور عزائے حسینؑ

پروفیسر شائستہ زیدی صاحبہ

ابتداء کروں گی سورہ توبہ کی آیات کے ترجمے سے فرمایا خداوند عالم نے

''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ یہ اچھائی کا حکم دیتے ہیں برائی سے منع کرتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں زکواۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں''۔

عزائے حسینؑ بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ واقعہ کربلا محض تاریخ کا ایک سانحہ نہیں۔ بلکہ ایک ایسا جہاد ہے جو ہر دور میں جاری رہتا ہے۔ اس واقعہ کی یاد اسلام کی بنیادی اقدار کو قائم رکھنے اور انسانی شعور کو ظلم کے خلاف اور عدل کے قیام کے لئے آگاہی وحوصلہ عطا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

مجالس ذکر حسینؑ میں نہ صرف امام عالی مقامؑ کی فکر وفلسفہ کا بیان ضروری ہے بلکہ مصائب کربلا بیان کرنا بھی مجالس کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس لئے کہ مصائب کا ذکر براہ راست انسان کے قلب اور جذبات کو متاثر کرتا ہے۔ ذکر حسینؑ امت مسلمہ کا سب سے گرانقدر فکری اور جذباتی سرمایہ ہے۔

اس سرمایہ کے تحفظ میں اور ذکر حسینؑ کی ترویج وتبلیغ میں خواتین نے بہت موثر کردار ادا کیا ہے۔ خواتین قوم کے ذہن اور کردار کی معمار ہوتی ہیں ہمارے درمیان ذکر حسینؑ کی روایت اتنی قوی ہونے کا ایک بڑا سبب ہی یہ ہے کہ بچہ آغوش مادر سے ماں کے رخساروں پر بہتے ہوئے

آنسوؤں سے محبت حسینؑ کا سبق سیکھتا ہے۔

بعد واقعہ کربلا ذکر حسینؑ کا آغاز ہی خواتین سے ہوا۔ یہ وہ روایت ہے جو خواتین کربلا نے قائم کی اور پھر ہر دور کی خواتین نے اس امانت کی حفاظت کی۔ ذکر حسینؑ تو بی بی زینبؑ کی وراثت ہے اور انسان کی بیداری کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ یوں تو مصائب کربلا کا ذکر امام عالی مقامؑ کی ولادت کے فوراً بعد جناب رسالتمآبؐ نے بھی فرمایا اور پھر جناب سیدہؑ جناب امیرالمومنینؑ سے منسوب بھی ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں آپ امام حسینؑ پر آنے والے مصائب کو تذکرہ کر کے گریہ فرماتے تھے۔ لیکن بعد کربلا جس طرح بی بی زینبؑ، حضرت ام کلثومؑ، حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ نے جس طرح یہ ذکر بلند کیا ہے اس نے نہ صرف واقعہ کربلا کو بلکہ دین اسلام کی اقدار کو ہمیشہ کے لئے دائم و قائم کر دیا۔

ہمارے تجزیے کے مطابق پہلی مجلس عزا جس کی گونج تاریخ میں سنائی دی ہے وہ ہے جب اہلبیت اطہارؑ کو قیدی بنا کر کربلا سے کوفہ لے جایا جا رہا تھا۔ بی بی زینبؑ کی نگاہیں سید سجادؑ کے روئے مبارک پر تھیں آپ نے دیکھا کہ امام کی کیفیت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ روح ابھی قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی۔ آپ نے خود کو اونٹ سے گرا دیا۔ بھتیجے کو تسلی دیتی ہیں اور پھر ایک لاشہ بے سر کے پاس پہنچیں۔ اپنے ہاتھوں کو اس جسم مبارک کے نیچے رکھا اور فرماتی ہیں۔ "اے اللہ کے رسولؐ زمین و آسمان کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں اور یہ آپ کا حسینؑ ہے۔ جس کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے۔ سرتن سے جدا کر دیا گیا۔ یہ آپ کے حسینؑ ہے۔ جس کا بدن صحرا میں پڑا ہوا ہے۔ جس پر ہوا خاک ڈال رہی ہے"۔

اس کے بعد فرماتی ہیں۔

"اے مادر گرامی! اے دختر خیر البشرؐ صحرائے کربلا پر ایک نظر ڈالئے اور اپنے لخت جگر کو دیکھئے اس کا سر نوک نیزہ پر اور اس کا بدن خاک و خون میں غلطاں ہے۔ اس صحرا میں آپ کا فرزند خاک پر پڑا ہے۔ اپنی بیٹیوں کو دیکھئے۔ ان کے خیمے جلا دیئے گئے۔ انہیں بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کیا گیا

اور قیدی بنایا گیا"

پھر سید الشہداء کی لاش سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں۔

"میں اس کے فدا جس کا لشکر دوشنبہ کے دن برباد ہوا۔ میں اس کے قربان جس کے خیموں کی رسیاں کاٹی گئیں۔ اس کے صدقے جو نہ گم ہوا ہے کہ اس کے لوٹنے کی امید کی جا سکے۔ نہ زخمی ہوا کہ اس کے صحت یاب ہونے کی توقع ہو اس کے فدا جو رنجیدہ خاطر شکستہ دل اور تشنہ لب شہید کیا گیا۔ اس کے قربان جس کی ڈاڑھی سے خون رواں تھا۔ اس کے قربان جس کے جد رسولؐ خدا ہیں اور وہ محمد مصطفیٰؐ خدیجۃ الکبریٰؑ علی مرتضیٰؑ اور سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ کا فرزند ہے"۔

اس کے بعد اصحاب رسولؐ کے لاشوں کو مخاطب فرماتی ہیں۔

"افسوس آج میرے جد رسولؐ خدا دنیا میں موجود نہیں اے اصحاب رسولؐ یہ رسولؐ کی ذریت ہے جس کو اسیروں کی طرح لے جایا جا رہا ہے"۔

یہ پہلی مجلس عزا تھی جو زمین مقتل پر لاشہ ہائے شہداء کے درمیان جناب زینبؑ نے برپا کی۔

ہم دوسری اہم مجلس عزا کا تعین کرنا چاہیں تو تاریخیں ہمیں اس وقت کو یاد دلاتی ہیں جب قبیلہ بنی اسد کی خواتین دریائے فرات پر پانی بھرنے آتی ہیں اور انہوں نے دیکھا کہ بہت سی تازہ قبریں بنی ہوئی ہیں اور کچھ لاشہ ہائے بے سر بے گور و کفن پڑے ہیں۔ سمجھ گئیں کیا ہو گیا۔ امام حسینؑ کا قافلہ ان کی بستی سے گزرا تھا۔ پس وہیں اپنے برتن پھینک کر روتی ہوئی اپنے گھروں کو جاتی ہیں اور مردوں کو شرمندہ کرتی ہیں کہ افسوس رسولؐ کا نواسہ ہمارے قریب شہید ہو گیا اور ہم نے اس کی کوئی مدد نہیں کی اب کم از کم ان کی لاشیں دفنا دیں مرد ہچکچانے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابن زیاد کی فوج آ جائے اور سب قتل کر دیے جائیں۔ عورتوں نے بیلچے اٹھائے ان کی پیچھے پیچھے بچے بھی شرمندہ اٹھائے ہوئے روانہ ہوئے۔ مردوں نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے میدان کربلا کی طرف چل دیے تا کہ لاشہ ہائے شہداء کو دفنا سکیں۔ بنی اسد کی عورتوں بچوں اور مردوں کی آمد کو ہم دوسری مجلس عزائے حسینؑ کا نام دے سکتے ہیں جس کی بانی بنو اسد کی خواتین تھیں۔

اب ذکر حسینؑ کی روایت آگے بڑھتی ہے۔ بی بی زینبؑ جناب ام کلثومؑ اور حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ کے جو خطابات ہمیں بازار کوفہ میں دربار ابن زیاد میں بازار دمشق میں اور دربار یزید میں ملتے ہیں ذکر حسینؑ کی انقلابی قوت کے مظہر ہیں۔ بازاروں اور درباروں میں بلند ہونے والی احتجاج کی آوازیں نے ہی امت مسلمہ کو ظلم سے سمجھوتہ نہ کرنے کا ہر دور میں سبق دیا ہے۔ یہ بیبیوں کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طاقت تھی کہ ظالموں کے حوصلے ٹوٹتے چلے گئے جو لوگ قتل حسینؑ پر فخر کر رہے تھے آستینوں کا لہو چھپانے لگے۔ ابن زیاد نے عمر سعد سے وہ خط واپس مانگا جو اس نے غالباً آٹھ محرم شمر کے ہاتھ روانہ کیا تھا اور نو محرم کو عمر سعد کو ملا تھا اور عمر سعد نے بہانہ بنایا کہ وہ میرے پاس سے کہیں کھو گیا۔ اور یزید یہ بہانہ بنانے لگا کہ یہ سب ابن زیاد کی حرکت ہے ورنہ حسینؑ اگر میرے پاس آجاتے تو میں یہ نہ کرتا"۔

سوچنے کی بات ہے کہ اگر قتل حسینؑ کا یزید ذمہ دار نہیں تھا تو اہل حرم کی اسیری کا کون ذمہ دار تھا اور پھر واقعہ کربلا کے بعد واقعہ حرہ اور خانہ خدا پر سنگباری کس کی ذمہ داری تھی؟ دراصل یزید کا یہ کہنا کہ قتل حسینؑ کا ذمہ داری ابن زیاد ہے اس بات کا ثبوت ہے کہ یزید ہار چکا ہے اب اس کی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ جناب زینبؑ یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ ہم اپنے شہدائے کو جی بھر کے نہیں رو سکے ہمیں ایک جگہ دی جائے جہاں ہم اپنے شہداء کا ماتم کر سکیں اور یزید مجبور ہے کہ اپنے محل کے ہی ایک حصے کو اس مجلس عزاء کے لئے مخصوص کر دے۔ نہ صرف اسیران کربلا اپنے پیاروں کا ماتم کرتے ہیں بلکہ دمشق کی ایک خاتون آزادانہ بی بی زینبؑ کو امام کا پرسہ دینے کے لئے آتی ہے۔

عزائے حسینؑ کی روایت دین اسلام کی بقا کے لئے کتنی بنیادی اہمیت رکھتی ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ترکے میں سے ایک خاص رقم اس بات کے لئے مخصوص کر دی تھی کہ میدان منیٰ میں مراسم حج مکمل ہونے کے بعد مجلس عزائے حسینؑ برپا کی جائے۔

قافلہ حسینیؑ کے مدینہ منورہ واپس آنے پر پھر ہمیں بیبیوں کی آوازیں آتی ہیں جب قافلہ

مدینے کے پاس پہنچا اور جناب ام کلثومؑ کی نظر مسجد نبوی پر پڑی تو بے اختیار آپ نے فرمایا۔

"اے ہمارے نانا کے مدینے ہمیں قبول نہ کر ہم جب گئے تھے تو ہمارے سروں پر وارثوں کا سایہ تھا اور ہماری گودیں بچوں سے آباد تھیں اور اب اس حال میں واپس آئے ہیں کہ نہ سر پر وارثوں کا سایہ ہے نہ گودیں بچوں سے آباد ہیں"۔

جب قافلے کے مدینے آنے کی خبر آل رسولؐ کے گھروں میں پہنچی تو ام لقمان بنت عقیل بن ابو طالب مع چند خواتین گھر سے بے تابانہ نکلیں اور نوحہ پڑھ رہی تھیں۔

"اے قوم ستمگر قیامت کے دن اپنے نبی کو کیا جواب دو گے جس وقت وہ تم سے کہیں گے کہ میرے بعد تم نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا جو خیر خواہی اور نصیحت میں نے تمھیں کی تھیں کیا اس کی یہی جزا تھی"۔

اور پھر اس وقت کی یاد آج بھی انسان کا کلیجہ ہلا رہی ہے جب نبی زادیاں روضہ رسولؐ میں داخل ہوئیں اور نبی کے روضے پر ان کے نواسے کی مجلس عزا برپا ہوئی۔

ہماری مجالس عزا بھی ان ہی مجلسوں کی وراثت ہیں اس زمانے میں جب خواتین کے لئے اسکول یا کالج کی تعلیم کا رواج نہیں ہوا تھا خواتین گھروں میں رہ کر بھی اردو اور ابتدائی فارسی اس حد تک ضرور سیکھ لیتی ہیں کہ سوز خوانی اور مرثیہ خوانی کر سکیں میں نے اپنے بچپن میں اپنی بزرگ خواتین کو مجلسیں پڑھتے سنا ہے اور ان کا تلفظ اور الفاظ کی ادائیگی اتنی صحیح ہوتی تھی کہ آج کل یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آج کل تو خیر تلفظ کی ہجوں کی غلطیاں اس قدر عام ہو چکی ہیں کہ یقین ہی نہیں آتا کہ ان کے کانوں میں ماؤں کی گودوں سے ہی میر انیس اور مرزا دبیر کے مرثیوں کی آوازیں آئی ہوں گی۔ اس زمانے میں حدیث بھی کتابوں سے پڑھی جاتی تھی۔ "مجالس خواتین" اور "چہل مجلس" وغیرہ ہر گھر میں لازمی موجود ہوتی تھیں۔ جب زنانی تقریر کا زمانہ آیا تو ذاکرات نے بھی یہ ہمت کی کہ منبر یا کرسی پر بیٹھ کر تقریر کریں خدا بے حساب اجر عطا کرے ہماری پہلی نسل کی ذاکرات کو کہ انہیں نہ اسکول کالج جانے کا موقع ملا تھا نہ تقریر کرنے

کی ٹریننگ لیکن انہوں نے ذاتی مطالعہ کی بناء پر بہترین مجلسیں پڑھیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ کالجوں یونیورسٹی سے فارغ التحصیل خواتین نے بھی یہ محسوس کیا کہ ذکر حسینؑ سے بڑی سعادت دنیا میں اور کوئی نہیں۔

کراچی کی ذاکرات میں ایک بہت پیارا نام مہربانو آپا کا بھی ہے جو ایک بہت اچھی ذاکرہ ہی نہیں بلکہ بیحد اچھی انسان تھیں۔ بیحد نرم دل' مخلص' خاکسار' حلیم الطبع' کسی کی برائی سے کوئی مطلب نہیں۔ کوئی ذاتی انا' تکبر کبھی پاس نہیں آیا۔ ہمارے سامعین ذاکرین کا اس قدر ادب احترام بجالاتے ہیں کہ بعض ذاکرین VVIP سلوک کو اپنا حق سمجھنے لگتے ہیں اور ان کی تمام حرکات وسکنات اس وقت کی گواہی دے رہی ہوتی ہیں کہ وہ خود کو خدا کی غیر معمولی مخلوق سمجھتے ہیں۔ لیکن سامعین کا سارا عزت واحترام مہربانو آپا کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ وہ مجلس پڑھتی ہی نہیں تھیں بلکہ اسی خشوع وخضوع سے دیگر ذاکرات کی مجالس سننے بھی جایا کرتی تھیں۔ میں نے اکثر انہیں اپنے سے بہت جونیئر ذاکرات کی مجلس نہ صرف سنتے دیکھا بلکہ کاغذ قلم لئے نوٹس لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ منکسر المزاجی ان ہی کا حصہ تھی اور شاید ان ہی کے ساتھ چلی گئی۔

اکثر مجالس میں یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ مجلس میں تو گریہ کی شدت ہمارے محاورے کے مطابق پٹس پڑی ہوئی ہے اور ذاکرہ آخر میں بالکل سوکھی آنکھیں لئے منبر سے اتر آئے۔ مہربانو آپا سامعین سے زیادہ خود رویا کرتی تھیں۔ مصائب پڑھتے میں مستقل ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے۔ مجھ سے لوگوں کو یہ شکایت عام ہے کہ میں سامعین کو رلاتی نہیں۔ مسلم بھائی' (مسلم چاندو) کے گھر میں عشرہ محرم کی دو مجالس پڑھتی تھی۔ مہربانو آپا ان مجالس میں بڑی پابندی سے آیا کرتی تھیں اور میری تقریر کے دوران ان کے مستقل آنسو بہتے رہتے تھے۔ بعض اوقات تو شدت گریہ سے یہ حال ہو جاتا کہ زیارت کے لئے بھی بمشکل کھڑی ہو پاتی تھیں۔

بی بی سیدہؑ ان پر خلوص آنسوؤں کا بے حساب اجر عطا فرمائیں اور خدا قیامت میں شہزادیوں کے سائے میں انہیں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

یادگار ذاکرہ

پروفیسر سید نصرت علی زیدی
پرنسپل فاطمیہ ڈگری کالج، کراچی

مرحومہ ذاکرہ مہربانو باجی ہمارے شہر کی مومنات کے درمیان کسی تعارف کی محتاج نہیں کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں طویل عرصے تک منبر سے ذکر حسینؑ کی خدمت کی ہے۔

اب سے تقریباً 40 سال پہلے جب میں گیارہ، بارہ سال کا تھا اس وقت لائنز ایریا میں ظہیر حسن صاحب کے گھر پر ہر سال "زنانہ عشرہ مجالس" منعقد ہوتا تھا۔ اس عشرے میں ہر روز اس زمانے کی مشہور و معروف مختلف ذاکرات خطاب کرتی تھیں۔ ان چند مشہور و معروف ذاکرات میں جہاں محمودہ باقر صاحبہ، بتول ترابی صاحبہ، صغیر فاطمہ صاحبہ اور صادقہ بیگم صاحبہ شامل ہیں، وہاں ذاکرہ مہربانو صاحبہ کا نام بھی سرفہرست ہے۔

چونکہ ظہیر حسن صاحب جن کے گھر پر یہ مجلس برپا ہوتی تھیں ان کے بیٹے سے میری سلام دعا تھی اس ہی حوالے سے مجھے بھی یہ مجالس سننے کا موقع ملتا تھا۔ جبکہ ان مجالس کے علاوہ مجھے ذاکرہ مہربانو صاحبہ کی مجالس سننے کا موقع محفل شاہ خراسان کی مجالس میں بھی ہوتا تھا۔

ذاکرہ مہربانو صاحبہ نے اپنی مجالس میں جن دو موضوعات کو ترجیح دی ہوئی تھی ان میں ایک موضوع عزاداری کی اہمیت ہے اور دوسرا موضوع محبت محمدؐ و آل محمد تھا۔

ذاکرہ مہربانو صاحبہ کی بہترین تربیت اور محبت محمدؐ و آل محمد کا ثمر یہ ہے کہ آج بھی ان کے بعد ان کے دو بیٹے مولانا سید حسن رضا رضوی اور پروفیسر سید باقر رضا رضوی ذاکری کے ذریعے ذکر حسینؑ کی خدمت کرتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ رب العزت چہاردہ معصومینؑ کے طفیل میں مرحومہ کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے۔

مہر بانو باجی

پروفیسر نسرین نقوی صاحبہ

یہ وہ نام ہے کہ جس کے ذہن میں آتے ہی ایک نورانی، دردمند اور شفیق چہرہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ میرا تعلق ان سے ذاکری کے عنوان سے ہوا میں ان کو اپنی والدہ کے گھر ماہِ محرم کی مجالس میں ذاکری کے لئے لایا لے جایا کرتی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کمسن خواتین میں ذاکری کا شوق اجاگر نہ ہوا تھا اور خواتین ذاکرہ بھی مشکل سے چند ایک ہی تھیں اس وقت مہر بانو باجی ایک ذمہ دار گھریلو خاتون تھیں جن کے کاندھوں پر گھر کے فرائض کے علاوہ دو معصوم بچوں کی پرورش کی بھرپور ذمہ داریاں بھی شامل تھیں لیکن اس کٹھن اور مشکل دور میں بھی انہوں نے بی بیؑ کو پرسہ دینے کے فرض کو بڑے خلوص و احترام سے نبھایا۔

وہ نامِ حسینؑ پر فدا ہونے والی خاتون تھیں اور حالات کے ظلم و ستم سے مقابلے کا بھرپور حوصلہ کربلا والوں سے ملا تھا۔

تمام جبر و الم میں بھی مسکراتی ہوں
سہارا دیتی ہے روداد کربلا مجھ کو

وہ ہمیشہ بہت خلوص کے ساتھ عزاخانے میں داخل ہوتی تھیں مجھ کو محسوس ہوتا تھا کہ ان کے آتے ہی فرشِ عزا پر ایک رونق آجاتی تھی شاید بی بیؑ بھی ان کو خوش آمدید کہتی ہوں گی۔ مجلس وہ ہمیشہ بہت جذبے اور خلوص و عقیدت سے پڑھتی تھیں نامِ حسینؑ اور ذکرِ کربلا آتے ہی ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہوجاتے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ عزاداروں پر بھی رقت طاری ہوجاتی اور باوجود اپنی دل کی بیماری و ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود وہ آخری وقت تک یہ خدمت انجام دیتی رہیں۔

آج وہ ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ وہ کتنی خوش نصیب ماں کی بیٹی تھیں شاید یہ ان کی ماں کی دعائیں تھیں کہ وہ ذاکرہ حسینؑ کے اس اعلیٰ مرتبے پر پہنچیں میری نظروں میں وہ......

ایک اچھی بیٹی تھیں

نیک اور فرمانبردار بیوی تھیں

بے حد شفیق ماں تھیں

ایک بیٹی کی مانند بہو تھیں

محبت اور عزت دینے والی ساس تھیں اور وہ بھی مثالی ساس جن کے لئے بہویں بیٹیوں کی طرح روئیں اور ان کی جدائی کا سوگ منایا۔

میں صغریٰ باجی کے لئے اپنی گفتگو کو ان الفاظ پر ختم کرتی ہوں کہ خدا ہم سب کو ان کے جیسا صبر و تحمل، عادات و کردار عطا فرمائے (آمین)

خوبصورت اور خوب سیرت مہربانو آپا

ڈاکٹر حبیبہ حسن صاحبہ (چائلڈ اسپیشلسٹ)

مہربانو آپا کی برسی کے موقع پر ان کا مسکراتا ہوا چہرہ یاد آتا ہے۔ مہربانو آپا ہر محفل میں نمایاں نظر آتی تھیں عمر رسیدہ ہونے کے باوجود وہ خوبصورت اور خوب سیرت تھیں۔ بڑی محبت سے ہمیشہ لپک کر ملتی تھیں۔ بزم آمنہ کی سرگرم کارکن تھیں اور ہر کام میں بھرپور حصہ لیتی تھیں میں ان سے متعارف ہوئی جب اورنگی اور لیاقت آباد میں تقریباً پچیس سال قبل فسادات ہوئے تھے اور امدادی کام کی ضرورت محسوس ہوئی اور بزم آمنہ تشکیل میں آئی۔ چند لوگ جنہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں مہربانو آپا شامل ہیں۔

مہربانو آپا کی چند ہی مجلسیں میں نے سنیں۔ میں اس زمانے کی خواتین ذاکرین کی داد دیتی ہوں کیونکہ وہ گھر کی پڑھی لکھی خواتین تھیں جن کا تقریر کا ماضی نہیں تھا مگر اہلبیت کی محبت، زبان پر عبور اور اپنی کوششوں سے زبانی مجلسیں پڑھنے لگیں۔ مہربانو آپا نے تو پچاس برس اہل بیتؑ کی اس طرح خدمت کی۔ اب ہم میں نہیں ہیں مگر آپ کی نیکیاں اور خدمت اہل بیتؑ نے انہیں ضرور بلند درجے دیے ہوں گے۔

موت ان کے محبوں کو آتی نہیں

صابر حسین علوی
(المعروف ایس ایچ علوی)

کل نفس ذائقہ الموت ہر ایک نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ موت بظاہر تلخ حقیقت جبکہ قرآن وسنت کی روشنی میں غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ موت نعمت عظمیٰ ہے جو دار العمل کے نشیب وفراز زندگی کے شب وروز کی آزمائشوں اور کٹھن مراحل سے دار الجزا کی طرف لے جاتی ہے جو کہ مومن کا اصل مقام ہے۔ دنیا اور اس کی ہر ایک شے فانی ہے نفس مادی بھی دنیا کی ہر ایک شے کی طرح فانی ہے اور موت آجانے پر اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ جبکہ روح امر ربی ہونے کی وجہ سے بقا کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ جہاں سے دنیاوی زندگی کا اختتام ہوتا ہے وہاں سے عالم برزخ کی زندگی کی ابتداء ہو جاتی ہے جس کا اختتام میزان عدل سے وابستہ ہے وہ محشر کا روز کہ جب تمام نفوس کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور حساب کتاب کے لئے پیش کیا جائے گا۔ عالم برزخ میں روح اپنے اعمال کی بدولت جزا اور سزا میں رہتی ہے۔ نفس کی موت اور روح کی حیات برزخی کے باوجود مرنے والے کو مردوں میں ہی شمار کیا جاتا ہے ماسوائے ان لوگوں کے جو راہ حق میں شہید ہو جاتے ہیں شہداء کی موت کو بھی زندگی قرار دیا گیا ہے یہ جزا کا افضل ترین مقام ہے جو راہ حق میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کے لئے نشان حیدر سے کم نہیں ہے۔ خالق اکبر نے اپنی تمام مخلوق میں سے سب سے اعلیٰ و برتر معصوم مخلوق اہلبیت محمدؐ سے مودت کرنے والوں کے لئے بھی یہ جزا کا بلند مقام قرار دیا ہے۔ جو کوئی مودت آل محمدؐ میں مرتا ہے وہ شہید ہے وہ چاہے میدان کارزار میں راہ حق میں قتل ہو جائے یا بستر مرگ پر اسے موت آجائے مودت آل محمد کی

بدولت مومن کی جزا کی ابتداء شہادت کے پہلے درجے سے شروع ہوتی ہے۔ یہ بلند درجہ عام مومن کے لئے ہے اور جو لوگ مومنیت کی بقا کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں مشن محمدؐ و آل محمدؐ کی ترویج کرتے ہیں' مودت کی خوشبو گلستان زیست میں پھیلا کر کائنات عالم اور مجالس کو معطر کرتے ہیں توحید و رسالت کا پیغام اپنے خوبصورت الفاظ سے اور سحر انگیز شخصیت سے لوگوں کے دل و دماغ میں اتارتے ہیں ایسے مخصوص مومنین و مومنات کی زندگی قابل فخر اور قابل تقلید ہوتی ہے جب کہ ان کی موت دارالجزا کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے وادیٔ حسینؑ سے ہوتے ہوئے جاگیر حسینؑ کی بہشت میں اترتے ہیں۔ موت آنے کے باوجود زندہ ہوتے ہیں۔ نہ صرف اپنے چاہنے والوں کے دل و دماغ میں بلکہ اپنے کردار کی بدولت ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کی زندگی کو ایسی زندگی قرار دیا ہے جس کا شعور انسان کو نہیں ہے یعنی ان کے نفوس کو بھی مردہ قرار نہیں دیا جس کی صدقہ دلیل میں تاریخ انسانی میں ان گنت واقعات ملتے ہیں۔ آپ کربلا کے سپاہی حر کی مثال ہی کو لے لیجئے جب جابر عباسی خلیفہ نے شہدائے کربلا کے انجام کو دیکھنے کے لئے شہدائے کربلا کی قبروں کو کھولنا چاہا تو اس کے وزیر نے اسے مشورہ دیا کہ اس گناہ کبیرہ سے تو اگر باز نہیں آتا تو پھر سب سے پہلے کربلا کے ادنیٰ شہید کی قبر کو کھول کر اس کے وجود کا مطالعہ کرلے۔ جب حضرت حرؑ کی قبر کو کھولا گیا تو ہر طرف خوشبو پھیل گئی۔ آپ کا وجود تر و تازہ حتیٰ کہ زخم بھی ہرے تھے۔ آپ کی پیشانی پر ایک سرخ رومال بندھا ہوا تھا جسے کھولا گیا تو سر مبارک سے تازہ لہو رسنے لگا ہر طرح کی تدبیروں اور کوششوں سے جب یہ رستا ہوا لہو بند نہ ہوا تو بالآخر دوبارہ اسی رومال سے باندھ دیا گیا جس کے بعد لہو رسنا بند ہو گیا۔ بادشاہ اپنی جہالت اور متعصبانہ سوچ پر شرمسار ہوا اور دیگر شہدا کی قبریں کھولنے سے باز آ گیا۔

شہدائے کربلا کی قربانیوں کا مقصد دین اسلام کو زندہ رکھنا تھا امام حسین علیہ السلام نے اسلام کو اس وقت نئی زندگی بخشی جب اسلام آخری سانسیں لے رہا تھا یزید نے شیطان کی اطاعت میں اندھا ہو کر اسلام کا نقشہ بدلنے کی بھرپور کوشش کی جسے کربلا نے حرف غلط کی طرح مٹا دیا آج بھی

اسلام کی زندگی اور بقاذ کر حسینؑ میں پوشیدہ ہے۔ جو لوگ ذکر امام حسینؑ اور کربلا کو اپنے ذکر و فکر اور عملی کوششوں سے زندہ رکھے ہوئے ہیں ان کو جب بحکم ربی موت آتی ہے تو وہ مر کر بھی مرتے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی زندگی بخشی ہے جسے بقا حاصل ہے۔ ان کی موت شہادت کی اعلیٰ موت ہے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ہر وہ شخص شہید ہے جو دین اسلام کی سربلندی کے لئے سعی و کوشش کرتا ہے وہ چاہے میدان کارزار میں لڑتا ہوا مارا جائے یا بستر مرگ پر اسے موت آ جائے۔

محترمہ ذاکرہ مہربانو صاحبہ کی زندگی کے شب و روز بھی توحید و رسالت کی تبلیغ اور شہدائے کربلا کے مقاصد اور ان کی قربانیوں کو زندہ رکھنے میں گزرے۔ محترمہ ذاکرہ مہربانو صاحبہ نے مودت آل محمدؐ کی خوشبو ہر خاص و عام میں تقسیم کی دل و دماغ کو غم حسینؑ سے معطر کیا ذکر حسینؑ قوم کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں تک پہنچایا بلکہ ان کے دل و دماغ پر نقش کر دیا۔ ان ماؤں بہنوں کی گود میں درس کربلا سیکھنے والے نونہال آج اسلام کے سپاہی اور عزاداری امام حسینؑ کے علمدار ہیں مجلس شہدؑ سے درس کربلا لینے والی معصوم بچیاں آج سنت بنت زہراؑ کی تکمیل میں غم حسینؑ کو بقا بخشے ہوئے ہیں۔ یہ ان کی بدولت ہے جو آج ہم میں موجود نہیں مگر ان کا پیغام اور ان کی مقدس یاد دلوں میں زندہ ہے۔

زندہ وہی رہا جو رہا کربلا کے ساتھ
تصدیق چاہتے ہو اگر حرؑ سے پوچھ لو

ہندوستان کی تاریخِ عزاداری میں خواتین کا حصہ

سیّد ارتضٰی عباس نقوی

عزاداری کی تاریخ میں خواتین کا کردار ہمیشہ سے مرکزی رہا ہے۔ سوز خوانی، خطابت، ماتم داری، روضہ خوانی اور امام باڑوں اور کربلاؤں کی تعمیر وغیرہ میں خواتین ہمیشہ آگے رہیں۔ ''عزا'' کا بھی عورت سے ایک خاص تعلق ہے مرد سے زیادہ کرب اور درد کو عورت محسوس کرتی ہے۔ ایام عزا میں خصوصاً عشرہ اولیٰ میں زنانی مجالس کی تعداد مردانی مجالس سے زیادہ ہوتی ہے۔ جناب سیدہؑ نے سب سے پہلے جنت البقیع میں بیت الحزن قائم کر کے پہلے امام باڑے کی بنا ڈالی۔ پھر جناب زینبؑ اس سفینۂ عزا کو لے کر چلیں اور بعدِ کربلا پُر خار اور بے آب و گیا صحرا کا سفر یتیم اور بے وارث بچوں اور عورتوں کے ساتھ کس طرح طے کیا اس کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔

۱۲ محرم کی رات زنِ نصرانیہ کا کربلا میں آنا اور شہداء کے لاشے بنو اسد کے ساتھ مل کر دفن کروانا اور پھر خورشید بانو کا اپنی چالیس کنیزوں کے ساتھ بال کھول کر ماتم کرنا اور اتنا ماتم کرنا کہ بال بھی امامؑ پر قربان کر دینا اور پھر ایک مومن کے ساتھ جا کر کربلا میں سر امام حسینؑ کو دفن کرنا اسی سلسلۂ عزا کی ایک کڑی ہیں۔

عزداری کے آداب شہزادی زینبؑ نے سکھائے اور شہزادی اُم کلثوم، جناب رباب، جناب ام لیلیٰ، جناب فضہؑ، جناب عقیلؑ کی بیٹیاں، جناب امیرؑ کی بیٹیاں اور نواسیاں آپ کے ساتھ ساتھ شریکِ عزا رہیں اور مدینہ میں جناب ام سلمہؑ، جناب ام البنینؑ، جناب فاطمہ صغراؑ، ام لقمانؑ بنت عقیلؑ، ام ہانیؑ بنت عقیلؑ، زینبؑ بنت عقیلؑ وغیرہ کے نام عزاداری کے حوالے سے مقاتل میں موجود ہیں جنھوں نے قافلۂ کربلا کی مدینے میں آمد پر پُرسہ دیا تھا اس موضوع پر لکھنے کے لیے ضخیم کتاب درکار ہے اور حقیقت میں ایسی کتاب کی کمی بھی محسوس کی جا رہی ہے۔

چونکہ ہمکو یہاں ہندوستان میں خواتین کی خدمات عزاداری کے موضوع پر گفتگو کرنی ہے

اس لیے ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

کلثوم بیگم اور ابن کلثوم سلطان محمد قطب شاہ کی بیٹیاں تھیں۔ ان کی قبروں پر پنجتن پاکؑ کے نام لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ آیات قرآنی اور آیت الکرسی کندہ ہے۔ تصویر میرے پاس محفوظ ہے۔ دونوں بہت خلوص سے مجلسیں منعقد کرتی تھیں۔

اسی طرح سلطان محمد امین کی دختر فاطمہ سلطان کی قبر دکن میں مقابر شاہان گولکنڈہ میں واقع ہے۔ ۱۰۳۵ھ میں وفات ہوئی۔ بہت انہماک سے عزاداری کرتی تھیں۔ قبر پر نادِ علی اور "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ حقاً حقاً " کے الفاظ کندہ ہیں۔ فوٹو میرے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

حیات بخش بیگم سلطان محمد قلی کی دختر، محمد قطب شاہ کی بیوی اور عبداللہ قطب شاہ کی ماں تھیں ۱۰۱۶ھ میں شادی ہوئی۔ حسینی علم، بی بی کا علم، بی بی کا چشمہ اور لنگر انہی بیگم کی یادگاریں ہیں۔ ۱۰۷۷ھ میں وفات ہوئی۔ مقبرے پر نادِ علی لکھی ہے۔

فاطمہ خانم عبداللہ قطب شاہ کی بیٹی تھیں اور بہت خلوص سے عزاداری کرتی تھیں۔ ۱۰۷۷ھ میں وفات ہوئی۔ قبر پر "اللہ، محمدؐ، علیؑ" جلی حروف میں لکھا ہے۔ چار سو سال پرانے کتبے آج بھی محفوظ ہیں۔ فوٹو میرے پاس ہے۔

چندا بی بی عرف مہ لقا بائی حیدر آباد دکن کی مشہور سوز خوانی تھیں۔ جہاں خدا نے انتہائی حسین و جمیل بنایا تھا وہیں آواز بھی خداداد تھی۔ ان کی سوز خوانی سننے کے لیے دور دور سے لوگ آیا کرتے تھے۔ بادشاہِ وقت کی بیگمات بھی شرکت کرتی تھیں۔ مہ لقا بائی نے اپنے محل میں ایک عزاخانہ بھی بنوایا تھا جہاں صرف سیاہ لباس پہن کے جانے کی اجازت تھی۔

عزاخانے میں قیمتی علم اور پنجے تھے۔ شہر کے مشہور سوز خوان سوز خوانی کرتے تھے کبھی کبھی آپ خود بھی سوز خوانی کرتی تھیں۔ ۱۳ رجب کو جشن کا اہتمام کرتی تھیں اور مومنین میں طرح طرح کے نفیس اور عمدہ کھانے تقسیم ہوتے تھے۔ سوز خوانی میں خوشحال خاں کی شاگرد تھیں۔ وقت کی بہت

پابند تھیں۔ روزانہ صبح بیدار ہوتی تھیں۔ بعدِ وضو نماز پڑھا کرتی تھیں اور صحیفۂ کاملہ کی تلاوت کیا کرتی تھیں۔ روضۃ الصفا، حبیب السیر، جلاء العیون اور نادر نامہ کا شوق سے مطالعہ کرتی تھیں۔ شاعری بھی کرتی تھیں۔ ''گلزار مہ لقابائی'' کے نام سے دیوان چھپ چکا ہے۔ چندا تخلص کرتی تھیں۔ غزل کے ہر مقطعے میں حضرت علیؑ سے دعا کی ہے۔ ایک شعر دیکھیے۔

یا علیؑ حشر میں دو چندا کو
آبِ کوثر کی خوشگوار شراب

مہ لقابائی نے تمام عمر عزاداری کر کے ۱۲۴۰ھ میں انتقال کیا اور کوہِ شریف (دکن) میں دفن ہوئیں کوہِ شریف پر ان کا بنایا ہوا عاشور خانہ اب تک موجود ہے۔

حضرت جہاں پرور بیگم کے محل میں ہمیشہ ایامِ عزا میں عزاداری اور تعزیہ داری ہوتی تھیں اور خود نواب سکندر جاہ بہادر (دکن) بھی کبھی کبھی شرکت فرماتے تھے۔

مراد علی خان بھی دکن کے مشہور سوز خوان تھے۔ نواب مکرم الدولہ، نواب بہرام الدولہ اور نواب سالار جنگ کی بیگمات کی خادمات سوز خوانی میں ان کی شاگرد تھیں۔ جب نواب فیاض علی خاں کی دعوت پر مرزا دبیرؔ کے بیٹے مرزا اوجؔ اور مرزا اوجؔ کے داماد نواب اچھے صاحب سوز خواں بھی تشریف لائے تو نواب فیاض علی خاں کی بی بی نے نواب مکرم الدولہ کی بیگم سے اجازت لیکر ان کی خادمات کو نواب اچھے صاحب سوز خوان سے سوز خوانی کی تعلیم دلوائی تھی۔

مہر النساء جو بعد میں ملکہ نور جہاں مشہور ہوئیں پہلے علی قلی شیر افگن کی بیوی تھیں۔ شیر افگن علی قلی سے مہر النساء کو حاصل کرنے کے لیے جہانگیر نے اسے قتل کر دیا تھا۔ جب بنگال میں شیر افگن کی حکومت تھی تو مہر النساء نے ڈھاکہ میں ایک امام باڑہ بنوایا تھا جس کا نام ''حسینی دالان'' رکھا۔ جو آج بھی موجود ہے۔ شیر افگن کے قتل کے بعد جہانگیر نے مہر النساء سے شادی کر لی اور مہر النساء ''نور جہاں'' بن گئی۔ نور جہاں مذہباً شیعہ تھیں۔ انھوں نے جہانگیر کی شراب نوشی کو بہت حد تک کم کروا دیا تھا۔ جب سنی علماء نے مل کر جہانگیر کو بہکایا اور قاضی نور اللہ شوستری کو شہید کرا دیا تو نور

جہاں ہی تھیں جنھوں نے شہیدِ ثالث کے قتل کا بدلہ لیا تھا۔ جن سنی علماء نے شہید ثالث کے قتل کی سازش کی تھی انھیں نور جہاں کی طرف سے دعوت پر مدعو کیا گیا۔ ان سب کو اچھے اچھے کھانے کھلائے گئے۔ مشروبات سے تواضع کی گئی۔ جب وہ زود خوری سے مست ہو گئے تو پردے کے پیچھے چھپے ہوئے حبشی غلام نکلے اور پے تلے ہاتھوں سے ان کا کام تمام کیا اور سب کی لاشیں جمنا کے کنارے پھنکوا دی گئیں۔ بعض مورخین نے لکھا ہے جہاں سنی علماء کی دعوت ہوئی تھی وہاں کی چھت ان پر گروا دی گئی بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ بارود سے وہ کمرہ اُڑا دیا گیا۔ لیکن اصل بات تو یہی ہے کہ شہید ثالث کے بے گناہ قتل کا بدلہ لینے کے لیے قدرت نے ایک خاتون کو چنا اور یہ سعادت نور جہاں کو حاصل ہوئی۔

زیب النساء اورنگزیب کی یگانہ عصر بیٹی تھی اور شیعہ تھی۔ مولانا آغا مہدی صاحب نے اس کی سوانح لکھی ہے۔ ناصر علی سرہندی کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ جب اس کو زیب النساء کا مصرعہ "از ہم نمی شود ز حلاوت جدا لبم" اس پر مصرعہ لگانا واقعی مشکل تھا مگر ناصر علی کے منہ سے برجستہ نکل گیا۔ "گویا رسید بر لب زیب النساء لبم" اس کو سن کر زیب النساء آگ بگولہ ہوگئی مگر گستاخی کے ساتھ ناصر علی کی حاضر جوابی اور مہارت نظر انداز نہ ہو سکی۔ زیب النساء نے ایک شعر لکھ کر ناصر علی کو معاف کر دیا۔

ناصر علی بنام علی بردئی پناہ
ورنہ بذو لفقار علی سر بریدہ ست

زیب النساء نے "زیب التفاسیر" کے نام سے ایک تفسیر قرآن بھی لکھی۔ "دیوانِ مخفی" غزلوں کا دیوان عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے۔ زیب النساء نے اپنی جو مہر بنوائی تھی اس پر "کنیز فاطمہ" کندہ تھا۔ زیب النساء کی بہت ہی خوبصورت اور قیمتی تصویر انجمن ترقی اردو (کراچی) کے کتب خانے میں موجود ہے۔

صدر النساء جو بعد میں صدر جہاں بیگم کہلائیں برہان الملک کی بیٹی اور نواب صفدر جنگ کی بیوی تھیں سال میں تین مہینے روزے رکھتی تھیں اور سوئی باغ کی پشت پر انھوں نے ایک مسجد اور

امام باڑہ بھی تعمیر کرایا تھا۔ مرنے کے بعد نقد و جنس ملا کر پندرہ لاکھ روپے سے زیادہ کا اثاثہ ان کے یہاں سے برآمد ہوا۔ یہ رقم انھوں نے ایران اور عراق کی زیارات کے لیے پس انداز کی تھی۔

بہو بیگم نواب شجاع الدولہ کی بیوی تھیں۔ انھوں نے اپنے لیے شہر کے باہر ایک عالی شان امام باڑہ بنوایا تھا۔ بیگم کا مزار تہ خانے میں ہے۔ ایک زمانے میں اس پر بڑی دری اور ایرانی قالین بچھا رہتا تھا۔ تہ خانے کی چھت پر شہ نشین میں امام باڑہ ہے جس کا نام "کالا امام باڑہ" ہے جہاں بڑے پیمانے پر مجلسیں ہوتی تھیں اور محرم کی ساتویں تاریخ کو مہندی کا جلوس بڑے دھوم دھام سے نکالا جاتا تھا۔ جس کی زیارت کو دور دراز سے لوگ آیا کرتے تھے۔

نواب شمس النساء بیگم نواب آصف الدولہ کی زوجہ تھیں۔ انھوں نے الہ آباد میں انتقال کیا تھا۔ زمانہ غازی الدین حیدر میں ان کی لاش الہ آباد سے لکھنؤ لائی گئی اور امام باڑہ آصف الدولہ میں وسطی دالان میں آصف الدولہ کی قبر کی بغل میں جانب شرق دفن کی گئی۔

لکھنؤ میں مصاحب گنج سے ملا ہوا ایک علاقہ ہے جسے "تکریاں" کہتے ہیں۔ وہاں بی مصری کی کربلا واقع ہے۔ بی مصری عہد آصف الدولہ کی خاتون تھیں اور سفر و حضر میں نواب کے ساتھ رہتی تھیں اور یارہ بیگہ زمین ان کو عطیہ شاہی سے ملی تھی۔ اس آراضی کے ایک جزو کو اس وقت مصری کی بغیہ کہا جاتا ہے۔ مصاحب الدولہ کی کربلا عہد جان عالم میں مصری کی زمین پر بنائی گئی مصری نے اسی جگہ اپنی منزل قرار دی اور مکان کے ساتھ مسجد بنوائی۔ گھر اور خانہ خدا کے درمیان ان کا امام باڑہ تھا مسجد نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے مگر استرکاری کی نوبت نہیں آئی۔ زمانہ گذرنے سے داخلے کا پھاٹک اور باہر کے درجے جو پھاٹک کے پہلو میں تھے گر گئے صحن اور دالان باقی ہیں۔ امام باڑہ کمرے کی وضع کا تھا جس میں پرانی لکڑی کی ایک خوبصورت ضریح رکھی ہوئی تھی۔ امام باڑہ کے باہر درخت کے نیچے تربتیں چھوٹی چھوٹی بنی ہوئی تھیں آج سے پہلے اس بغیہ میں کثرت سے تعزیے دفن ہوتے تھے اور بڑا ہجوم رہتا تھا۔ جالب لکھنوی نے روزنامہ ہمت لکھنؤ ۱۵ مئی ۱۹۲۹ء میں لکھا ہے کہ میر حسن کی قبر اسی کربلا میں ہے۔ لیکن مشہور یہی ہے کہ میر حسن قاسم علی خاں کی باغ

میں دفن ہوئے۔

نواب بادشاہ بیگم غازی الدین حیدر کی محل خاص تھیں۔ غازی الدین حیدر کے مرنے کے بعد نصیر الدین حیدر سریر آراء ہوئے اور معمولی سی بات پر محل خانہ سلطانی بادشاہ محل سے بہ جور و جفا خالی کرالیا۔ سبب یہ تھا کہ نصیر الدین حیدر کی بیوی نواب قدسیہ محل نے بوجوہ چند در چند زہر کھا کر اپنی جان دے دی تھی۔ اس کا بادشاہ کو بہت صدمہ تھا۔ اس وحشت مزاجی کے عالم میں بادشاہ نے حکم دیا کہ سب اعزہ و متوسلین ایک معینہ مدت تک سیاہ لباس پہن لیں گے۔ یہ خبر بادشاہ محل کو ملی تو انھوں نے کہا کہ میں صرف غم امام حسینؑ میں سیاہ پوش ہوتی ہوں۔

نواب مبارک محل بھی غازی الدین حیدر کی بیوی تھیں۔ مذہبا نصرانی تھیں پہلے مریم نام تھا خود غازی الدین حیدر نے ان کو مسلمان کیا اور اسلامی نام "عزت النساء بیگم" رکھا۔ نواب مبارک محل کا خطاب دربار سے عطا ہوا تھا۔ ۱۸۳۹ء میں مبارک محل کا انتقال ہوا تو امام باڑہ شاہ نجف (لکھنؤ) میں اپنے شوہر کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ اس امام باڑے میں مبارک محل، ممتاز محل اور سرفراز محل کی قبریں بھی ہیں۔ یہ تینوں غازی الدین حیدر کی بیویاں تھیں۔ امام باڑہ شاہ نجف غازی الدین حیدر نے بنوایا تھا۔

ممتاز محل ثانی غازی الدین حیدر کی بیوی تھیں۔ غازی الدین حیدر کا انتقال ان کی زندگی میں ہوگیا تھا۔ بیوہ ہو جانے کے بعد سر پر سفید ململ کا دوپٹہ، گلے میں اصلی جامدانی کا کرتہ، پیروں میں بڑے پائنچوں کا پاجامہ اور سفید کا شانی ململ کا گھیتلا جوتا، ہاتھوں میں علی بند پہنتی تھیں۔

تخمیناً ۱۸۹۶ء میں انتقال کیا، امام باڑہ شاہ نجف میں داخل ہوتے وقت ان کی قبر یہ . . . قبر کے بائیں جانب ملتی ہے جس پر چاندی کا کٹہرا لگا ہوا ہے۔ ان کی بنوائی ہوئی ایک خوشنما مسجد محلہ چاندی خانہ میں کنگلے محل کے امام باڑے کے پاس ڈیوڑھی آغا میر سے متصل اب تک موجود ہے۔ مسجد میں ایک قطعہ تاریخ بھی نصب ہے۔ جس پر ایک مصرعہ یہ بھی لکھا ہے۔

"عاشق فاطمہ ممتاز محل"

نواب رقیہ سلطان بیگم الخاطب بہ نواب سلطان بہو صاحبہ مرزا سلیمان شکوہ شہزادۂ دہلی کی لاڈلی بیٹی تھیں اور بادشاہ، نصیر الدین حیدر کی بیوی تھیں۔ ان کی دو سگی بہنیں تھیں۔ تقیہ سلطان بیگم اور قریشہ سلطان بیگم، مذہبا شیعہ تھیں۔ ایام عزا میں سوگوار ہیں اور بہت شوق سے عزاداری کرتی تھیں۔

ملکہ زمانی کا نام حسینی خانم تھا۔ نصیر الدین حیدر کی بیوی تھیں۔ عقد پر بادشاہ نے شہزادہ محل کا خطاب دیا۔ ملکہ زمانی کو اودھ کی ملکہ نور جہاں کہا جاتا تھا۔ عزاداری کو فروغ دینے میں انھوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر نوچندی جمعرات کو ان کی سواری حضرت عباسؑ کی درگاہ میں نہایت تزک واحتشام سے جاتی تھی اور دس ہزار روپے نذر ونیاز وانعام جلوس میں صرف کرتی تھیں۔ نصیر الدین حیدر ان کے دوسرے شوہر تھے جن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ پہلے شوہر سے ایک بیٹی تھیں جن کا نام "زینت النساء" تھا نصیر الدین حیدر نے "سلطان عالیہ" کا خطاب دیا۔ ملکہ زمانی اور سلطان عالیہ سلطانؔ دونوں مرزا دبیرؔ کی شاگرد تھیں۔ جب مرزا دبیر شاہی مجلس پڑھا کرتے تھے تو ان دونوں کے سلام بھی پڑھا کرتے تھے جو مجلس ختم ہونے کے بعد پردے کے پیچھے بیٹھی ملکہ زمانی اور سلطان عالیہ کو دے دیے جاتے تھے۔ ملکہ زمانی کے چند مرثیے اور سلام میرے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ سلطان عالیہ سلطانؔ کے ۴۷ سلام دفتر ماتم میں شائع ہو چکے ہیں۔ مرزا دبیرؔ نے سلطان عالیہ کے بہت سے سلاموں پر تضمین کی ہے اور بہت خصوصیت کے ساتھ کی ہے۔ سلطان عالیہ کے بعض سلام پچاس اشعار کے بھی ہوتے تھے۔ سلطان عالیہ نے عربی، فارسی اور اردو کی تعلیم محل ہی میں حاصل کی تھی۔ ان کی شادی ممتاز الدولہ سے ہوئی تھی۔ خود یہ بھی مرزا دبیرؔ کے شاگرد تھے۔ ایک سلام دفتر ماتم میں موجود ہے۔ سلطان عالیہ سے ممتاز الدولہ کی دو اولادیں ہوئیں ایک نواب سعید الدولہ اور ایک بیٹی عفت آراء بیگم عرف بگن صاحبہ۔ نواب سعید الدولہ نے وکٹوریہ اسٹریٹ (لکھنؤ) کے سامنے عالی شان کربلا بنوائی۔ سعید الدولہ کی دوسری زوجہ سے عصمت آراء بیگم عرف چتن صاحبہ پیدا ہوئیں جن کا تعزیہ چہلم امام حسینؑ کے روز بڑی دھوم دھام سے اٹھتا

تھا۔

ملکہ زمانی نے ایک نہایت وسیع اور عالی شان امام باڑہ بھی بنوایا تھا۔ امام باڑہ محلہ گولہ گنج لکھنؤ تکیہ پیر جلیل کے سامنے شاندار عمارت کی صورت میں موجود ہے۔ امام باڑے کا نقشہ شہر کے دوسرے امام باڑوں سے الگ ہے۔ پھاٹک عظیم الشان بلندی پر پہرہ داروں کے کھڑے ہونے کی جگہ اور دیدہ بان کا مقام بڑی خوبصورتی سے بنایا گیا ہے۔ بڑی لمبی چوڑی انگنائی جس میں لق و دق نہر کے بعد عمارت شروع ہوتی ہے۔ پہلو میں دو منزلہ صحنچیاں اور خواتین کے شریکِ مجلس ہونے کا ٹھکانا چوڑے دالان بلند شہ نشین حتیٰ کہ یہ کہنا صحیح ہے کہ امام باڑہ اپنی وسعت کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ لکھنؤ میں امام باڑہ آصفی، امام باڑہ جھاؤلال اور امام باڑہ ملکہ زمانی بزرگ ترین عمارتیں ہیں۔

امام باڑے کی تیاری محمد احسن خاں کے زیرِ اہتمام ہوئی۔ اس امام باڑے کے علم اتنے وزنی تھے کہ ایک آدمی مشکل سے اٹھا سکتا تھا۔ امام باڑہ کا قطعہ تاریخ مرزا دبیر کے شاگرد کلیم نے کہا:

کلیم فکرِ رسا گفت سال تاریخش

امام باڑہ بے مثل سید الشہداء (۱۲۵۶ھ)

کنگلا محل بھی نصیر الدین حیدر کی زوجہ تھیں۔ ان کی شادی لکھنؤ کی مشہور اور تاریخی شادیوں میں سے ایک تھی۔ ان کی شادی ۱۳ رجب ۱۲۵۰ھ بروز ولادت حضرت علیؑ کو ہوئی۔ رخصتی کے وقت انعامات کے ساتھ ساتھ "ممتاز الدہر" کا خطاب دیا گیا۔ ممتاز الدہر نے محل سرا، بارہ دری موسومہ چاندی خانہ اور امام باڑہ بھی بنوایا تھا۔ جہاں بڑے پیمانے پر عزاداری ہوا کرتی تھی۔ جب ممتاز الدہر کا انتقال ہوا تو لاش امام باڑہ بونا صاحب واقع نیبرہ میں سپرد کی گئی اور اس کے بعد کربلائے معلی بھجوادی گئی۔

نواب ملکہ آفاق محل بنت امام الدین خان محمد علی شاہ کی زوجہ تھیں۔ لکھنؤ میں ان کی بنوائی ہوئی کربلا مشہور ہے۔ جسے عسکرین کہتے ہیں۔ چونکہ یہاں امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے روضہ

کی شبیہ ہے۔ اسے کربلائے ملکہ آفاق محل بھی کہتے ہیں۔ گنبد اور میناروں کی سنہری کلیاں دور سے جگمگاتی ہیں کربلا میں داخلہ ایک بلند اور عظیم الشان پھاٹک سے ہوتا ہے کچھ دور جا کر داہنی طرف دوسرا خوشنما پھاٹک ہے جو شکستہ حالی سے نوحہ خواں ہے دروازے پر پیچے دھات کی منڈھی ہوئی تختیاں اور بالائی حصے پر گوشوں میں پنجہ دار علم بنے ہوئے ہیں۔ اس سے گزر کر ایک لمبا حوض ہے جس کے سامنے پہلے امام باڑہ کی عمارت نظر آتی ہے آگے جستہ کی چادروں کا سائبان اور دونوں جانب صحنچیاں چھت پر دو بڑے گنبد ہیں جن پر مختلف رنگ کے دیسی چوکے لگے ہوئے ہیں۔ امام باڑے کے اندر شہ نشین پر تعزیہ اور پشت پر علم کھڑے ہیں دیواروں کو قطعات اور مرقعوں سے آراستہ کیا ہے۔ فرش زمین انتہائی خوبصورت اور دیسی ساخت کی زرد و سرخ اور مختلف وضع و قطع کی روغنی چمکدار چوکوں کے ساز سے شطرنجی فرش تیار کیا گیا ہے جو چمک دمک میں جاپانی چوکوں سے ٹکر کھاتا ہے۔ امام باڑہ کے بائیں جانب دوسرے ملحقہ احاطے میں ایک دوسری عمارت ہے جس میں حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے روضہ کی شبیہ واقع ہے اس روضہ کی گلکاری اور رنگ آمیزی بھی قابلِ غور ہے۔ یہاں سرداب کی بھی نقل ہے جہاں امام زمانہؑ غائب ہوئے تھے۔

ملکہ آفاق نے ۳۰ اکتوبر ۱۸۵۰ء میں انتقال کیا۔ دوسرے روز اسی امام باڑے میں دفن کی گئیں۔ ملکہ آفاق محل راتیں عبادت میں صرف کرتی تھیں اور اس قدر دور اندیش تھیں کہ سترہ لاکھ روپے سے اپنے ورثا اور کربلا کے اخراجات پر وقف نامہ لکھا۔

ملکہ جہاں بھی محمد علی شاہ کی زوجہ تھیں۔ انہیں عزاداری میں بہت انہماک تھا۔ آپ کو کربلا اور نجف کی زیارت کی بہت تمنا تھی۔ آخر بخت رسا نے یاوری کی اور ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۸۰ء میں زیارات کے لیے روانہ ہو گئیں۔ نجف میں بہت بڑی سرا بنوائی اور مکانات خرید کر زائرین کے لیے وقف کر دیے۔ اپنے شوہر محمد علی شاہ کا تاج اور قیمتی تلوار حضرت علیؑ کے روضہ پر نذر کی۔ انھوں نے لکھنو میں ایک کربلا بھی بنوائی تھی جو کربلائے ملکہ جہاں کے نام سے مشہور ہوئی۔

زیب النساء بیگم عرف حاجی بیگم واجد علی شاہ اختر کی بہن تھیں۔ ان کی شادی اقتدار الدولہ

سے ہوئی تھی۔ مرزا دبیر کی شاگرد تھیں۔ ان کے ۸ سلام دفتر ماتم کی جلدوں میں سے چھپ چکے ہیں۔ چند سلام "بزم ماتم" میں بھی طبع ہوئے۔ ان کی بنوائی ہوئی کربلا گومتی پار موجود ہے۔

اشرف النساء بیگم واجد علی شاہ اختر کی چھوٹی بہن تھیں۔ ان کی شادی سراج الدولہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ سراج الدولہ منیر الدولہ کے بیٹے تھے۔ اشرف النساء بیگم کو سسرال سے "تاجدار بہو" کا خطاب ملا تھا۔ لکھنؤ میں محلے چودھری کی گڑھیا پر "ڈیوڑھی تاجدار بہو" آج بھی قائم ہے۔

تاجدار بہو کا ایک مرثیہ میرے ذخیرۂ مراثی میں ہے جس کا مطلع ہے "پیدا جہاں میں یوسفِ عرش آستاں ہوا" مرثیے میں شہزادہ علی اکبر کی ولادت نظم کی گئی ہے۔ ایک بند دیکھئے۔

قدرت نے دی ندا کہ پیمبر لقا ہے یہ
معجز نما رسول نما حق نما ہے یہ
کعبہ نے کی ثنا کہ خلیلِ خدا ہے یہ
تقدیر نے کہا کہ شہیدِ جفا ہے یہ
ہستی نے دی ندا کہ جواں مرگ ہوئیں گے
گویا ہوئی قضا کہ حسینؑ ان کو روئیں گے

اس کے علاوہ مہاراجہ صاحب محمود آباد کے کتب خانے میں تاجدار بہو کا ایک اور مرثیہ ہے۔ جس پر لکھا ہے۔ "مرثیہ تاجدار بہو صاحب۔ مجاورۂ کربلائے معلّیٰ" یعنی تاجدار بہو ایک زمانے میں کربلائے معلّیٰ تشریف لے گئی تھیں اور وہاں قبر امام حسینؑ کی مجاوری اختیار کی تھی۔ مرثیہ کا مطلع یہ لکھا ہے۔

کیا صاحبِ نصیب ہیں سکانِ کربلا

عالم آراء بیگم عالم واجد علی شاہ اختر کی محلِ خاص تھیں۔ روز عاشور تعزیوں کی زیارت خورشید باغ (لکھنؤ) سے کرتی تھیں۔ جو کربلائے تال کٹورہ کے باہر متصل سڑک تھا۔ ۲۳ر رمضان ۱۳۱۱ھ مطابق ۳۱ر مارچ ۱۸۹۴ء کو ۶۷ سال کی عمر میں انتقال کیا اور امام باڑہ سبطین آباد میٹا برج کلکتہ میں دفن ہوئیں۔ ان کا دیوان غزلیات میرے کتب خانے میں موجود ہے جو بیاضِ عشاق کے نام سے

۱۲۸۴ھ میں چھپا تھا۔ ۱۱۴ کے قریب غزلیں اور چند رباعیاں اور مخمسات موجود ہیں۔ مہاراج کمار کے کتب خانے میں عالم آرا بیگم کے تین مرثیے ہیں۔

(۱) جب نہر پہ بپا ہوا خیمہ حسینؑ کا ۲۰ بند

(۲) سجادؑ کو جب حکم ہوا اہلِ ستم کا ۳۱ بند ۱۲۷۰ھ

(۳) اجل جب اصغرِ ناداں کو آئی ۳۱ بند

نواب امیر محل صاحبہ بھی واجد علی شاہ اختر کی بیوی تھیں۔ لیکن جب تاجدار اودھ کلکتہ جانے لگے تو طلاق دے دی تھی۔ پھر آپ نے بارہ بنکی کے قاضی اصغر علی سے نکاح کر لیا تھا۔ مولوی گنج لکھنؤ میں آپ کا بنوایا ہوا امام باڑہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ بارہ بنکی میں بھی ایک امام باڑہ موجود ہے۔

امیر محل اپنی حیات میں مجالس کے حصے بہت اولوالعزمی سے تقسیم کرتی تھیں۔ کھیر کی بڑی بڑی قلفیاں اور پلاؤ کے بڑے بڑے تھال مدعوئین کے گھروں پر قلی سے بھجوا دیتی تھیں۔ ۲۴ر رجب ۱۳۳۱ھ کو انتقال ہوا۔ ان کی قبر کربلائے تال کٹورہ میں زنجیری پھاٹک کے قریب صحنچی میں موجود ہے۔

پری محل واجد علی شاہ اختر کی متاعی زوجہ تھیں۔ محرم میں پری محل کے یہاں اربعین تک روزانہ زنانی مجالسیں ہوا کرتی تھیں اور ہفتہ میں دو بار مردانی مجلسیں بھی بڑے اہتمام سے ہوتی تھیں جن میں کھیر کی ہانڈیاں بطور تبرک تقسیم کی جاتی تھیں۔ ان کی قبر مفتی گنج سے متصل کیدان کی بغیہ میں پرایہ کے قریب ہے۔

عاشق محل نواب انجم النساء بیگم صاحبہ عرف انجو بیگم بھی واجد علی شاہ اختر کی زوجہ تھیں۔ عزاداری بہت خلوص سے کرتی تھیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو امام باڑہ سبطین آباد محلہ حضرت گنج لکھنؤ میں دفن ہوئیں۔

نواب زہرہ بیگم میر محمد تقی کی بیٹی اور واجد علی شاہ کی زوجہ تھیں۔ ان کے سلاموں اور نوحوں کی تین جلدیں "مخزن غم و سوز غم" کے نام سے چھپ چکی ہیں۔ انھوں نے نوحہ بہت خوب کہے ہیں۔

نواب معشوق محل صاحبہ بھی واجد علی شاہ اختر کی زوجہ تھیں۔ آپ نے ایک امام باڑہ شیش محل (لکھنؤ) کے قریب موہن کے پوردے میں بنوایا تھا مگر اب وہ منہدم ہو چکا ہے لیکن ان کی بنائی ہوئی ایک شاندار مسجد بطور یادگار مقام مذکورہ پر خستہ حالت میں نوحہ کناں ہے۔

نواب سلطان جہاں محل صاحبہ واجد علی شاہ کی زوجہ تھیں۔ ان کے یہاں واجد علی داروغہ کے منصب پر فائز تھے۔ محلہ گولہ گنج کی اس گلی میں جو اب داروغہ برکت علی لین کے نام سے مشہور ہے رہتے تھے اور شہر کے متعدد محلوں میں کثیر املاک کے مالک تھے۔ انھیں کے مکان مسکونہ کے قریب ایک امام باڑہ تھا جو اب تک اپنی پرانی جگہ پر موجود ہے اور داروغہ واجد علی کے امام باڑے کے نام سے موسوم ہے۔ سلطان جہاں نے یہ امام باڑہ بنوایا تھا اور کثیر جائیداد کے ساتھ وقف کر دیا تھا ان کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے انھوں نے داروغہ واجد علی کو نسلاً بعد نسلاً متولی مقرر کر دیا تھا۔ امام باڑہ میں عشرہ اور شبوں میں معمولاً مجلسیں ہوتی تھیں اور وہ مہندیٔ قاسم شہرۂ آفاق ہے جو ساتویں محرم کو وکٹوریہ اسٹریٹ سے اٹھ کر گولہ گنج آتی ہے۔

۱۲ر شعبان ۱۲۷۵ھ کو سلطان محل نے پچاس ہزار روپے کے پرامیسری نوٹ اور دو ہزار روپے ماہوار کی جاگیر اور دس ہزار روپے کے جواہرات اور سات ہزار روپے مالیت کے باغ جلوسِ مہندی کے لیے وقف کیے۔ مہندی اب تک داروغہ واجد علی کی اولاد کے زیر اہتمام اٹھتی ہے۔

میر واجد علی تسخیر تخلص کرتے تھے۔ انتقال ہوا تو اسی امام باڑے میں سلطان محل کے ساتھ دفن ہوئے۔

نواب خرد محل واجد علی شاہ کی زوجہ ان کے ساتھ کلکتہ نہ جا سکیں۔ جس کا ذکر افسوس انھوں نے اپنے خطوط میں کیا ہے۔ ان کے بڑے بیٹے امین الدولہ تھے۔ زمانہ آخر میں اپنے فرزند کے ساتھ عتبات عالیات کی زیارت کو روانہ ہو گئیں۔ مدت حیات تک آپ نے قبر امام حسینؑ اور حضرت علیؑ پر مجاوری کی اور غریب زائرین کی مدد کرتی تھیں۔ لاکھوں روپے بالیوز بغداد کو نہر حسینی کی صفائی کے لیے دے کر مر گئیں۔ کربلائے معلیٰ آپ کو دفن کیا گیا۔

چھاؤنی حسین الدین خان (لکھنؤ) میں شہزادہ بیگم کا بنوایا ہوا امام باڑہ موجود ہے جن کے

شوہر کا نام میر نواب تھا۔ اس سے زیادہ معلومات نہ مل سکیں۔

لاڈو ساقن لکھنؤ کی ایک خاتون تھیں۔ جنھیں لاڈو خانم بھی کہتے تھے۔ ان کا بنوایا ہوا امام باڑہ سعادت گنج میں موجود ہے۔ عہد شاہی میں ان کا تعزیہ بہت دھوم سے اٹھتا تھا۔ اس امام باڑے میں نواب جعفر حسین خاں کی تحریک سے ۱۳۰۶ھ میں مفتی محمد عباس صاحب قبلہ کے انتقال کے بعد مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ نے نماز و واعظ شروع کی۔ یہ سب معلومات تجلیات حصہ دوم ۲۲۲ اور تاریخ العلماء ص ۳۰ پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

جعفری بیگم نواب ملکہ جہاں کی سرکار میں داروغہ تھیں اور نواز گنج میں امام باڑہ بنوایا تھا۔ جو زمانہ گزرنے پر باقی نہ رہا۔

فرخندہ محل نے نیا گاؤں لکھنؤ میں ایک امام باڑہ بنوایا تھا۔ ۱۹۴۰ء میں نواب مظفر علی خاں درانی نے مرمت کروا کے اس کو نیا کر دیا۔ اس وقت یہ عمارت شکوہ پیلس کے نام سے مشہور ہے۔

چاند بی بی کا ذکر رہ گیا۔ جو بہت پہلے ہی ہو جانا چاہیے تھا۔ چاند بی بی شیعہ تھیں۔ میدانِ کارزار میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں بہت نڈر اور بہادر خاتون تھیں۔ ایسی شخصیات پر تاریخ شیعت کو ناز ہے۔ مولوی اولاد حسین شاعر عرف للّن صاحب قبلہ نے اپنے مرثیے تاریخ شیعت میں کہا تھا۔

چاند بی بی قمر برج شرف مہر وقار
نکی دل ، فلکی عزم، ہلالی تلوار
قلعۂ آگرہ تک آئی تھی جس کی جھنکار
قلعہ ٹوٹا نہ مگر ٹوٹ سکا دل کا خمار
کیوں بجھے فرق کہ باخط جلی لکھا ہے
رہو حد پہ کہ سر خود جلی" لکھا ہے

لکھنؤ کے تعزیوں میں رسالہ دار کا تعزیہ مشہور تھا۔ رسالہ دار عبدالکریم خاں کابل سے تشریف لائے تھے اور انگریزی فوج میں ملازمت کر لی تھی۔ بیگم حضرت محل کے بعد میر مہدی

حسین بھی علامہ غلام حسنین کنتوری اور برجیس قدر کے ہمراہ۔ نیپال چلے گئے تھے۔ انگریزوں نے ان کا مکان واقع محلہ چوپٹیاں ضبط کر کے ان کو دے دیا تھا۔ یہ اسی مکان میں عزاداری کرتے تھے۔ روز عاشور سب سے پہلے محمد علی شاہ کی ضریح حسین آباد سے اٹھتی تھی اور چوک پل غلام حسین وغیرہ سے ہوتی ہوئی کاظمین جاتی تھی۔ اس کے بعد شہر کا سب سے پہلا اور بڑا عوامی تعزیہ رسالہ دار کا ہوتا تھا۔ ان کے یہاں محرم میں روزانہ مجلس ہوا کرتی تھی۔ جس میں ان کے ہم قوم کالی بڑی دریادلی سے خمیری روٹیاں اور اس کے ساتھ سالن اور دال کی ہانڈیاں تقسیم کرتے تھے۔ عبدالکریم خاں پہلے شخص ہیں جنھوں نے زنجیر کا ماتم رائج کیا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد چنا بیگم یہ تعزیہ اٹھاتی تھیں۔ انھی چنا بیگم کی خدمات کو سمجھانے کے لیے یہ تمہید باندھی گئی ہے۔

ماہ صفر کی ۲۳ رتاریخ کو چھوٹی مہارانی محمود آباد (راجہ صاحب محمود آباد کی سوتیلی والدہ) کا تعزیہ نکلتا تھا۔ یہ تعزیہ لکھنؤ کی فصل بہار کے آخری دور میں اٹھتا تھا۔ لیکن مقابلتاً بہت قلیل مدت میں باد مخالف کے جھونکوں نے اس کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ مہاراجہ سر محمد علی محمد خاں والی محمود آباد نے، جن کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہے اور جو اپنے دور میں زبردست اقتدار و وقار کے مالک تھے۔ اپنی چھوٹی مہارانی کی قدرشناسی میں ان کے لیے ممتاز الدولہ کا وسیع و عریض علاقہ واقعہ وزیر گنج خرید کر اسی رقبہ میں اقبال منزل نامی محل غالباً ۱۹۲۳ تا ۱۹۲۴ء میں تعمیر کرایا تھا۔ اسی محل میں امام باڑہ بھی تھا مہاراجہ مرحوم کو عزاداری سے گہرا شغف تھا۔ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اور اپنی موجودگی میں ہر سال ۲۸ ویں اور ۲۹ ویں ذی الحجہ کو یہ امام باڑہ سجتے اور سجواتے تھے۔ سونے اور چاندی کے قیمتی علم جو فن کاری کے بہترین شاہکار ہونے نصب ہوتے تھے اور ان میں کارچوبی، اور زربفتی دیدہ زیب اور دلفریب پٹکے آویزاں ہوتے تھے۔ محمود آباد سے بڑی محنت اور جانفشانی سے بہت خوبصورت اور گراں قدر تعزیے بن کر آتے تھے جو ۲۹ ذی الحجہ کو امام باڑے میں رکھے جاتے تھے اور ماہ صفر کی ۲۳ ویں کو بڑے تزک و احتشام سے اٹھائے جاتے تھے۔ یہ تعزیے اقبال منزل سے اٹھ کر کربلائے تال کٹورہ جاتے تھے ۱۹۳۰ء میں مہاراجہ کے انتقال کے بعد یہ جلوس بھی بند ہو گیا۔

عظیم آباد (بہار) کی تاریخ عزاداری میں امام باندی بیگم عفتؔ کا مرکزی کردار رہا ہے۔ آپ عظیم آباد کی رئیس اور ادب نواز خاتون تھیں۔ آپ کا بنوایا ہوا امام باڑہ شہرۂ آفاق ہے۔ ۱۸۵۹ء میں امام باندی بیگم نے اپنے اعزہ کو لکھنؤ بھیج کر مرزا دبیر کو بلوایا تھا۔ اس بعد مرزا دبیر تاحیات محرم میں مجالس پڑھنے عظیم آباد جایا کرتے تھے۔ ان کے بعد ان کے فرزند مرزا اوجؔ جاتے رہے پھر مرزا محمد رفیعؔ اور ان کے بعد محمد صادق مرحوم پڑھتے رہے۔ امام باندی بیگم مرزا دبیر کی بے حد قدر کرتی تھیں اور آپ کی شاگرد بھی تھیں۔ آپ کے چار سلام دفتر ماتم میں چھپے ہیں۔

اس مقام پر خاندان میر انیسؔ کی خواتین کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ میر انیسؔ کی زوجہ بھی وفادار اور مثالی خاتون بن کر ان کی خدمات میں برابر کی شریک ہیں۔ میر انیسؔ کے منجھلے بھائی میر انسؔ کی زوجہ اور صاحبزادی منجھلی بیگم بہت عمدہ مرثیے پڑھتی تھیں۔ حیدرآباد دکن میں محل نواب مکرم الدولہ میں انھوں نے یادگار مجالس پڑھیں تھیں جس کا ذکر تذکرہ الذاکرین میں ہے۔ اس کے علاوہ ممتاز النساء عرف اشتیاق بیگم عصمتؔ تخلص کرتی تھیں اور میر انیسؔ کی پرنواسی تھیں اور پیارے صاحب رشید کی نواسی تھیں۔ ان کا ایک مرثیہ "دستِ بلا میں لٹ گئی آبادیٔ حسین" ۱۹۳۸ء میں فریادِ فاطمہ کے نام سے چھپا تھا۔ انھوں نے سلام اور نوحے بھی کہے ہیں۔

میر انیسؔ کے یہاں ایام عزا میں بہت بڑے پیمانے پر عزاداری ہوتی تھی خواتین کی مجلس میں جناب سکینہ کا تابوت اندھیرے میں اٹھتا تھا۔ جب بابو صاحب فائقؔ کے فرزند سید اصغر حسین ہندوستان سے کراچی آ گئے تو پورا عزاخانہ اور تابوت ساتھ لے آئے تھے۔ میر انیسؔ کے گھر کے اس عزاخانے کا ایک حصہ رضویہ سوسائٹی (کراچی) میں شرف الدین صاحب کے یہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ پنجوں پر پھول اور بیل بوٹوں کا کام دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ سونے اور چاندی کے تاروں سے بنے کام داریش قسمت پٹکے ۱۹۷۲ء کی بارش میں ضائع ہو گئے۔ انشاء اللہ خاں انشاؔ کے خاندان میں ان کی حقیقی نواسی جو سید معصوم علی کی بیٹی تھیں، ان کی شادی مرزا دبیرؔ سے ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ حیدری بیگم، محمدی بیگم اور منھی بیگم، یہ تینوں سگی بہنیں تھیں اور انشاء اللہ خاں کی

نواسیاں تھیں۔ تینوں مرثیہ بہت عمدہ پڑھتی تھیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ کی نسل میں تھیں۔ واجد علی شاہ اختر کے والد محمد علی شاہ کے یہاں سوزخوانی پر ملازم تھیں۔

دربار کی زنانی مجلسیں یہ تینوں بہنیں ہی پڑھتی تھیں۔ واجد علی شاہ نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب پری خانہ میں بھی کیا ہے۔

مرزا فصیح و مرزا فیح کے خاندان میں تجمّ آفندی کی بہن پروینؔ آفندی بہت پرگو شاعرہ تھیں۔ غزل کے پانچ دیوان ترتیب دیئے تھے جن میں سے تین تلف ہو گئے۔ باقی دو دیوان ممکن ہے ان کے اہل خانہ کے پاس دکن میں ہوں ان کے نوحوں کی ایک بیاض ۱۹۳۹ء میں دکن سے شائع ہوئی تھی۔ پروینؔ آفندی کے اجداد کا سلسلہ حضرت علیؑ کے بھائی حضرت عقیلؑ تک پہنچتا ہے۔

خبیر لکھنوی کی بہن طاہرہ بیگم طاہرہ بھی بہت عمدہ نوحے کہتی تھیں۔ ان کا کلام مسدس، قصائد اور سلام پر مشتمل ہے۔ سیدہ گوہر بیگم گوہر خبیر لکھنوی کی شاگرد تھیں۔ نوحے بہت کہے ہیں "بیاض گوہرؔ" "ریاض گوہرؔ" اور "سراج گوہر" کے نام سے نوحوں کی بیاضیں شائع ہو چکی ہیں۔

رزمؔ ردولوی کی زوجہ زاہدہ رزم تہاںؔ نے بھی شاعری کے ذریعہ عزاداری کی خدمت کی ہے۔ ان کا ایک مرثیہ "سرمایہ عرفان شہنشاہِ شہیداں" ۱۳۷۷ھ میں سرفراز لکھنؤ کے محرم نمبر میں شائع ہو چکا ہے۔ انھوں نے سلام بھی کہے ہیں۔

واصقؔ جونپوری کی بہن تسنیم زیدی بھی مرثیہ کہتی تھیں۔ ان کا ایک مرثیہ سرفراز لکھنؤ کے محرم نمبر میں ۱۳۵۹ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

روپؔ کماری کا نام بھی خدمات عزا کی فہرست میں، بہت نمایاں ہے۔ ان کے پانچ مرثیے ان کے استاد فضل پیہرسری کے اصلاح کردہ، فضل پیہرسری کے بھتیجے افضل حسین رضوی کے پاس تھے اور انھوں نے مجھے دکھائے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ مرثیے ڈاکٹر تقی عابدی کو بھیج دیئے گئے تھے۔ جو انھوں نے ایک جلد میں شائع کر دیے ہیں لیکن کتاب کتابت کی غلطیاں بہت ہیں۔

اصل نسخوں کی کاپی بھی میرے پاس محفوظ ہے۔روپ کماری کی ایک غیر مطبوعہ نظم "فکرِ سخن" میرے پاس تھی جو میں نے ڈاکٹر تقی عابدی کو بھجوادی تھیں وہ اس کتاب میں شامل ہے۔روپ کماری کی ایک رباعی اس کتاب میں شامل نہ ہو سکی جو یہاں درج کی جا رہی ہے۔

اللہ سے اک حرف جلی مانگ رہی ہوں
یزداں کی ولایت سے ولی مانگ رہی ہوں
لو کر دیا کونین کو دیوالیا میں نے
میں اس کے خزانے سے علیؑ مانگ رہی ہوں

امروہہ کی تاریخ عزاداری میں سیدہ مدینہ خاتون کا بھی نام آتا ہے۔آپ ۱۸۶۸ء میں امروہہ میں پیدا ہوئیں۔آپ کے دادا یکتا، باپ شمیم اور بھائی برجیس تھے۔اس حساب سے آپ شمیم امروہوی کی پھوپھی تھیں۔تخلص مدینہ کرتی تھیں اور شمیم اور برجیس کو کلام دکھاتی تھیں۔

سید زائر حسین ولد سید ابن حسن سے آپ کی شادی ہوئی۔آپ نے نذر مانی تھیں کہ اگر کوئی اولاد ہوئی تو کربلائے معلی کی زیارت کو جاؤں گی۔دعا قبول ہوئی ۱۸۹۲ء میں ایک فرزند سید محمد طاہر حسن کی ولادت ہوئی اور ۱۸۹۹ء میں زیارت عتبات عالیہ سے مشرف ہوئیں۔یہ قافلہ آٹھ یا دس افراد پر مشتمل تھا۔قافلہ میں آپ تنہا فارسی داں خاتون تھیں۔سفر کے دوران ایک بیٹی "علویہ" کی ولادت ہوئی لیکن فوراً انتقال ہو گیا اور اثنائے راہ میں باغ حضرت امام رضاؑ میں اس کو دفن کیا گیا۔مدینہ خاتون کی وفات ۱۹۳۹ء میں ہوئی اور عزاخانہ وزیر النساء امروہہ میں دفن ہوئیں۔

آپ کا کلام مرثیہ، سلام اور رباعیات پر مشتمل ہے۔ایک قطعہ دیکھئے۔

فاطمہؑ کے جو دل کا چین بنا
وہ شہنشاہِ مشرقین بنا
کربلا میں لٹا کے گھر اپنا
نازشِ حق وہی حسینؑ بنا

مسماۃ عسکری خاتون عسکریؔ تخلص کرتی تھیں۔ ۱۸۷۳ء میں محلہ کنگوئی کے ایک معزز نقوی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد سید ظہور حسین تھے۔ تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں ۱۹۵۲ء میں رائے بریلی میں انتقال کیا۔ آپ کا شمار بھی دبستانِ امروہہ کی شاعرات میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عظیم امروہوی نے ان کے دو مرثیوں کی نشاندہی کی ہے۔

۱۔ کس طرح قائم رہا اپنی جگہ عرش بریں

۲۔ کربلا میں کام جو تم ابن حیدر کر گئے

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ترقی پسند پاکباز اور تہذیب یافتہ عزادار خواتین کا یہ قافلہ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان تک آ گیا۔ کسی نے سوزخوانی کے ذریعہ کسی نے خطابت کے ذریعے تو کسی نے امام باڑے کی تعمیر کے ذریعے سے عزاداری کی خدمات انجام دیں ہیں۔ حالانکہ یہ موضوع بہت وسیع ہے اور اب بھی بہت سے نام باقی ہیں۔ ہماری تحقیق حرف آخر نہیں ہے۔ ہم نے صرف چند نام متعارف کرائے ہیں۔ اس کام کو مزید آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو یہ کام بھی کئی جلدوں میں انجام پا جائے گا۔ ہم نے اس موضوع کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ اب ان موضوعات پر لکھنے والے تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ قیمتی اور نادر کتابیں محققین کی دسترس سے باہر ہوتی جارہی ہیں اس لیے اس جانب توجہ دینے والے بھی کم ہیں۔ آخر میں بہتر ہوگا اگر مہربانو صاحبہ کے چند حالات زندگی بھی سپردِ قلم ہو جائیں۔

مہربانو صاحبہ کے مختصر حالاتِ زندگی

مہربانو ۱۹۳۵ء میں بھرتپور میں پیدا ہوئیں۔ آپ غضنفر حسین عروجؔ بھرتپوری کی بھتیجی تھیں۔ آپ ۷ یا ۸ برس کی تھیں کہ والدہ کلثوم بانو کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ۱۹۴۷ء میں اپنے والد ابرار حسین صاحب کے ساتھ پاکستان آ گئیں۔

مہربانو صاحبہ پاکستان کی پہلی ذاکرہ ہیں جنھوں نے طرحیہ، کینیا، لندن، دبئی، شارجہ،

ابوظہبی، کنیڈا اور امریکہ میں مجالس سے خطاب کیا اور ایسی یادگار رحجانات چھوڑے کہ آج بھی بیرون ممالک ان کی خطابت کے چرچے ہیں اور لوگ انھیں یاد کرتے ہیں۔

مہربانو صاحبہ نے ایک روز عالم خواب میں دیکھا تھا کہ ایک بزرگ ان کے گھر تشریف لائے ہیں اور آ کے فرما رہے ہیں کہ اے مہربانو! لو ہم نے تم کو ذاکری عطا کی.................!

یہ سنتے ہی ان کی آنکھ کھل گئی اور پہلے سے زیادہ زبان میں تاثیر تھی۔ آپ اپنے گھر میں اسی قیام پر مجلس پڑھتی تھیں جہاں آپ نے ان بزرگ کو دیکھا تھا۔

ماہِ عزا کے عشرہ اولیٰ میں آپ بارہ عشرے پڑھتی تھیں یعنی صرف دس دنوں میں ۱۲۰ مجلسیں ہو جایا کرتی تھیں۔ باقی ۶، ۷ اور ۸ محرم کی مجلسیں اس کے علاوہ تھیں۔

۱۹۷۵ء میں آپ نے طنزانیہ کا سفر کیا۔ وہاں ایک شہر دارالسلام ہے۔ جہاں خوجہ اثنا عشری جماعت بہت بڑی تعداد میں اب بھی آباد ہے۔ ان کی دعوت پر آپ تشریف لے گئیں اور دو مہینے آٹھ دن وہاں قیام کیا۔ وہاں آپ نے ایک نوحہ بھی پڑھا تھا جسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ جس کے دو شعر یہ ہیں۔

کارواں لٹ گیا کارواں لٹ گیا
اک غریب الوطن کا مکاں لٹ گیا
بولی زینبؑ کہ بھائی کا گھر کیا لٹا
مری نظروں میں سارا جہاں لٹ گیا

۱۹۷۳ء میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور اسی سال آپ نے کربلائے معلیٰ کا سفر بھی کیا۔ اس قافلے کی قیادت محترمہ سکینہ خانم نے کی تھی۔ مولانا عادل رضوی صاحب قبلہ بھی اس قافلے میں شریک تھے کل ۲۵ عورتوں کا قافلہ تھا۔ انیسہ خالہ بھی قافلے میں شریک تھیں۔ سکینہ خانم کا کمال یہ تھا کہ جب حیدرآباد آیا تو بہت روانی سے سندھی میں گفتگو کرنے لگیں جب ٹرین ایران کے اسٹیشن پر پہنچی تو روانی سے فارسی بولتی تھیں اور عراق میں جس روانی سے عربی میں گفتگو کی ہے

اس پر لوگ حیران تھے۔ ایران اور عراق میں مقدس مقامات پر مہرپا تو صاحبہ نے یادگار مجلسیں پڑھیں۔

آپ کی مجالسوں کے موضوعات زیادہ تر اخلاقیات پر ہوتے تھے۔ انبیاء کے حالات زندگی اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے معجزات آپ کو ازبر تھے۔ حدیث کساء، دعائے کمیل اور بہت سے قرآنی سورے زبانی یاد تھے۔

منظر نگاری پر آپ کی مکمل دسترس تھی۔ اکثر مصائب میں میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کے مرثیوں کے بند پڑھا کرتی تھیں۔ نسیم امروہوی کا یہ بند اکثر پڑھا کرتی تھیں۔

چمکا وجود فاطمہؑ سے پنجتنؑ کا نور　　نفس نبیؐ کا نور رسول زمن کا نور

قائم ہے قیام حسنؑ و حسینؑ کا نور　　وجہ بقا بنا ہے علیؑ کی دلہن کا نور

جلوے سے دین کے جوز میں رشکِ طور ہے

یہ فاطمہؑ کے نور کا سارا ظہور ہے

انجمن کنیزانِ زہراؑ خواتین کی مشہور ماتمی انجمن تھیں۔ آپ انجمن کی صدر تھیں۔ بیگم نقوی اس کی سکریٹری تھیں۔

اس انجمن کی صاحب بیاض غدیر صاحبہ تھیں۔ وقت کی تمام مشہور ذاکرات بیگم بخاری، حمرتی بیگم، محمودہ باقر، صغیر فاطمہ، محسنہ بیگم، خیر النساء نازک وغیرہ سے آپ کے دوستانہ مراسم تھے۔

آپ اکثر کہا کرتی تھیں کہ "ہماری یہ خواہش ہے کہ مولاؑ کے دفتر میں ہماری ایک لاکھ تقریریں تو لکھ جائیں۔"

محرم کے پہلے عشرے میں صبح ۸ بجے سے لے کر رات ۱۲ بجے تک مسلسل ۱۲ عشرے پڑھا کرتی تھیں جن میں مسلم جائمرو (کشمیری روڈ)، فرحت ولا (ناظم آباد) امجد ولا (نئی حسن) ناصر حسین رضوی، للو بھائی (سولجر بازار) ریاض حیدر لکھنوی صاحب وغیرہ کے گھر پر مجالس پڑھتے

کے بعد آخری مجلس رات کے ۱۲ بجے اپنے گھر پر پڑھا کرتی تھیں۔

مصائب پڑھنے میں آپ کا جواب نہیں تھا۔ آپ ان کے اعزہ اور رشتہ داروں کی تحریریں پڑھ کر اندازہ کرلیں گے کہ ان کے مصائب میں اتنا درد اور اپنائیت ہوتی تھی کہ مجلس میں کہرام مچ جاتا تھا۔

فقہی مسائل کے لیے آپ مولانا مصطفیٰ جوہر صاحب قبلہ سے رجوع کیا کرتی تھیں۔ تقریبا ۱۵ یا ۱۶ سال تک ۶ محرم کی مرکزی مجلس سے آپ خطاب فرماتی رہیں جو مولانا مصطفیٰ جوہر صاحب قبلہ کے دولت کدے پر ہوا کرتی تھی۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۷ا دسمبر ۲۰۰۷ء کو آپ کا انتقال ہوگیا۔ وادیٔ حسینؑ کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرحومہ کے فرزند اور میرے عزیز دوست مولانا حسن رضا رضوی نے اپنی والدہ مرحومہ کی برسی کے موقع پر یہ یادگار کتاب شائع کر کے مرحومہ سے اپنی ذہنی اور قلبی محبت کا ثبوت دیا ہے۔ ہم دل سے اس کتاب کی قدر کرتے ہیں ہر اس کتاب کی قدر کرنا ہم سب پر فرض ہے جو کسی ماں کی یاد میں شائع کی گئی ہو۔ ایسی کتابیں قوم کے لیے مشعلِ راہ ہوتی ہیں۔ پروردگار اس کتاب کو بحق جناب سیدہؑ قبولیت کا درجہ عطا فرمائے۔

مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے:

مطبوعات

(۱)	بیگمات اودھ	شیخ تصدق حسین	۱۹۵۶ء	سرفراز پریس لکھنو
(۲)	بیاض مشتاق	عالم آرا بیگم عالم	۱۲۸۳ھ	
(۳)	پری خانہ	واجد علی شاہ اختر	۱۹۵۸ء	مکتبہ نیا راہی، کراچی

(۴)	تذکرۃ الذاکرین	محمد علی خاں	۱۳۶۱ھ	مشیر عالم پریس حیدرآباد دکن
(۵)	تاریخ لکھنو	مولانا آغا مہدی لکھنوی	۱۹۷۶ء	جمعیت خدام عزا، کراچی
(۶)	تاریخ فرشتہ	محمود قاسم فرشتہ		
(۷)	تاریخ شیعان علی	علی حسین رضوی	۱۹۹۴ء	امامیہ اکیڈمی، کراچی
(۸)	دفتر ماتم جلد ۱۶، ۱۷، ۱۸		۱۳۶۴ھ، ۱۸۹۷ء، ۱۸۹۷ء	مطبع دبدبۂ احمدی مشک گنج لکھنو
(۹)	سرفراز لکھنو		محرم نمبر ۱۳۵۹ھ اور ۳۷۷ھ	
(۱۰)	قیصر التواریخ		۱۹۰۷ء	نولکشور پریس کانپور
(۱۱)	قدیم لکھنو کی آخری بہار	مرزا جعفر حسین	۱۹۸۱ء	دہلی
(۱۲)	مثنوی حزن اختر	امجد علی خاں	۱۹۸۱ء	واجد علی شاہ اکیڈمی لکھنو
(۱۳)	مرثیہ نگاران امروہہ	ڈاکٹر عظیم امروہوی	۱۹۸۴ء	مہران پروس، کراچی
(۱۴)	گلزار مہ لقابائی	مہ لقابائی		حیدرآباد دکن
(۱۵)	روزنامہ ہمت لکھنو	جالب لکھنوی	۱۵ مئی ۱۹۲۹ء	

مخطوطات

(۱) مرثیہ تاجدار بہو صاحبہ

(۲) مراثی ملکہ زمانی بیگم

(۳) مرثیہ مولوی للّن صاحب اولاد حسین شاعر لکھنوی

اس کے علاوہ حیدرآباد دکن کے قدیم کتبات کی نادر تصاویر سے مدد لی گئی۔

حرفِ محرامانا

سید مظفر علی (ریسرچ اسکالر)

بے جابہائے لئے جانہ تجھے قرار نہ تو کسی کو قرار میں دیکھ سکتا۔ اے زمانے تو نے کیسی کیسی ہستیوں کو اپنی آغوش میں لے رکھا ہے کیسے کیسے مشفق وحسین چہرے تو نے ہماری نظروں سے اوجھل کر دیئے ہیں۔ ہاں ہاں میں جانتا ہوں تیری آغوش میرے لئے بھی وا ہے اور تو ایک دن مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائے گا کہ یہی تیرا دستور ہے اور یہی تری روش ہے۔ لیکن کبھی تو نے سوچا کہ جن چہروں کو تو ہماری نظر سے اوجھل کر رہا ہے جن ہستیوں کو تو اپنی آغوش میں لے رہا ہے کیا واقعی وہ چہرے وہ ہستیاں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں؟

سن اے زمانے کہ انسان مسجودِ ملائکہ ہے۔ زمین پر قادرِ مطلق کا حقیقی خلیفہ ہے۔ تو کیا خدائے لم یزل ولا یزل نے اسے کوئی توانائی عطا نہیں کی؟ کیا اسے زوال سے لازوال ہونے کا کوئی نسخہ نہیں بتایا؟ کیا خدائے کریم نے اسے موت پر فتح پانے کی کوئی ترکیب نہیں بتائی؟ کیا خدائے رحمٰن نے تجھ پر حکومت کرنے کی صلاحیت اپنے خلیفہ کو نہیں بخشی؟ سن کہ تو صرف ان چہروں کو نگاہوں سے اوجھل کر سکتا ہے صرف ان جسموں کو اپنی آغوش میں چھپا سکتا ہے جو یہاں آ کر پیمانِ الست کو فراموش کر دیتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو خدا کے اس فرمان پر "تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا" جو اپنی زندگی کو ڈھال لیتے ہیں ان پر تیرا کوئی بس نہیں چلتا حالانکہ تو ان کو بھی اپنی آغوش میں لے لیتا ہے۔ مگر یہ لوگ تیری آغوش میں آتے ہی پہلے سے زیادہ نمایاں اور ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جانے تو نے کتنی ماؤں کو اپنی آغوش میں لیکر ان کو اپنی اولادوں کی نگاہوں سے اوجھل کیا ہے لیکن کیا تو ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کی نگاہوں سے ان کی ماؤں کی شبیہ کو بھی اوجھل کر سکا ہے؟ سن کہ خدا کا ذکر کرنے والوں پر تیرا کوئی بس نہیں کیونکہ ایسے لوگ تو زندہ رہتے ہوئے بھی فنا فی سبیل اللہ ہو کر بقاء دوام کی راہوں کے مسافر ہو کر تیری دسترس سے دور بہت دور ہو جاتے ہیں اور بجائے نگاہوں

سے اوجھل ہونے کے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے قلوب واذہان میں نہاں ہو کر ان کے عمل وکردار میں عیاں ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہی وہ اہل ذکر ہیں کہ جن کے ذکر کی رفعت کو قرآن میں خدا نے اپنی ذمہ داری قرار دیا ہے اور تمام بنی نوع انسان کو اپنی لاعلمی اور جہالت کو دور کرنے کے لئے انہی اہل ذکر کی دہلیز پر جبیں سائی کرنے کا حکم دیا ہے مگر اے زمانے تو نے دیکھا ہوگا کہ امت نے ان اہل ذکر کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ امت پر اجرِ رسالت کے طور پر محبت ومودت کے بجائے دشمنی واجب ہوتی تو امت اس سے زیادہ دشمنی اور بے توقیری کا اظہار اور کیسے کرتی اور اس سے زیادہ اور کیا کر سکتی تھی مگر ہوا کیا دشمنی اور بے توقیری کرنے والوں کو تو اپنے ساتھ بہا کرلے گیا کہ وہی خدا کا عہد تھا کہ تو نماز پڑھ (نماز بجز ذکر خدا کے اور ہے کیا) اور قربانی دے بلاشبہ تیرا دشمن ابتر رہے گا۔ دشمنی اور بے توقیری کرنے والوں منصوبہ سازی کرتے وقت یہ بھول گئے کہ یہ اہل ذکر زمین پر خدا کا سایہ اور اس کی رحمت کا وسیلہ ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا اپنے سائے کی بے توقیری اور سائے سے دشمنی کرنیکا کوئی منصوبہ کامیاب ہونے دے کیونکہ اس نے خود اپنے آپ کو اگر خیر الرازقین کہا ہے تو ایک جگہ اس نے اپنی آپ کو خیر الماکرین بھی کہا ہے۔ مکر کرنے والے منصوبہ ساز آج بھی اپنے مکروہ عزائم کو کامیاب ہوتا دیکھنے کے لئے متحد ہیں مگر خدا پردہ غیب میں پوشیدہ رہنے والے آخری اہل ذکر کے صدقے میں ان کے عزائم کو ناکام بناتا رہتا ہے۔ یہ کیسے لوگ ہیں تو نے تو ان سب کو دیکھا ہوگا تو نے تو اس وقت بھی ان کو دیکھا ہوگا جب ان لوگوں نے رسولؐ خدا کی اونٹنی کو بھڑکانے کی کوشش کی اور بجلی نے چمک کر ان سب کے چہروں کی نشاندہی کر دی اور آپ نے حذیفہ کو ایک ایک چہرے کا نام بتا کر ہمیشہ کے لئے ان ناموں کو راز میں رکھنے کا حکم دیا۔ اے ختمی مرتبت آپ نے تو اپنی آنکھوں سے وہ منظر بھی دیکھا کہ جب آپ کے سرہانے قرطاس وقلم پر جو ہنگامہ ہوا کہ جس کے بیان پر ابن عباس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ میں آج بھی حیرت زدہ ہوں کہ آپ نے اپنے لئے وہ لفظ کیسے برداشت کیا ہوگا جس کو میرا قلم لکھنے سے انکاری ہے۔ وہ لفظ کہ جو کبھی مکہ

کے مشرکین نے بھی آپ کے لئے استعمال نہیں کیا وہی لفظ آپ کے دوست نے کھلے بندوں استعمال کیا۔ خدا تو مسلمانوں کو حکم دے کہ خبردار رسولؐ کے سامنے بلند آواز سے گفتگو نہ کرو کہ کہیں تمہارے سارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان سب ہنگامہ کرنے والوں کے اعمال کا کیا بنا لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ امت کا شیرازہ بکھر گیا اور امت کے زوال کا سفر شروع ہو گیا۔ اے اللہ کے گرامی قدر پیغمبرؐ آپ نے دیکھا کہ آپ کے سفر کر جانے کے بعد آپ کے بھائی' وزیر' داماد' وصی اور جانشین کے ساتھ لوگوں نے کیا سلوک کیا؟ لوگ کہتے ہیں علیؑ پچیس سال تک خاموش رہے مجھے ان کی عقلوں اور سوچ پر ہنسی آتی ہے آؤ اور میری طرح سوچو کہ علیؑ پچیس سال تک خاموش نہیں رہے بلکہ پچیس سال تک علم کا دروازہ بند رہا۔ حکمت کا گھر مقفل رہا۔ عدالت عادل سے خالی رہی۔ جاؤ تاریخ میں تلاش کرو کوئی ایک خطبہ کسی کا بھی جس سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹتے ہوں علم و حکمت پچیس سال تک اپنی تنہائی پر ماتم کناں رہے ہیں۔ جاؤ تاریخ کی سیر کرو تمہیں ایک عجیب حکم ملے گا کہ "خبردار رسولؐ کی کوئی حدیث بیان نہ کی جائے" یہ کیسا حکم تھا؟ یہ کیوں دیا گیا؟ اور اس کا انجام کیا ہوا؟ انحراف اور فقط انحراف اور پھر جب علیؑ نے امت کے بے حد اصرار پر خلافت کو زینت بخشی تو یہ انحراف اتنا گہرا ہو چکا تھا کہ لوگ علیؑ کے طرز خلافت کو برداشت نہ کر سکے اور خلیفہ راشد کے خلاف سازشوں اور شورشوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اے وقت تو نے تو دیکھا ہوگا کہ حوآب کے مقام پر کتوں کے بھونکنے پر جب کسی خاتون کو رسولؐ کی حدیث یاد آئی اور وہ خاتون مضطرب ہو کر واپس کا ارادہ کرنے لگیں تو جھوٹی گواہی لا کر ان کو مطمئن کر دیا۔ پس اگر آج ہماری عدالتوں میں جھوٹی گواہیاں دی جاتی ہیں تو حیرت کیسی کہ یہ تو سنت قدیم ہے اور اس کے جاری کرنے والے کوئی غیر نہیں بلکہ اے وقت سچ بتا کہ وہ صحابی نہیں تھے؟ بہر حال جمل و صفین و نہروان آج بھی مسلم تاریخ میں ایک طرف کلنک کا ٹیکہ ہیں تو دوسری طرف علیؑ کی شمشیر زنی اور عفو و درگزر کی حیرت انگیز داستان' جس نے ثابت کر دیا کہ شیر کردگار کو میدان میں شکست نہیں دی جا سکتی پس سازشی ذہن نے وہی مکاری کا راستہ اختیار

کیا اور صفین میں علیؑ کا لشکر ایک خوفناک فریب کا شکار ہوا اور یوں علیؑ بے بس کر دیئے گئے اور یوں جبر تاریخ نے علیؑ کے دور خلافت کو ناکام لکھ دیا مگر کسی نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اس ناکامی کا آغاز کب ہوا اور اس کی جڑیں کہاں ہیں؟ اے کاش ایسا ہوتا' اے کاش ایسا ہوتا کہ غدیر خم میں ہدیہ تبریک پیش کرنے والے اپنی زبان کے ساتھ اپنے قلب کو بھی شامل کر لیتے مگر ایسا نہیں ہوا پھر اے کاش ایسا ہوتا کہ روایت حدیث پر قدغن نہ لگائی جاتی مگر ایسا نہیں ہوا انجام تو یہی ہونا تھا کہ محمدی اسلام کی جگہ Branded اسلام لے لے۔ انجام کار اے وقت تو نے دیکھا کہ مولائے متقیان نے عین حالت نماز میں ضربت کھائی اور آپ کے منہ سے نکلنے والا شہرۂ آفاق جملہ "فزت ورب الکعبہ" آج بھی ایک عالم کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے اور یوں ۲۱ رمضان کو آپ اپنے چاہنے والوں کو تنہا چھوڑ گئے اور اسلام میں پڑنے والا یہ شگاف اور انحراف اور بھی گہرا ہو گیا۔ اور پھر تو۔ نے اے زمانے وہ منظر بھی دیکھا کہ جب رسولؐ کے بڑے نواسے کے جنازے پر تیر بارانی کی گئی۔ ہائے قلب حسینؑ و زینبؑ وام کلثومؑ پر کیا بیتی ہوگی بنو ہاشم نے کس طرح برداشت کیا ہوگا۔ دیکھا تو نے انحراف کا انجام اور پھر پورے عالم اسلام پر ایک کاٹ کھانے والی آمریت مسلط ہو گئی۔ جس نے جانے کتنے معصوم اور بے گناہوں کے خون سے اپنی پیاس بجھائی۔ ہر طرف قتل و غارت ہر طرف سولیاں تاریخ کے صفحات خون سے رنگین ہوتے رہے۔ منبروں سے علیؑ اور اولاد علیؑ پر سب وشتم آمریت کا حکم نامہ تھا جس کو خود ایک صحابی نے جاری کیا جس کو لوگ آج بھی کاتب وحی کہتے ہیں عجیب کاتب تھا لکھا کچھ اور عمل کچھ اور کیا اور یہ شگاف اور یہ انحراف گہرا اور مزید گہرا ہوتا گیا۔ ہر طرف ایک گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے۔ سانسیں سینوں میں گھٹتی رہیں زبانیں کاٹ دی گئی ہیں۔ آمریت نے اپنے استحکام کی خاطر اپنے آپ سے بھی بدتر جانشین کا انتخاب کیا ہے لوگوں کی زبانیں گنگ ہیں اور وہ یہ یقین کر چکے ہیں کہ اب کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا سب سر جھکا کر ہاں کر چکے تھے مگر تو نے دیکھا اے زمانے کے اسی وقت بی بی فاطمہؑ کے چھوٹے سے گھر سے ایک ایسا غضبناک انسان نمودار ہوا جس نے تنہا تاریخ سے ٹکر لینے کا فیصلہ کیا۔ یہ

پرعزم اور آہنی انسان رسول کا چھوٹا نواسہ تھا جس کے متعلق رسول اکرمؐ ایک عجیب حدیث بیان کر چکے تھے کہ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں" یہاں یہی آہنی انسان جب گھر سے برآمد ہوا تو اس کے پیچھے بی بی فاطمہؑ کی بڑی بیٹی بھی چادر میں ملبوس بھائی کے مشن میں شامل ہو گئی۔ تاریخ کے یہ عجیب ترین مگر عظیم ترین بھائی بہن ہیں جنہوں نے ثابت کر دیا کہ تلوار خون پر فتح مند نہیں ہو سکتی۔ تلوار صرف خون بہا سکتی ہے مگر بہتے ہوئے خون کے پیغام کو نہیں روک سکتی۔ حسینؑ کے سامنے صرف ایک مشن تھا اور وہ اسلام محمدی کو امت کو واپس کر دینا تھا۔ ایک عشق تھا اور وہ تھا ہر صورت دین کی بقا۔ ہدف سے ایسا ہی عشق انسان کو موت پر فتح مند بناتا ہے اور پھر وہ موت کو پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتا۔ تاریخ نے جناب علی اکبرؑ اور امام حسینؑ کی ایک بہت مختصر مگر بہت اہم گفتگو نقل کی ہے کہ اثنائے راہ میں امام پر کچھ غنودگی طاری ہوئی اور جب امام اس سے باہر آئے تو آپ کی زبان سے کچھ کلمات جاری ہوئے۔ جس پر علی اکبرؑ نے پوچھا کہ بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں تو امام کا جواب سن کر علی اکبرؑ نے کہا کہ بابا اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت کا کیا ڈر۔ اے جناب علی اکبرؑ آپ پر میرا سلام ہو آپ کے اس جملے نے زندگی و موت کے فلسفے کو کتنی خوبصورتی اور دانائی سے حل کر دیا کہ حق لازوال ہے۔ لافانی ہے جاویدانی ہے۔ ہاں آپ کے پورے گھرانے کے لئے موت سے کھیلنا اور گراسے ہنستے ہوئے گلے لگانا آپ ہی کی میراث ہے آپ کے دادا نے ایک موقع پر ایسا ہی ایک جملہ کہا تھا کہ "ابوطالب کے بیٹے کے لئے یکساں ہے کہ وہ موت پر جا پڑے یا موت اس پر آ جائے" ہاں یہ جملہ صرف اسی کو زیب دیتا ہے۔ جو لوکشف الغطا کہے۔ ہاں صرف کل ایمان ہی کہہ سکتا ہے۔ ہاں آپ کا گھرانہ یقین کا گھرانہ ہے۔ مگر اے زمانے تو نے دیکھا کہ اس گھرانے کے ساتھ کربلا میں کیا ہوا۔ اے خدا کے گرامی قدر پیغمبرؐ آپ تو خود وہاں موجود ہوں گے آپ نے تو خود اپنی آنکھوں سے وہ خونی مناظر دیکھے ہوں گے۔ وہ کون لوگ تھے کہ جنہوں نے آپ کے پورے گھرانے کو گھیر رکھا تھا؟ یہ دوسرا موقع تھا کہ جب آپ کے گھر پر چڑھائی کی گئی۔ وہ پہلا منظر بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ آپ کی بیٹی کے گھر کے گھیر کر آگ لگانے

کی دھمکی دی گئی اور پھر آپ کی پیاری بیٹی جس کو آپ نے خاتون جنت کا لقب دیا تھا اور کہا تھا کہ جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ باوجود اس تنبیہہ کے آپ کی بیٹی دروازے کے پیچھے پیس دی گئی اور وہ مظلوم کچھ ہی دنوں کے بعد اپنی ٹوٹی ہوئی پسلیوں کے ساتھ آپ کی آغوش میں چلی گئی۔ مجھے نہیں معلوم خدا اور آپ ان اذیت دینے والوں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ لیکن اے اللہ کے رسولؐ مزید دکھ کی بات یہ ہے کہ جب دنیا پوچھے اور سوال کرے کہ یہ اذیت رساں کون تھے تو ہم کیا بتائیں سچ بولیں تو بقول توہین صحابہ اور اگر کوئی جواز ڈھونڈیں تو کتمان حق کے مجرم ٹھہریں مگر حق تو یہی ہے کہ وہ سب کے سب آپ کے کلمہ گو اور آپ کے دوست تھے۔ کاش کوئی ان میں مشرک و کافر ہوتا یا کوئی یہودی ہوتا تو ہماری مشکل حل ہو جاتی اور ہم ہمیشہ کی طرح اس واقعے کو سبائی سازش کے کھاتے میں ڈال کر مطمئن ہو جاتے کہ دنیا نے ہماری بات پر یقین کر لیا اور اب کوئی تحقیق کرنے والا اگر نقاب کشائی کی کوشش کرے گا تو پورے اطمینان کے ساتھ اس پر رافضی ہونے کا لیبل لگا کر اس کی تحقیق سے لوگوں کو بدظن کر دیا جائے گا۔ اے خدائے لم یزل کے محبوب ترین پیغمبرؐ اتنے محبوب اتنے عزیز اتنے قریب کہ قاب قوسین کے جملے کو آج بھی امت سمجھنے سے قاصر ہے اتنے محبوب اور اتنے عزیز کہ رب کائنات آپ کی محبت میں ڈوب کر کہہ دے کہ "تو نہیں تو کچھ نہیں" مگر میں کیا کہوں کربلا میں کیا ہوا؟ اے اللہ کے برگزیدہ ترین رسول آپ نے تو دیکھا ہو گا۔ اے میری پاک بی بی کربلا میں آپ کی آواز زمین و آسمان نے سنی ہے "اے ارض کربلا میرا بچہ ہے بیگناہ" اے دہر بے وفا میرا بچہ ہے بیگناہ۔ اے امام حسنؑ آپ بھی تو موجود ہوں گے آپ کے تو صرف جنازے پر تیر برسائے گئے مگر یہاں تو آپ کے بھائی کو زندگی ہی میں تیروں سے چھلنی کر دیا گیا۔ اے مولا علیؑ آپ نے دیکھا کہ کربلا میں آپ کے اس بیٹے نے لوگوں کو آپ کی شجاعت یاد دلائی کہ جب دشمن کی فوج کے سالار نے چلا کر اپنے سپاہیوں سے کہا کہ خبردار کوئی اس کے مقابلے کو تنہا نہ نکلے ارے اس کے دل میں اس کے باپ کا دل ہے پس اس کو گھیر کر مارو پس اے اللہ کے رسولؐ

حسینؑ نے اپنا وعدہ وفا کر دیا مگر اے میرے پیارے رسولؐ آپ پر میرے ماں باپ فدا آپ نے دیکھا کہ آپ کے حسینؑ سے لڑنے والے کون تھے؟ میں نے بہت کوشش کی تاریخ میں بہت ڈھونڈا کہ کہیں سے ایک فوجی نصرانی یا یہودی مل جائے مگر میں کیا کروں کہ ایسا نہیں ہے وہ سب کے سب آپ کے دوستوں کی اولین اولاد تھے ان میں سے بہت سوں نے تو آپ کا زمانہ بھی پایا تھا جبکہ آپ اپنے نواسوں کو کاندھے پر بٹھایا کرتے تھے اور کہنے والے کے اس جملے کے جواب میں کہ کیا اچھی سواری ہے آپ فرماتے تھے کہ نہیں یہ کہو کہ کیا اچھے سوار ہیں۔ ہاں یہی لوگ تھے کہ جنہوں نے اس سوار کو بھوکا پیاسا گھیر رکھا تھا اور قتل کرنے پر تیار تھے مگر اس سوار کا عزم و حوصلہ اور یقین اللہ کی پناہ۔ اس سوار کے اسی یقین نے اس کے ساتھیوں کو زندہ رہنے کا راستہ دکھایا۔ ہاں یہ حسینؑ عاشور کی شب چراغ گل کر کے اپنے ساتھیوں کے حجاب اٹھا رہے ہیں۔ قسم خدا کی حسینؑ نے بیعت نہیں اٹھائی بلکہ اپنے تمام ساتھیوں کے سامنے سے حجاب اٹھا دیا اور پھر سب یقین کی انتہائی حدوں تک پہنچ گئے اور ڈاکٹر اقبال نے کہا۔

ان کہ بخشد بے یقیناں را یقین

ان کہ لرزد از سجود او زمیں

یہاں یہی وہ حسینؑ ہے کہ عارف کہتے ہیں کہ اگر باوجود کوشش کے حجاب نہ ہٹے بس ابو عبداللہ سے استغاثہ کرو کہ وہ ایک شب میں حجاب ہٹانے والے ہیں۔ ہاں یہی وہ حسینؑ ہے کہ جو بے یقینوں کو یقین عطا کرتا ہے ہاں یہی وہ حسینؑ ہے کہ جب اپنے معبود کو سجدہ کرتا ہے تو پھر سر کو نہیں اٹھاتا بلکہ اس کے سر کو نیزے پر اٹھایا جاتا ہے اور خدا قرآن میں آواز دیتا ہے ''پس اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف پلٹ جا تو مجھ سے راضی میں تجھ سے راضی'' اور پھر کربلا میں شام غریباں ہو گئی۔ اور ثانی زہراؑ کربلا کی شیر دل خاتون کاخ امرا کو لرزہ براندام کرنے اور خون کے پیغام کو امت تک پہنچانے کی ذمہ داری اٹھائے کربلا سے کوفہ اور کوفے سے شام کی طرف روانہ ہوئی۔ پس اے زمانے تو نے دیکھا کہ اس دل سوختہ خاتون نے اہل ذکر کے ذکر کو بلند کیا اور کس

درجہ بہادری سے اس پیغام کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ اپنے ولولہ انگیز خطابت سے اس وقت موجود لوگوں تک پہنچایا۔ یہ پیغام ہم تک خون کی موجوں پر بہتا ہوا پہنچا۔ پس ہم سب پر ایک ذمہ داری ہے کہ اس پیغام کو اپنے بعد آنے والوں تک پہنچائیں اس لئے کہ پیغام پہنچانا زینبی مشن ہے اور اس میں رکاوٹ و تحریف و تدلیس یزیدی مشن ہے۔ یہ فیصلہ ہمیں خود کرنا ہے کہ ہم کیا کریں اگر زینبی مشن کو نہیں اپناتے تو یزیدی مشن کے آلہ کار ہو جائیں گے۔ پس اے زمانے اہل ذکر کا ذکر کرنے والے کل بھی زندہ تھے آج بھی زندہ ہیں اور کل بھی زندہ رہیں گے۔

مہر بانو صاحبہ جو دلوں سے دور نہیں ہو سکتیں

صالحہ معین (لائبریرین نیشنل بینک ہیڈ آفس)

وہ دور ہو بھی کیسے سکتی ہیں وہ تو سراپا پیار تھیں محبت تھیں خلوص تھیں ان کے لہجے کی مٹھاس ان کے بات کرنے کا انداز اس پر لوگوں کے غموں کو بانٹنے اور ان کی خوشی میں خوش ہونے کا جو سلیقہ خدا نے ان کو ودیعت کیا وہ آج کے اس مشینی دور میں ناپید نظر آتا ہے اس کے علاوہ بھی وہ بیش بہا خوبیوں کی مالک تھیں مثلاً اللہ اس کے رسولؐ اور اہلبیتؑ کا وہ ذکر کرتی تھیں تو دل چاہتا تھا کہ وہ بولتی رہیں اور ہم سنتے رہیں اور وقت ختم نہ ہونے پائے۔

میرے یہ خیالات ان چند ملاقاتوں اور ٹیلی فونک گفتگو کا نچوڑ ہیں جو میری مہر بانو صاحبہ سے ہوئیں میں نے ان کو اسم بامسمہ پایا یعنی مہربانیاں ان کا وصف خاص تھیں میری والدہ اور والد کے انتقال پر جس طرح انہوں نے مجھے تسلی دی وہ انہی کا حصہ ہے حج اور عمرہ سے واپسی پر جس طرح انہوں نے مجھے مبارکباد دی وہ الفاظ آج تک میری زندگی کا سرمایہ ہیں میری خوش دامن کے چہلم کا میلاد کسی تیاری کے بغیر ہمارے کہنے پر جس طرح انہوں نے فی البدیہہ پڑھا ساری محفل کو انہوں نے اپنا گرویدہ بنالیا۔

دل دماغ اور کان ان کے انتقال کی خبر سننے کے لئے تیار نہیں تھے اور آج بھی اس پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے (آمین) لیکن یہ حقیقت ہے کہ دور ہوتے ہوئے بھی وہ ہمارے دلوں سے دور نہیں ہیں۔

جامع مضامین، سادہ الفاظ

محترمہ زہرا شبیر صاحبہ
(وائس پرنسپل المرتضیٰ اسکول)

اللہ کا شکر ہے کہ ہم محمدؐ و آل محمدؑ کے ماننے والے ہیں۔ محمدؐ و آل محمدؑ کی سیرت کو جاننے اور ان سے معرفت حاصل کرنے کے لئے ہمیں بہت سے ذرائع ملے ہیں ان میں سے ایک اہم ذریعہ مجالس امام حسینؑ ہیں اور ان مجالس میں ہم تک ائمہ طاہرینؑ کی سیرت کے بارے میں معلومات فراہم کرنے میں ذاکرین کا ایک اہم کردار ہے۔

چہاردہ معصومینؑ کی سیرت بیان کرنے والوں میں ایک معروف ذاکرہ مہربانو صاحبہ بھی ہیں جن کی مجالس میں نے اپنے بچپن سے سنیں۔ مہربانو صاحبہ کی ذاکری کا انداز ایسا تھا کہ سننے والے کے دل میں محمدؐ و آل محمدؑ سے محبت اور معرفت میں مزید اضافہ ہوتا تھا آپ کی مجالس میں الفاظ سادہ مضمون جامع ہوتے تھے جو سننے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے خصوصاً مولائے کائنات کے فضائل سننے والے کے اندر (محبت) تولیٰ کے نئے در کھلتے چلے جاتے تھے۔ آپ کی تقریر بزرگ سے لے کر ایک بچے کے فہم کو بڑھاتی تھی۔

آج جب وہ ہم میں نہیں ہیں تو ہمیں ان کی کمی بہت زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور بلند درجات عطا فرمائے۔

ذاکرہ مہربانو
ذاکرات کی نظر میں

ہوئی مجلس کے ہر اک لفظ سے فکر عزا پیدا
کہ صدیوں میں قمر ہوتی ہے ایسی ذاکرہ پیدا

محترمہ ذاکرہ بیگم بخاری صاحبہ

آہ! بہن مہربانو! ذاکرہ اہلبیتؑ بے عذر ذاکرہ میری چھوٹی بہنوں کی طرح تھیں جو ہمیں غمزدہ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ میرے ساتھ ان کے سب چاہنے والے دعا گو ہیں کہ خدا ان کو چودہ معصومینؑ کے صدقے میں بی بی فاطمہ زہراؑ کے پہلو میں جگہ دے۔ آمین اور ان کے بچوں اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور توفیق دے کہ جس طرح ان کی والدہ محترمہ نے امامؑ کی خدمت کی اسی طرح وہ بھی ان کے نام کو روشن رکھیں اور قوم و ملت کی خدمت کرتے رہیں۔

مہربانو بہن کی کس کس بات کو یاد کریں خاص طور پر انکا مصائب پڑھنے کا انداز جو اتنا منفرد تھا کہ اسے الفاظ میں نہیں بیان کیا جا سکتا جب وہ مصائب پڑھتی تھیں تو ایسا لگتا تھا کہ یہ واقعہ گویا انہی کے ساتھ اور اسی وقت پیش آ رہا ہے۔ ذاکری میں ان کی خوبی یہ تھی کہ جو کچھ بھی وہ بیان کرتی تھیں وہ سب ان کا اپنا ہوتا تھا کسی سے سنا ہوا یا کسی کا پڑھا ہوا کچھ نہیں ہوتا تھا۔ ان کا انداز فطری تھا اور انسانی فطرت سے بہت قریب تھا اب ایسے ذاکر کہاں اور یہ سال تو ایسا آیا کہ دو عظیم ذاکرات دنیا سے چلی گئیں۔ ایک صغیر فاطمہ مرحومہ اور دوسرے مہربانو۔ یقیناً صدیوں میں ایسی ذاکرہ پیدا ہوتی ہیں جو قوم کے لئے انمول تحفہ ہوتی ہیں۔

ذاکرہ اہلبیتؑ محترمہ مہربانو صاحبہ کے جانے سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ مدتوں تک پُر نہ ہو سکے گا ان کا پرخلوص انداز میں فضائل و مصائب کا ادا کرنا مجھے کسی پل نہیں بھولتا اتنے پرخلوص اور عقیدت مند لوگ کبھی برسوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ پاکستان کے شیعوں کی خدمت کے علاوہ بیرونی ممالک کے شیعوں کو بھی اپنی ذاکری سے فیض پہنچاتی رہیں۔ ان کی کمی جب تک میں زندہ رہوں گی محسوس کرتی رہوں گی ہر منبر پر نگاہیں ان کو ڈھونڈتی رہیں گی اور ہر چاہنے والا انکو دعاؤں سے یاد کرتا رہے گا۔ خدا پنجتن پاک کے صدقے میں ان کے بچوں کو شاد و آباد رکھے۔ آمین

بیمثل ذاکرہ اہلبیتؑ......مہربانو

ذاکرہ حضرتی بیگم (عابدہ بیگم)

ذاکرہ مہربانو کی سیرت حسنہ کو میں کیا بیان کروں ان کی رفتار ان کی گفتار ان کا روانی کے ساتھ ذکر امام کرنا اور آسان الفاظ اس سلیقے اور اس پیارے انداز سے واقعا جیسے موتی جھڑ رہے ہوں اور ان کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات دل میں اترتی چلی جاتی تھی۔ انہیں خدا نے بڑی عزتوں سے نوازا۔ بہت بااخلاق، حلیم، انکساروالی، جھک کر ملنے والی، محبت کا ایک خاص انداز جو ان میں دیکھا کہ ہر ملنے والا یہی سمجھتا تھا کہ اسی پر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ اور دوسروں کو عزت دینا ان کا خاصہ تھا۔

ایسی بیمثل ذاکرہ اہلبیتؑ مہربانو کی رحلت پر مجھے بڑا دکھ اور نہایت افسوس ہے ایک ذاکر دنیا سے سدھارا آل محمدؐ کی ایسی چاہنے والی ان کی مدح وثنا کرنے والی دنیا سے اٹھ گئی۔ مذہب حقہ کا حق ادا کرتی ہوئی دنیا سے چلی گئیں۔ ذاکرہ کا مرتبہ اور شان ہے کہ وہ منبر پر ہے اور ائمہ معصومینؑ ہم جلیس ہیں فرش عزا پر میرے چوتھے امام مجلس میں آنے والوں کی جوتیوں کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں کیا شرف ہے ذاکر کا کیا مقام ہے کہ اگر وہ معرفت کے ساتھ خلوص دل سے مجلس پڑھے تو عام آدمی اس کے مرتبے کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ ذاکرہ مہربانو نے نصف صدی تک ذاکر کا درجہ بھی پایا اور مجلس عزا میں عزاداروں کے ہم جلیس بھی ہوئیں۔ خدا آپ پر رحمت بے پایاں نازل فرمائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے۔

من بکی او تباکی او من خوم اھل المجلس ھو معنا فی الجنۃ

"جو رویا یا جس نے رلایا، جس نے رونے کی شکل بنائی اہل عزا کی خدمت کی وہ ہمارے ساتھ جنت میں ہوگا۔"

خدا ذاکرہ مہربانو کو اپنے جوار رحمت میں آئمہ معصومینؑ کے ساتھ محشور فرمائے۔ آمین

میری پسندیدہ ذاکرہ......مہربانو صاحبہ

ڈاکٹر بتول ترابی رضا (نیویارک امریکہ)

محترمہ مہربانو صاحبہ کے فرزند اکبر حسن رضا صاحب نے مجھے فون پر اپنی مادر گرامی کی رحلت کی اطلاع دی مرحومہ کا نام آیا اور ذکر شروع ہوا تو پرانی تمام یادیں تازہ ہو گئیں۔ وہ میری بڑی فین تھیں، میں واقعاًان سے متاثر تھی اور ان کی مجالس سننے پی ای سی ایچ ایس کے امام بارگاہ جاتی تھی۔ بڑا کثیر مجمع مہربانو صاحبہ کی مجالس سننے کے لیے آتا تھا۔ پرکشش شخصیت کی پرکشش مجالس بہت پرانی یادیں ان سے وابستہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں عزاداری پرخلوص عزاداری تھی۔ اور پھر ویسے ذاکرین اب کہاں۔ محترمہ مہربانو صاحبہ کی خصوصیت یہ تھی کہ علم کے ساتھ بے حد انکساری ان میں تھی نہایت خوش اخلاق، سب سے خلوص کے ساتھ ملتی تھیں۔ دوسری بات یہ ہم نے ان میں دیکھی اور محسوس کی کہ اتنا ہر دلعزیز ہونے کے باوجود ان میں غرور بالکل نہیں تھا۔ ان سے بار بار ملنے کا دل چاہتا تھا۔ مگر افسوس کہ میں زیادہ عرصہ اپنے وطن سے دور رہی ہوں۔

پہلے پانچ برس جب میں Public Health کے موضوع پر پی ایچ ڈی کرنے گئی تھی۔ اور اب تو مسلسل اٹھارہ برس سے امریکہ میں مقیم ہوں۔

حال ہی میں ذاکرہ سرتاج بیگم سے ملاقات ہوئی مہربانو صاحبہ کا ذکر خیر رہا۔ اور وہ بھی مرحومہ کی بڑی تعریف کر رہی تھیں۔

خدا مہربانو صاحبہ کے مراتب اور درجات میں مسلسل اضافہ فرمائے۔ اور انہیں جوار آئمہ معصومین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

مہربانو صاحبہ نے اپنی آخرت بنالی

ذاکرہ سکینہ خانم صاحبہ

کوئی چالیس برس پرانی بات ہے جب میں ایک گرلز اسکول کی پرنسپل تھی اور مہربانو صاحبہ کی بچی میرے اسکول میں پڑھتی تھی اور ان کی رہائش گاہ بھی اسکول کے قریب ہی تھی تو ان سے اکثر ملاقات رہا کرتی تھی۔ مرحومہ کی خوبی یہ تھی کہ جس سے بھی ان کی ایک ملاقات ہوتی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا پھر ہمارا ڈھائی مہینے کے لئے ساتھ جب ہوا جب 1973 میں ایک قافلہ زیارات کے لئے روانہ ہوا۔ جس کا تمام انتظام میرے سپرد تھا۔ قافلے میں پچیس خواتین تھیں اور مرد صرف مولانا محمد عادل رضوی صاحب (خطیب رضویہ) مرحوم تھے۔ مہربانو صاحبہ اس سفر معرفت میں ہمارے ساتھ تھیں اور ان کے دو بچے ایک بچہ اور ایک بچی بھی ہمراہ تھے۔ ہم نے ایران' عراق' شام کا سفر کیا۔ مرحومہ سے قریب رہنے کا موقع ملا۔ اس پورے سفر میں سب ان کے اخلاق سے متاثر تھے۔ وہ دوسروں کی ہر پریشانی اور مشکل خود جھیلنے کے لئے تیار ہو جاتیں۔ سفر میں تکلیف برداشت کر کے سب کا ساتھ دینا ان کی ایک ایسی خوبی تھی جسے پورا قافلہ محسوس کرتا تھا۔

اب میری عمر اسی اور نوے برس کے درمیان ہے یادداشت ساتھ نہیں دیتی بہت سی باتیں بھول چکی ہوں' لیکن ایک حسرت ہے کہ مرنے سے پہلے ایک دفعہ پھر ائمہ معصومینؑ کی زیارت و عمرہ کرنے جاؤں۔

یہ دنیا عارضی جگہ ہے لوگوں کا آنا جانا ایسے ہی لگا رہے گا۔ اصل حقیقت اور منزل جو ہے وہ ہے آخرت۔ بات یہ ہے کہ آخرت کے لئے کون کیا کرتا ہے۔

مہربانو ذاکرہ نے جس انداز سے اپنی زندگی گزاری جتنی کثرت سے مجالس پڑھیں اور خدمت امامؑ کے ساتھ جس طرح خدمت خلق کی انہوں نے اپنی آخرت بنالی۔ جو اس زندگی کا حاصل ہے اور اصل سرمایہ بھی ہے۔

مآل کار مجلسیں، مقناطیسی کشش والی آواز

محترمہ ذاکرہ مصنفہ خیر النساء

خود نوید زندگی لائی قضا میرے لئے
شمع کشتہ ہوں فنا میں ہے بقا میرے لئے
آہ بلبل ریاضِ بتول پاک، سیدہ عالمین

مہربانو! تمہاری آواز اب بھی کانوں میں آتی ہے تمہارے چاہنے والے یاد کرتے ہیں۔ گو کہ عرصہ گزر گیا ہم لوگ زندگی ہی میں گردشِ زمانہ سے بچھڑ گئے تھے۔ مگر پھر بھی کم سے کم دس بارہ سال ضرور قریب رہے تھے۔ میں اگرچہ خود بھی ایک ذاکرہ تھی مگر آپ کو بہت پسند کرتی تھی سب سے بڑی بات یہ کہ ہم لوگوں میں بغض وحسد کا نام نہ تھا۔ صمیمِ قلب سے ایک دوسرے کا پڑھنا سنتے تھے۔ ایک دوسرے کی تقاریر سنتے تعریف کرتے۔ ہمارے سامع بھی بہت اچھے تھے بڑی مآل کار مجلسیں ہوتی تھیں۔ آہ! مہربانو اب آپ کے بچے آپ کو یاد کرتے ہیں۔ مجھے حسن رضا کو یہ بتانا ہے کہ بیٹا خدا کا شکرادا کرو۔ بیشک تمہاری مادر گرامی ایک نامی گرامی سامع کی پسندیدہ ذاکرہ تھیں۔ ان کی آواز میں مقناطیسی کشش تھی۔ سننے والے مسحور ہو جاتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مضمون گراں گزرے، لہجہ بے تک ہو۔ مضمون اکتاہٹ پیدا کرے، نہیں وہ پڑھتی تھیں تو ہمہ تن گوش مجمع سنتا رہتا۔ فضائل میں درود وصلوٰۃ کے نعرے بلند ہوتے رہتے، مصائب میں بہت ہی رقت ہوتی، تقریر بہت طویل ہوتی نہ بہت مختصر بلکہ ایک پیارے انداز میں ادائیگی ہوتی۔ روایات مستند ہوتیں اس وقت اکثر لوگ غلط روایات بھی پڑھ دیتے تھے۔ صغیر فاطمہ اور محمودہ باقر کے یہاں یہ غلطیاں نہیں تھیں۔ ہم لوگ بھی اپنی مجلس کو اغلاط سے صاف رکھتے تھے۔ نہ غلط پڑھتے تھے اور نہ کسی کا غلط پڑھنا سن سکتے تھے۔

مجھے یقین ہے کہ ذاکرہ حسینؑ آپ جنت میں حوروں کے ساتھ گلگشتِ باغ جنت میں ہوں گی۔ اپنی اس دوست کا سلام قبول کرو۔

امام بارگاہوں کی زینت

ذاکرہ نویرہ بخاری النقوی

آج ہی مجھے اپنی ہر دلعزیز بے حد پر خلوص بے غرض ذاکرہ اہلبیت محترمہ جنابہ مہربانو باجی صاحبہ کی ملک عدم کو جانے کی خبر ملی۔ دل کو بے حد صدمہ پہنچا اور میرے قلم نے مجھے ان کے بارے میں اپنے کچھ تاثرات بیان کرنے پر مجبور کر دیا۔

دراصل میں بھی ایک ناچیز ذاکرہ اہلبیت ہوں۔ میری ملاقات مہربانو باجی سے جب ہوئی جب میں نے اس ذاکری کی حد میں قدم رکھا یعنی چند الفاظ پڑھنے سیکھے۔ انہوں نے مجھے اپنے امام بارگاہ میں مجلس پڑھنے کو کہا۔ میں حیران و پریشان تھی کہ میں کیسے مجلس پڑھوں گی جہاں کراچی کی مشہور و معروف ذاکرہ اہلبیت محترمہ مہربانو باجی صاحبہ موجود ہوں گی۔ بس میں نے ان سے اجازت طلب کی اور زیب منبر ہوئی اور خطبہ کے آغاز پر ہی مہربانو باجی کی سبحان اللہ کی آواز نے مجھے ہمت عطا کی اور میں بھی ان کی داد کو دیکھتے ہوئے بڑی شان سے مجلس پڑھی اس کے بعد انہوں نے جو میری ہمت افزائی کی وہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ یہ ان کی ہی ہمت افزائی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی میں زیب منبر ہوں اور محترمہ بیگم بخاری صاحبہ جو میری بزرگ استاد بھی ہیں انکے زیر سایہ زیب ممبر ہوں۔

مہربانو باجی امام بارگاہ بوتراب عزیز آباد میں ہمارے عشرہ ثانی کی آٹھویں مجلس سے خطاب کرتی تھیں علم جناب عباسؑ کے سائے میں ان کا وہ انداز محبت حسینؑ میں ڈوبا ہوا انداز جو سب کے دلوں کو ڈبڈبا دیتا تھا اور ہر آنکھ اشک بار ہوتی جو ذاکرہ ذکر حسینؑ میں اتنا ڈوب جائے یقیناً وہ فاطمہ زہراؑ کی شفاعت کی حق دار ہے۔

وہ ایک دن میں کئی کئی مجالس پڑھتی تھیں۔ وہ اپنے قیمتی وقت کو کس طرح سرانجام دیتی تھیں میں اندازہ نہیں لگا سکتی کیونکہ کم از کم میں نے نہیں سنا کہ مہربانو باجی وعدہ دینے کے بعد مجلس پڑھنے نہ پہنچی ہوں۔ کیا ان کی یہ خوبی ان کو داخل بہشت نہیں کرے گی ان کی ایک اور خوبی جس کا تذکرہ

کرنا میں بہت ضروری سمجھتی ہوں وہ یہ ہے کہ اگر کسی مجلس کی ذاکرہ کسی وجہ سے وقت پر نہ پہنچ سکیں تو مہر یا تو باجی کے پاس جا کر ہم بلا تکلف کہہ دیتے تھے کہ یہ مجلس آپ کو پڑھنا ہے اور وہ اپنی ڈائری لا کر دیکھ کر کسی طرح بھی ٹائم کو سیٹ کر کے مجلس کے لئے تیار ہو جاتیں اپنے وعدہ کی مجلس پڑھنا تو ہے ہی کارِ ثواب لیکن وقت پر کسی ذاکر کے نہ ہونے پر فوراً پڑھنا بہت بڑا ثواب ہے۔ کیا یہ خوبی ان کو داخل بہشت نہ کرے گی۔

اور سب سے بڑی خوبی وہ ان کا خلوص ان کا بے حد عاجزانہ انداز بے حد پیار و محبت سے گفتگو کرنا' شاید لوگوں کو ہمیشہ یاد رہے۔ اگر اور بھی لکھا جائے تو کم ہے کیونکہ وہ کراچی کے امام بارگاہوں کی زینت تھیں کسی تعارف کی محتاج نہیں تھیں۔ لیکن میں اپنے بیان کو اس طرح ختم کرنا چاہتی ہوں کہ اپنی اولاد کے لئے ایک پیاری ماں' عزاداران عزا کے لئے بے حد مخلص ذاکرہ' ہم سے دور' بہت دور چلی گئیں لیکن اپنی یادیں دے گئیں۔

ماں کی وفات یقیناً ایک ایسا سانحہ و حادثہ ہے کہ جس کی تلافی ممکن نہیں۔ البتہ ماں باپ کی وفات کے بعد اولاد پر چند ایسی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کی ادائیگی ضروری ہے۔

موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں
تب کہیں جا کے سکوں تھوڑا سا پا جاتی ہے ماں
گھر سے جب پردیس جب جاتا ہے کوئی نورِ نظر
ہاتھ میں قرآن لے کر در پہ آ جاتی ہے ماں
سال بھر میں یا کبھی ہفتہ میں جمعرات کو
زندگی بھر کا صلہ اک فاتحہ پاتی ہے ماں

پروردگار عالم محمدؐ و آل محمدؐ کے صدقے میں انہیں اپنے رحمت کے سائے میں جوار معصومینؑ میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کے درجات میں بلندی عطا فرمائے' فاطمہ زہراؑ کی شفاعت ان کو نصیب ہو ان کے تمام محبت کرنے والوں کو اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

Marhooma Meherbanu Saheba

By : Mrs. Tahera Ahmed Jaffer

I had the privilege of meeting Marhooma for the first time in 1983 when I traveled from Kenya on my way to Iraq Ziyarat and stopped at Karachi to visit my sister at whose residence she happened to recite Majalis of Iamam Husein (a.s)

Her renderings and her amiable character attracted me very much and I became her admirer.

During my residence in Karachi from 1987 to 1999, she became my close acquaintance and proffered advices to me to improve the standard of my recitations. At a time when some opposed me for presenting Fiqhi Masael from Minber, she encouraged me to do so and prevailed upon other Zakera to accept and adopt this new mode of presentation. As a Senior Zakera, she demonstrated her approval by making her presnece felt at the Majalis recited by me. This boosted my spirits and encouraged other Zakeras to present Fiqhi Masaels frm Minber.

When I stared reciting Majalis in Karachi, initially I could no do justice in presenting Masaeb. Marhooma Meharbanu Saheba provided invaluable guidance to me to make the presentations heart rending, and when she was proceeding for Haj Pilgrimage, she told me that she

would pray near Khana-e-Kaaba for my success. It appears that her prayers were accepted as I could notice a visible difference in my presentations since then.

Marhooms was soft spoken and possessed a polite and humble demeanor. She was easy to approach, sociable and every ready to assist others. Despite being one of the Senior Zakeras, she always preferred to maintain a low profile. Pondering over her lifestyle, she reminds me of the followings Hadith of the Holy Prophet (s.a.w.s):

"The nearest to me on the Day of Judgment will be the ones whose Akhlaq were the best and who were humble."

She has left her mark on the society as a sincere and dedicated Zakera of Imam Husein (a.s). Her departure has indeed been a sad loss. May Almighty God grant her a place in Javer-e-Masoomeen (a.s) - Ilahi Amen.

محبت بھرا لہجہ

ذاکرہ بیگم اسد علی

پروردگار خلق ولب کا کتنا کرم ہے کہ منبر حسینؑ کے وسیلے سے ہماری ملت کو ایسے ذاکر و ذاکرہ نصیب ہوئے جنہوں نے اپنی گفتار کے زیر و بم سے تبلیغ اسلام کا فریضہ اتنی خوبصورتی سے ادا کیا کہ ہر صدائے بغض و عناد خامشی کے تحت الثریٰ میں غرق ہو گئی اور ذکر حسینؑ کے وسیلے سے توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت کا درس اذہان عالم میں نقش ہو گیا۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

آہ! مہربانو مرحومہ سے مجالس کی حد تک مرحوم بہن سے ملاقات رہی۔ مگر اس تھوڑے سے عرصے میں بہت قریب آ گئی تھیں۔ وہ بہت ملنسار، خوش اخلاق تھیں۔ بہت محبت بھرے لہجے میں گفتگو کرتی تھیں۔ میں جب محفل مرتضیٰ جاتی اور وہاں ملاقات ہوتی تو بہت خوش ہوتیں اور کہتیں کہ آپ گلستان جوہر سے یہاں تشریف لاتی ہیں۔ وہ مجالس کے پہلوؤں کو خوش اسلوبی سے بیان کرتی تھیں کہ ہر بات ہر نقطہ سامع با آسانی سمجھ سکے۔ اب خدا سے یہ دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کو جنت الفردوس میں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثمہ آمین

مہربانو ہر چاہنے والے کے دل میں زندہ ہیں

محترمہ ذاکرہ سرتاج بیگم صاحبہ

حضرت علیؑ کا قول ہے کہ "لوگوں سے اس طرح سے ملو کہ اگر مر جاؤ تو تم پر روئیں اور زندہ رہو تو تمہارے مشتاق ہوں" مولا کے اس قول کی روشنی میں مہربانو باجی صاحبہ نہایت خلوص اور محبت سے لوگوں سے ملتی تھیں اور ایسے اخلاق حسنہ کی مالک تھیں کہ آج ہم ان پر روتے ہیں اور یاد کرتے ہیں اور جب تک زندہ تھیں ان سے ملنے کے مشتاق رہتے تھے۔

میرے آقا حسینؑ فرماتے ہیں "بہترین حسن بہترین اخلاق ہے" آپ کے والد بزرگوار نہج البلاغہ میں اخلاق کی تعریف ایک اور خوبی کے ساتھ یوں کرتے ہیں۔

"قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت نہیں اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی عیش و آرام نہیں"۔

آپ نے حسن اخلاق کو نعمت اس لئے فرمایا کیونکہ جس طرح نعمت باعث لذت ہوتی ہے اسی طرح انسان کی خوش خلقی و نرمی سے دوسروں کو اپنی مٹھی میں لیکر اپنے ماحول کو خوشگوار بنا سکتا ہے اور اپنے لئے لذت و راحت کا سامان پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

قناعت کو سرمایہ و جاگیر اس لئے کہا کہ جس طرح ملک و جاگیر احتیاج کو ختم کر دیتی ہے جب کوئی قناعت اختیار کر لیتا ہے تو وہ خلق سے مستغنی اور احتیاج سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ محترمہ خلیق بھی تھیں، قانع بھی تھیں۔ تو اسی لئے آج بھی ان کی یاد میرے دل میں تازہ ہے۔ وہ زندہ ہیں ہر چاہنے والے کے دل میں، کیونکہ وہ محمدؐ و آل محمدؐ کی محبہ تھیں۔ خانوادہ عصمت و طہارت کی عاشق تھیں۔ اپنی زندگی ان کے ذکر میں گزار کر وہ زندہ ہو گئیں۔ حدیث ہے۔

و من مات علی حب آل محمدؐ مات شهیدا

اور شہید کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ "شہید زندہ ہے"

ہم خداوند تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔ انہیں علیین میں جگہ عطا فرمائے اور شفاعت آل محمد علیہم السلام سے انہیں سرفراز کرے۔

مجالس کی رونق و زینت...... ذاکرہ مہربانو

ذاکرہ ڈاکٹر شمیم رضوی صاحبہ

مہربانو باجی کے حوالے سے سب سے پہلی بات جو میں اپنے تجربہ کی بنیاد پر بتا رہی ہوں میں نے اپنی زندگی میں کسی ذاکر کو دوسرے ذاکر کی عزت کرتے ہوئے اس طرح نہیں دیکھا جس طرح مہربانو باجی کرتی تھیں اور اس کی گواہ تمام ذاکرائیں ہیں۔ جب بھی میں مجلس پڑھ کر اترتی تھی تو سب سے پہلے مہربانو باجی آگے بڑھ کر گلے لگاتی تھیں اور یہ ان کا مخصوص جملہ یہ ان کا کلام ہوتا تھا کہ "بی بی ہمیشہ زیب منبر رہو" سب سے مسکرا کر ملتیں۔

وہ کوشش کرتی تھیں کہ مجلس میں لوگ معلومات حاصل کریں اور ان کی مجلس میں سننے والوں کو کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوتا تھا۔

دیکھئے ذکر تو سب ہی کرتے ہیں لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ جس ذاکر کو صاحبان ذکر یا اہل ذکر سے دلی رغبت ہوتی ہے اپنی جان سے بڑھ کر انہیں چاہے تو اس میں اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ مہربانو باجی ان کی قابلیت کی وجہ یہ تھی کہ شہزادی نے ان کی مدد کی۔

ان کی مجالس میں خاص رونق ہوتی تھی واقعاً لوگ روتے تھے' گریہ کرتے تھے۔ بہت ڈوب کر دل و جان سے مجلس پڑھتی تھیں جو کہتیں اس پر عمل پیرا تھیں اس لئے سب متاثر ہوتے تھے اور سب ان کی مجلس کو پسند کرتے تھے۔ جبکہ بہت سادہ اور آسان الفاظ میں پڑھتی تھیں لیکن ان کی مجالس میں ان کے لہجے میں خاص کشش تھی۔ حالانکہ عام مقررین کی تقریر میں لفظوں پر تو زور ہوتا ہے مگر وہ تاثر نہیں ملتا۔ باوجود اس کے کہ بظاہر مہربانو باجی نے کسی دنیاوی درسگاہ سے علم حاصل نہیں کیا لیکن جب خلوص دل اور سچی نیت ہو تو باب مدینۃ العلم سے حقیقی علم عطا ہوتا ہے۔ ایک خاص بات

یہ تھی کہ مہربانو باجی کے تعلقات اور اٹھنا بیٹھنا بڑے لوگوں کے درمیان تھا۔ لیکن کمال یہ تھا کہ وہ ان لوگوں کے درمیان کبھی بھی اس طرح نہیں رہیں کہ ایسا لگے کہ وہ لوگ تو بڑے ہیں اور ہم چھوٹے ہیں۔ بلکہ بڑے لوگوں کے درمیان ایسے رہیں کہ یہ تاثر ملتا تھا کہ مہربانو باجی ان سب سے بڑی آدمی ہیں۔ اس لئے کہ جب ان کے ذاکر کہ کائنات جن کے صدقے میں خلق ہوئی ہے تو ہم سب سے بڑے ہیں ذاکرین کو چاہئے کہ شکر ادا کریں کہ ہمارے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ خدا نے ہماری زبان میں اتنی طاقت اور وہ صلاحیت دی وہ توفیق عطا فرمائی کہ ان کا ذکر کریں۔ ہر ایک سے جھک کر ملتیں جہاں تکبر ہوتا ہے وہاں سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔

ذاکرین کو شکر ادا کرنا چاہئے کہ ہم یہاں تک اس منصب عظیم تک پہنچے ہیں اور خدا کرے کہ ہم یہ فریضہ ادا کرتے رہیں۔

ذاکرہ مہربانو اپنے کردار اور شخصیت سے مکمل ذاکرہ

ذاکرہ سیدہ صبیحہ حیدر

ذکر محمدؐ و آل محمدؐ نامکمل ہے جب تک ذکر باری تعالیٰ نہ ہو اور ذکر باری تعالیٰ ہی ذکر محمدؐ و آل محمدؐ ہے۔ کیونکہ ان کی معرفت اللہ کی معرفت ہے۔

ہماری مجالس و محافل ذکر کی وہ معراج ہیں کہ جس میں شرکاء و سامعین بیک وقت عقیدہ توحید' عقیدہ نبوت' عقیدہ ولایت کو اپنے اندر راسخ کرتے ہیں تو عبادت کے ساتھ ساتھ ولا کے جام سے سیراب ہوتے ہیں۔

انسان مجموعہ ہے تین اجزاء کا یا تین عناصر کا۔ بدن' روح اور نفس ناطقہ۔ ان تینوں عناصر کے لئے اللہ نے رزق کا انتظام بھی کیا ہے' بدن کی غذا ہے انواع و اقسام کے اجناس پھل سبزی گوشت' پانی' نفس کی غذا عبادت اور روح کی غذا پاکیزہ محبت۔ ہماری مجالس انسان کی ان تینوں حاجات کو پورا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ذکر توحید عبادت' ذکر محمدؐ و آل محمدؐ پاکیزہ محبت اور تبرک غذائے بدن۔

میری فکر کے مطابق ذکر کی ان مجالس و محافل میں ذکر کرنے والے ذاکر یا ذاکرہ صرف اپنے اکتسابی علم ہی کو بیان نہیں کرتے بلکہ اپنی فکر اپنے عمل اور اپنی گفتار کا عکس بھی سامعین کے قلب و ذہن پر منعکس کرتا ہے۔ اس لئے ایک ذاکر یا ذاکرہ کو کچھ اہم صفات کا حامل ہونا چاہیے۔

(۱) محبت محمدؐ و آل محمدؐ بمنزل مودت:۔ کیونکہ ذاکر و ذاکرہ کا قلب اگر محبت محمدؐ و آل محمدؐ پر عرفان کی ضوفشانی نہ کرے تو ذکر و بیان کرنے والوں کے الفاظ سامعین پر تاثر تو چھوڑتے ہیں فکر پر تاثر نہیں۔

(۲) خوش گفتار و خوش اخلاق:۔ تبلیغ و ذکر میں بنیادی چیز ہے انداز بیان' گفتار و بیان کا تعلق ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق سے کیونکہ زبان عکاس ہوتی ہے ہمارے خلق کی نرم لب و لہجہ

شیریں بیانی سننے والے پر اپنے نقوش ثبت کرتی ہے۔ جبکہ کرخت لب ولہجہ سامعین کی سماعت و قلب پر بوجھ بن جاتا ہے۔

(۳) انکساری:۔ ایک مبلغ میں عجز و انکسار کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ جتنا اکتساب علم میں اضافہ ہوگا اتنا ہی اپنے کوتاہ ہونے کا احساس بڑھتا ہے جو اپنی "میں" کی نفی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں شجر جتنا ثمر بار ہوتا ہے اس میں اتنا ہی جھکاؤ ہوتا ہے۔۔

جب میں ان خصوصیات کی حامل خواتین ذاکرات کو اپنے ذہن میں لاتی ہوں تو ان میں سر فہرست قابل صد احترام ذاکرہ محترمہ مہربانو صاحبہ مرحومہ کی شخصیت نظر آتی ہیں جو صرف زبان سے ذاکرہ نہیں تھیں بلکہ وہ اپنے کردار اور اپنی شخصیت سے بھی مکمل ذاکرہ تھیں۔

میں جب عزاداری کے حوالہ سے اپنی بچپن کی یادوں کو تازہ کرتی ہوں تو کمسنی کے دور میں جن ذاکرہ کو سننے کا موقع ملا اور جن کے انداز ادائیگی آج بھی ذہن میں ہیں ان میں محترمہ صغیر فاطمہ (مرحومہ) محترمہ محمودہ باقر (مرحومہ) بیگم بخاری صاحبہ' بیگم راحت صاحبہ اور محترمہ مہربانو صاحبہ (مرحومہ)

محترمہ مہربانو باجی سے ایک تعلق خاص اور وابستگی کا سبب یہ رہا کہ میرے والد مرحوم ڈاکٹر سید جعفر حسین رضوی کے گھر میں منعقد ہونے والے عشرہ محرم برائے خواتین میں ہمیشہ مہربانو باجی کو زحمت دی۔ دور حاضر کے برعکس اس وقت ہونے والی مجالس میں ایک بڑا فرق جو میں محسوس کرتی ہوں وہ یہ کہ اس وقت مجالس ایک ایسی درس گاہ ہوتی تھیں جس میں نئی نسل کی کردار سازی ہوتی تھی احساس کردار سازی میں جہاں بزرگ خواتین خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں ایک بڑا حصہ پڑھنے والوں کا ہوتا تھا۔ عموماً کم عمر بچیوں کو منبر کے سامنے نصف دائرہ کی صورت میں اگلی صف میں بٹھایا جاتا تا کہ پوری طرح ذاکرہ کی طرف متوجہ رہیں۔ اس سے نہ صرف یہ کہ رسالتمآبؐ اور آئمہ اطہارؑ کے فضائل و معجزات اور مصائب کا علم حاصل ہوتا بلکہ ادب و آداب سماعت کا شوق و ذوق گریہ کا انداز سیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملتا۔ مجھے اب تک مہربانو باجی کا مسکراتا ہوا وہ چہرہ یاد ہے (جبکہ

35سال سے میں ان کی ذاکری سے محروم رہی) کہ جب وہ مجلس پڑھتے ہوئے ہماری درود کی صداؤں پر سبحان اللہ کہتیں۔ خصوصاً جب مولائے کائنات کی شان میں کوئی شعر ادا کرتیں تو ان کے چہرے سے ولائے مولا میں ان کی قلبی کیفیت منعکس ہوتی تو ہمارے چھوٹے ذہنوں میں مولا کی شان اجاگر ہوتی۔ اور جب میں اپنے بڑوں کو بھی مہربانو باجی کا احترام کرتے ہوئے اور مہربانو باجی کا اظہار انکسار دیکھتی تو دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی کہ بڑے ہو کر میں بھی ذاکرہ بنوں گی یقیناً یہ مہربانو باجی جیسی بزرگ ذاکرات ہی کی محبت دعاؤں اور ان کی تقلید ہی کا نتیجہ ہے کہ الحمدللہ آج میں بھی اس دربار عالی کی ایک ادنیٰ ذاکرہ ہوں۔

مہربانو باجی کے بڑا ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے کبھی اپنی بزرگ یا خورد ذاکرات سے فاصلہ نہیں رکھا۔ یہ ان کی بڑائی ہے کہ جب انہوں نے مجھے مجلس پڑھتے ہوئے سنا تو اختتام مجلس پر خود آگے بڑھ کر گلے لگایا اور دعائیں دیتے ہوئے اس قدر تعریف اور حوصلہ افزائی فرمائی کہ میں صرف اتنا ہی کہہ سکی کہ یہ سب آپ کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی ہے۔

بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہوں کہ بتصدق محمدؐ وآل محمدؐ بطفیل ذکر محمدؐ وآل محمدؐ مہربانو باجی (مرحومہ) کے درجات کو بلند تر کرتے ہوئے جنت الفردوس میں بی بی سیدۃ نساء العالمین جناب فاطمہ الزہرہ علیھا السلام کی بارگاہ میں ان کے لعل کا پرسہ براہ راست دینے کی فضیلت عطا فرمائے۔ (آمین)

ہردلعزیز شخصیت

ذاکرہ سیدہ فردوس فاطمہ نقوی

جب میں ذکر اہلبیت کی لذتوں سے روشناس ہوئی شاید کہ یہ میری ذاکری کا پہلا سال تھا۔ گھر میں بیٹھی تھی کہ ایسے میں مرثیہ کی آواز آ رہی تھی۔ اور یہ آواز قلب ونظر کو سکون پہنچا رہی تھی۔ پس اسی آواز پر لبیک کہتی ہوئی ایک مجلس عزا میں جا پہنچی۔ قریب کسی نے آن کر کہا مرثیہ ختم ہو رہا ہے آخری بند ہے۔ اور ذاکرہ صاحبہ ابھی تک نہیں آئیں ہیں تم مجلس پڑھو۔ میں حیران پریشان کوئی تیاری نہیں' کیا بیان کروں لیکن اللہ بہت بڑا ہے۔ میں نادِ علی پڑھتی ہوئی بڑھی' جنہوں نے مجھے زیب منبر ہونے کی دعوت دی تھی۔ ان سے کہا کہ میں مجلس شروع کرتی ہوں' لیکن جب ذاکرہ صاحبہ آ جائیں تو مجھے ضرور اشارہ کر دیجئے گا۔ یہ سوچتے ہوئے میں نے مجلس شروع کی۔

یا علی کہہ کے جو منبر پہ قدم رکھا ہے
ایسا لگتا ہے کہ جنت میں قدم رکھا ہے
میں تو بے خوف گزر جاؤں گی طوفانوں سے
جب پکارا مرے مولا نے بھرم رکھا ہے

مجلس پڑھ ہی رہی تھی کہ دوران مجلس ذاکرہ صاحبہ آ گئیں میں شکرِ رب کرتی ہوئی منبر سے اتری۔ میں نے ان کو سلام کیا اور خوش آمدید کہا اور وہ وہیں بیٹھ گئیں۔

مہربانو باجی سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ یہ پہلی زیارت تھی آپ ہردلعزیز شخصیت کنیز سیدہ' خادمہ درِ اہلبیتؑ جو بھی ان پر لکھے گا سب سے پہلے ان کے چہرے کی مسکراہٹ اور ان کی آنکھوں

کی چمک کو ضرور بیان کرے گا۔

اور واقعی آپ ان شخصیات میں سے ہیں جن کے لئے امام علیؑ نے فرمایا۔

"جب تک زندہ رہو اس طرح کہ لوگ تمہارے گرویدہ رہیں

اور جب مرجاؤ تو تم پر آنسو بہائیں"۔

اتفاق کی بات ہے میں ان کی مجالس نہیں کر سکی۔ کیوں؟ وجہ کچھ بھی نہیں، خود ذاکرہ، اور پھر دوسری دیگر مصروفیات، شاید ایک مجلس محفل مرتضی میں سنی تھی، لیکن ملاقات اکثر ہوتی اور بہت خوبصورت ہوتی۔ آپ مدرسہ زینبیہ کشمیر روڈ آتیں میں بھی وہاں ہوتی بہت محبت اور گرمجوشی سے ملتیں۔ گداز لہجہ، گفتگو میں نفیس توکل اور چہرے پر ایمان کی حرارت۔

میں آپ کو ہرگز بھلا نہیں سکتی۔ آپ کے نقش قدم پر چلنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتی ہوں۔ آپ کراچی کی ہی نہیں ایک بین الاقوامی ذاکرہ تھیں۔ جب میں پاکستان سے باہر گئی تو اکثر جگہ آپ کا ذکر خیر سنا اور فوٹو دیکھے۔ لوگ آپ کے مداح اور اپنی یادوں میں تازہ رکھتے ہیں اور انتقال کے بعد بھی بہت آپ کا ذکر کرتے ہیں۔

جنت میں جانے کے لئے ایک دروازہ ذاکرین امام حسینؑ کے لئے مخصوص ہے۔ یقیناً شہزادی فاطمہؑ نے آپ کا استقبال کیا ہوگا۔

ذاکری اور احساس ذمہ داری

ذاکرہ محترمہ نرجس نقوی (اہلیہ پروفیسر سردار نقوی)

فروزاں کرو ذکر شمع حسینؑ
بہت روشنی دل کی کم ہو گئی

مبارک سعید (امروہوی)

حیات واقعات کو جنم دیتی ہے اور واقعات اثرات پیدا کرتے ہیں اور اثرات پھیلانے کے لئے بیان اور الفاظ جنم لیتے ہیں یہ بھی انسان کا اختصاص ہے کہ وہ واقعات سے اثر اخذ کرتا ہے اور اسے آگے بڑھاتا ہے اسی لئے کلام پاک میں پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو بیان کی طاقت عطا کی۔ کلام پاک نے ہی بے شمار واقعات بیان کیے جو انسان کے اندر ایک تبدیلی پیدا کر سکیں لہٰذا ذکر کا حسن یہ ہے کہ اسے اس طرح بیان کیا جائے کہ کہنے والا جن معنوں میں اسے کہنا چاہتا ہے انہیں معنوں میں سننے والے اسے سنے۔

واقعہ جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی اس کا ذکر کیا جائے گا اور اتنے ہی الفاظ کا ذخیرہ وجود میں آئے گا۔ شاعر شعر کہے گا صنف سخن سامنے آئے گی۔ واقعہ کربلا بھی تاریخ کا ایسا ہی دل ہلا دینا والا انسان کے شعور کو بیدار کرنے والا واقعہ ہوا جس سے انسانی کرداروں کی رفعت وعظمت ہمارے سامنے آئی لہٰذا تاریخ میں اس کا ذکر بھی سب سے زیادہ ہوا شاید دنیائے ادب میں سب سے زیادہ شعر بھی اسی پر کہے گئے۔ ذاکر بھی ایسے ایسے شعلہ بیاں پیدا ہوئے کہ کیا کہنے۔ لہٰذا جوش تقریر میں انہوں نے اس واقعہ کو اپنی مرضی کے معنی پہنائے اور خود کو نمایاں کرنے کی خاطر اصل مقصد سے بعض اوقات کوسوں دور ہو گئے نہ صرف خود کوسوں دور ہوئے بلکہ مجمع کو بھی اپنے ساتھ بہا کر لے گئے۔ کسی نے اسے عبادت قرار دیا تو ایسی کہ اس کے علاوہ نماز روزہ قرب الہٰی سے مجمع کو معافی دلا دی کہ جو یہاں بیٹھ کر اب قطرہ آنسو رو دیا اسے تو نہ نماز کی ضرورت نہ روزے کی بلکہ رونے والوں

کی شفاعت تو بی بی کے ذمہ ہے لہٰذا ذمہ داری سامع کی بس اتنی رہ گئی کہ وہ ذاکر کو سن کر خوب روئے تو بس جنت اس کے قدموں میں۔ واجبات سے بھی بری اور شعور سے بھی۔ نہ تو شعور کو زحمت دینے کی ضرورت نہ یہ سمجھنے کی کہ یہاں بیٹھنے والوں کی ذمہ داری کیا ہے؟

عوام کو یہ احساس دلانا ان عوام کو جن کا مسئلہ دو وقت کی روٹی، بجلی کا بل اور اسکول کی فیس ہے کہ تمہیں اس معاشرہ میں اپنے کردار کو امام حسینؑ کے کردار سے کس طرح جوڑنا ہے یہ ذمہ داری علماء کی ہے۔ ان ہستیوں کو جو ذاکر کو ایک روحانی "ڈیکوریشن پیس" بنا دیتا ہے اس سے دنیا میں نہیں آخرت میں ملیں گے یا اس کا تعلق دنیاوی طور پر پھر مجلس سے بس بریانی اور حلیم تک رہ جاتا ہے اور ذاکر کے ہدیہ تک۔ لہٰذا اس کا جو نتیجہ سامنے آ رہا ہے معزز قاری نہایت افسوس ناک ہے بڑا ذاکر دور سے کرنٹ مارتا ہے غرور اس کے روئیں روئیں سے جھڑتا ہے۔ رہا سننے والا وہ مجلس میں آنسو بہا چکا بی بی اس کے آنسو رومال میں بھر چکیں لہٰذا اب وہ ہے اور تبرک اسے زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھا چھانٹ لینا ہے۔ وہ لوگوں سے مل رہا ہے لہٰذا اسے موقع ہے کہ وہ کچھ لوگوں کی برائیاں کر دے کیونکہ اب خاصے گناہ تو وہ بخشوا چکا اب کچھ اگر وہ غیبت کر بھی رہا ہے جس پر یہ منحوس ضمیر اسے ہلکی آواز میں سرزنش کر رہا ہے تو وہ اگلی مجلس میں اسے معاف کرائے گا۔

کیا اس میں کوئی ایک قصوروار ہے تو بے حد معذرت کے ساتھ کہ میرے خیال کے مطابق جہاں ستر فیصد خطا ذاکر کی ہے وہیں 30 فیصد کے مجرم عوام ہیں جس قوم کے پاس حضرت علیؑ جیسا انسان موجود ہو وہ انسان چھوٹا کام کرنے میں نہ صرف شرم محسوس کرے جنہیں یہودی کے باغ میں پانی دینے میں عار نہ ہوا بلکہ اپنے کام کو بہترین طریقے سے انجام دے جو ٹیچر ہے تو اس کی زندگی میں علم کی اہمیت ٹیوشنز سے پیسے کمانے کی حد تک پیسے کمانے کو منع نہیں کیا گیا مگر اپنے کام کو ایمانداری سے انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو استاد شاگردوں میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا نہیں کرتا اور خود اس کی زندگی میں کتاب کوئی اہمیت نہیں رکھتی تو وہ اس پولیس والے جو رشوت لینے پر مجبور ہے بدتر ہے۔ اس کا مولا سے کیا تعلق کیوں وہ تیرہ رجب مناتا ہے کیوں وہ اکیس رمضان

کو جلوس میں جاتا ہے۔

اور سب سے بڑا مجرم ڈاکٹر جو مریض کو مکمل شفایاب کرنے سے اس لئے پرہیز کرتا ہے کہ پھر اس کا کلینک کیسے چلے گا ایسا ڈاکٹر اگر سمندر کے برابر بھی آنسو بہالے تو بھی اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اس کا امام حسینؑ سے کیا تعلق اگر کوئی مالک مکان اپنے کرایہ دار کا پانی بند کردے تو پھر وہ حضرت سکینہؑ وحضرت علی اصغرؑ کی پیاس کا ذکر سن کر کیا کرے گا اور کیوں نذر کرے گا۔ پھر حضرت عباسؑ سے کیا وہ توقع رکھنے میں حق بجانب ہے کہ وہ اس کی حاجتیں پوری کریں اسلئے کہ یہ وہ خانوادہ ہے جو ایک چراغ کی حیثیت رکھتا ہے جو ایک طاق میں رکھا ہے جو نور سے روشن ہے یہ روشنی زمین سے آسمان تک جاتی ہے اور اگر واقعی ان سے تعلق جڑا ہو تو دنیا میں کون ہے جو ہم سے آگے ہو۔ شفاعت کے معنی ہی دراصل یہی ہیں کہ وہ ہمیں نجات حاصل کرنے کا راستہ دکھلا دیں ہمیں جنت اور دوزخ کے راستے نظر آنے لگیں پروردگار ہمارے علماء کو احساس مسئولیت ہمارے عوام کو شعور اور دولت علم عطا کردے اور جس سے عدالت کے چراغ روشن ہوسکیں۔

مہربانو باجی نے اپنے ماں باپ کے رکھے ہوئے نام کی ایسی لاج رکھی کہ شاید ہی کسی نے رکھی ہو عالموں میں حسد کی بیماری پیدا نہ ہو تو وہ ذاکر نہ بنے شاید میں نے ان جیسا بہت کم ایسا انسان دیکھا جو دوسرے ذاکر کو نہ صرف سراہتی تھیں اور حوصلہ افزائی کرتی تھیں بلکہ نیچے سننے والوں میں بیٹھ کر جو مصائب وہ بیان کر رہی ہوتی تھیں' معلوم ہوتا تھا کہ سننے والوں میں مولا کی سچی عزادار یہی ہیں ایک بار گفتگو کے دوران ذاکر کی ذمہ داری پر بات کرتے ہوئے کہنے لگیں "ارے بی بی منبر ہمارا' پیسہ ہمارا' صلاحیت ہماری اور ذکر کچھ دوسروں کا" ارے واہ' ان کا مجلس پڑھنا اس لئے نہیں تھا کہ اس سے ان کی کچھ عزت افزائی ہو جائے گی یا وہ کچھ اور فائدہ اٹھالیں گی بلکہ وہ ایک محبت کرنے والی کا ذکر کرنا اس سے کوئی غرور نہ حسد انہیں اپنے پیاروں کو رونا تھا' سو روتی تھیں جوان کا علم اٹھاتا اس کی شکرگزار ہوتیں' اٹھتے بیٹھتے ایک ہی ذکر تھا ایک ہی فکر' یقیناً وہ اب بھی اسی ذکر میں مصروف ہوں گی انہیں شاید بی بی کے دربار میں جا کر یہ یاد بھی نہ رہا ہو کہ میں بھی کوئی ہوں۔

آہ میری روحانی ماں......ذاکرہ مہربانو

ذاکرہ محترمہ یاسمین زہرا

میری پہچان زمانے میں ہی ذکر حسینؑ

اس سے بڑھ کر کوئی پہچان کہاں سے لاؤں

میری زندگی کا وہ عظیم دن کے ہم خانہ خدا کے سامنے حج کا احرام پہنے ہوئے عبادت میں معروف تھے کہ اس وقت کسی نے مجھے پکارا میں نے مڑ کر دیکھا تو آنے والے نے کہا آپ کو مولانا حسن رضا بلا رہے ہیں جب ان کے قریب گئی تو دیکھا مولانا حسن رضا حالت احرام میں زار و قطار رو رہے تھے ان کا یہ کہہ کر رونا کہ باجی آج صبح امی کا پاکستان میں انتقال ہو گیا بس اتنا سننا تھا کہ شدت غم سے میری حالت نہ پوچھئے۔ کیونکہ وہ میری روحانی ماں تھیں ان کے میرے اوپر بہت احسانات ہیں وہ بہت ہی مجھ سے محبت کرتی تھیں۔ میرے لئے ایک شفیق ہستی تھیں میں نے ان کے بیٹے مولانا حسن رضا کو تسلی دی اور بارگاہ خداوند میں ان کے لئے دعا کی۔

یوں تو میں بچپن سے ہی ان کی مجالس بہت پسند کرتی اور متاثر تھی وہ باعمل باکردار صوم وصلوۃ اور شرح کی پابند ایک شفیق اور میری محسن تھیں۔ میری شادی ہونے کے بعد میں ان کے گھر کے قریب ہی گئی۔ میری سسرال میں جو مجلس ہوتی تھی تو میری یہ کوشش ہوتی کہ آنٹی ہی وہ مجلس پڑھیں۔ شروع میں تو ان کے پاس وقت نہ ہونے کی صورت میں انہوں نے انکار کیا۔ لیکن بے حد اصرار پر میرے گھر مجلس پڑھنے کے لئے تیار ہوئیں۔

اس کے بعد ہر سال وہ میرے گھر کی مجلس کے لئے خود ہی تیار رہتی تھیں بلکہ وہ پہلے سے میرے گھر خود ہی آجاتی تھیں۔ یہ ان کی نہایت سادگی تھی۔ میں شروع ہی میں سوز وسلام اور نوحے پڑھا کرتی تھی لیکن ان کی حوصلہ افزائی سے میں نے ذاکری بھی شروع کی تو انہوں نے بڑی

تعریف کی اور میری ہمت بڑھائی۔ پھر میں بھی ان کی وجہ سے ایک ذاکرہ بن گئی۔ وہ ہمیشہ مجھے دعا دیتی تھیں کہ مولا تمہیں اپنے روضے میں پڑھوائیں۔ تم حج کرو مدینہ میں پڑھو۔ ایران شام و کربلا میں پڑھو۔ اور یہ سب دعائیں ان کی قبول ہوئیں اور میں نے ہر مقام پر پڑھا۔

آج میں ان کی دعاؤں سے ہر جگہ پہچانی جاتی ہوں۔

بس ان کے متعلق میں کیا لکھوں الفاظ نہیں مل رہے کہ کس طرح خراج عقیدت پیش کروں۔ وہ مجھ سے کس قدر قریب تھیں کہ میں اپنا ہر مسئلہ ان سے بلا جھجک کہتی تھی۔ وہ زیارات مقامات مقدسہ کا شرف حاصل کر چکی تھیں۔ اپنے گھر پر مجلس کرنا یا دوسروں کی مجالس میں جانا محض ایک رسمی بات نہ تھی بلکہ وہ بڑے مذہبی جوش و جذبہ اور انتہائی خلوص کے ساتھ ایک سچی ذاکرہ اور سوگوار حسینؑ کی طرح مجالس میں شرکت کرتی تھیں۔ نماز روزہ کی پابندی ہمیشہ خود بھی کی اور دوسروں سے بھی چاہا۔

غم حسینؑ میں گزار دی تمام زندگی
اسی سے ان کی ابتداء اسی پہ ان کی انتہا

محبتوں کی سفیر...... ماں کی طرح

ذاکرہ شہناز فاطمہ اعوان

مہر یا تو خالہ! ایک ایسی خاتون جو ہر ایک کی قدر دان تھیں۔

خود تو علم کا سمندر تھیں مگر انکساری اور محبت کا یہ عالم تھا کہ ہمارے جیسے طفل مکتب جب ان کے سامنے جائیں تو اس طرح حوصلہ افزائی کیا کرتی تھیں کہ اپنے آپ کو کچھ خاص سمجھنے لگتے اور ایسا محسوس ہوتا کہ محبت کا ایک امنڈتا ہوا سمندر ہے اور ایسی پذیرائی جو آپ کو اہم بنا دے۔

وہ ایک ایسی استاد کہ جس کے ہر انداز میں شفقت اور محبت بھری ہوئی تھی ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ میں ہی خالہ کو سب سے زیادہ عزیز ہوں۔

ہر محفل کی جان تھیں اور نئے پڑھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا تو بس ان ہی کا خاصہ تھا ہر ذاکرہ کا ہاتھ چومنا اور ہر ذاکرہ کا والہانہ استقبال کرنا یہ انداز بس خاص کر اُن کا ہی تھا۔

جب میں یہ سطور لکھ رہی ہوں تو میری نگاہوں کے سامنے نہ جانے کیا کیا منظر آ رہے ہیں۔

جب میں منبر سے اتری تھی تو ان کا وہ گلے لگانا' ہر ہر جملے پر داد دینا مجھے اتنا اہم بنا دیتا تھا' یہ ذاکرہ کو ایسی بیقراری سے الوداع کہتی تھیں کہ واقعی احساس ہوتا کہ ہم بہت خوش نصیب ہیں۔

رخصت کے وقت ان کا وہ دعائیں دینا' اہل بیت سے ان کا والہانہ محبت کا ثبوت تھا۔

ان کے جانے کے بعد مجالس میں ان کی بہت کمی محسوس ہوئی' آج جب وہ نہیں ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ لمحے سرمایہ حیات ہیں جب انہوں نے مجھے سینے سے لگایا' مجھے داد دی' پیار کیا' میرے ماتھے پر بوسہ دیا۔

حاصل زندگی وہی لمحہ تو تھا جب انہوں نے منبر سے اترنے کے بعد میرا ہاتھ چوما تھا۔

میں آج بھی اسی لمحے میں زندہ ہوں۔

ان کا وہ دعائیں دینا اب کون ہے جو میرے لئے ماں کی طرح دعا کرے گا۔امی کے انتقال کے بعد خالہ کے سینے سے لگ کر امی کی کمی کا احساس کم ہوتا تھا۔

ان کا وہ لمس ہمیشہ یاد رہے گا وہ دعائیں خالہ کا خاص جملہ"خدا اقبال بلند کرے، علم میں اضافہ کرے"اب کانوں میں وہ رس گھولنے والے جملے کون کہے گا۔

خالہ جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

پرنور چہرہ دعائیں دیتی ہوئی زبان

محترمہ ذاکرہ شانِ زہرا

قول معصومؑ

"جو کوئی محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت میں مرتا ہے وہ مرتا نہیں بلکہ شہید ہے"۔

خداوند عالم کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں آج اس فتنہ و فساد اور بدترین دور میں بھی ہدایت کی بہترین راہیں عطا کی ہیں جب بھی اطمینان سے آج کے زمانے اور حالات پر غور کریں تو خود بخود قلب کی گواہی ملے گی کہ ذکر محمدؐ و آل محمدؐ وہ بہترین سرمایہ حیات ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کی سچی محبت واطاعت ہی ذریعہ نجات ہے۔ جو اس محبت اور ذکر میں جتنا ڈوبنا چاہے وہ ڈوب کر نکھرنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ اس ذکر کی خوبصورتی ہی ہے ورنہ انسان کی اپنی ہستی کچھ بھی نہیں۔

معبودِ حقیقی نے ہمیں جو طاقت محبتِ آل محمدؐ دی ہے اس کا نتیجہ کردار و عمل، شجاعت و بہادری، دین داری و حق گوئی شخصی و انسانی آزادی اور شرافت و صداقت کو اس طرح مستحکم بنا دیتی ہے کہ اس میں ڈھلی ہوئی شخصیت کو فراموش کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

کردار و عمل اور ایک بھرپور اور بہترین شخصیت کی شکل محترمہ مہر بانو صاحبہ کی تھی کہ جنہوں نے ہمیشہ ذکر آل محمدؐ میں ڈوبی ہوئی زبان سے دین اسلام کی خدمت کی، امام حسینؑ اور واقعہ کربلا سے متعلق ان کی واضح جامع تقاریر سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی قلب و نظر ذہن و روح میں تاریخ کربلا ہر وقت، ہر حال میں رچی بسی رہتی۔ ان کے گفتگو کا انداز اور سوچ و فکر میں ائمہ معصومینؑ کے ارشادات عالیہ رہتے۔ جو ان سے گفتگو کرنے والے کی روح کو بہت زیادہ متاثر کرتے۔ میں نے ہمیشہ ان سے مل کر بہت خوشی اور بڑی راحت محسوس کی کیونکہ ہمیشہ مسکراتا ہوا پرنور چہرہ اور دعائیں دیتی ہوئی زبان بہت کم ملتی ہیں۔ جس طرح بہترین چاہنے والی شفیق ماں

ہوئیں جب بھی ان سے ملاقات کرتی ہمیشہ ان میں بہترین چاہنے والی محسن شخصیت محسوس کرتی۔

ذکر کرنے والے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے علم کی چمک سے علم کو اپنے انداز میں بہترین دیکھنا چاہتا ہے۔ جس طرح کوئی جوہری ہیرا دیکھ کر۔ وہ ہر ذکر آل محمد کرنے والے سے بڑی محبت کرتیں۔ پڑھنے پڑھانے کی وجہ سے یہ ہر اس شخص کی عاشق ہو جاتیں جو ذکر امام کرتا ہو۔

یہ ہماری قوم کی خوش نصیبی ہے کہ ذکر آل محمد کی وجہ سے ہمارے پاس ذاکر اور ذاکرہ کی کمی نہیں۔ جو عشق رسولؐ میں اور دین اسلام کی تبلیغ میں ہر زمانے میں مصروف رہے۔ یہ کوششیں ہمارے بزرگوں کی تھیں کہ جنہوں نے ہر حال میں مجلسوں کو اہمیت دی۔ مجھے یاد ہے کہ میرے بچپن کے زمانے میں شاہ فیصل کالونی میں شیعہ و سنی فساد اور خاص طور پر اسے سپاہ صحابہ کی ابتداء کہیے۔ تب بھی میں نے سنا کہ ان حالات میں ذاکرہ مہرپا تو حسینی مشن میں مجلس پڑھنے آرہی ہیں اسی طرح ہمیں ان کی خدمات کو یاد رکھنا چاہئے۔ اور بہت سے نام ہیں جنہوں نے دین کی خدمت کی جن کو بھلایا نہیں جاسکتا ان میں محترمہ خیر النساء مرحومہ بھی ہیں۔

اگر یہ کہا جائے تو دین کی تبلیغ میں خواتین کی کوششوں کو فراموش نہیں کیا جاتا تو یہ بالکل غلط نہیں ہوگا بلکہ اگر شیعیت کا ریکارڈ دیکھا جائے تو یہ ان ہی ذاکروں کی محنت ہے کہ جو پورا پورا دن علاقے علاقے جا کر مجالس پڑھتی رہیں اور مقصد حسینی کو آگے آگے بڑھاتی رہیں۔ کیونکہ خواتین کی مجالس بہ نسبت مردانی مجالس کے بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ ہماری ذاکروں کے ہمت و حوصلے کی داد دینی ہوگی کہ انہوں نے مقصد حسینی کے لئے وقت اور حالات کو تبلیغ کی سوچ سے سوچا۔ یہ انہیں مجالس کا نتیجہ ہے کہ ان ہی مجالسوں سے نوجوان نسل کو عشق ذاکری پیدا ہو رہا ہے۔ اور مرحومہ ہمیشہ یہ کہتی کہ ماشاء اللہ ذاکر امام کے بہت اچھے اچھے آرہے ہیں اور میری ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتیں۔

آخر میں میری یہی دعا ہے کہ پروردگار عالم مرحومہ کی مغفرت فرمائے ان کو قرب پنجتن پاک نصیب ہو۔ اور اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے (آمین) والسلام

یہ ذکر حسینؑ کا نور ہے

محترمہ ذاکرہ نرجس محسن صاحبہ

زندگی وار کے اس واسطے پہنچے ہیں یہاں
قبر میں ہم کو یقیں ہے کہ علیؑ آتے ہیں

ہر ذکر جو بلند ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے وہ کربلا کی سچائی اوڑھے ہوئے ہے۔ معرفت کے موتی اچھال کے ساری کائناتی جدتوں کو ایک حرف 'ہوا' میں سادے اور ہزاروں نصیحتیں شاید مسلمان کو وہ مقام عطا نہ کر سکیں جو ایک آنسو فرش عزا پر خاص حسینؑ کے نام پر بہتا ہے اور انسان کو وہ شعور عطا کرتا ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ خالہ مہربانو ایک ایسی ہستی جو امام حسینؑ کی عزادار تھیں' ذاکرہ کے حوالے سے میں بعد میں ذکر کروں گی پہلے ان کا عزادار ہونا بیان کروں میں اکثر مجالس میں ہوتی تھی جہاں وہ بھی ہوتی تھیں اگر مجلس نہیں پڑھ رہی ہوتیں تو بڑی توجہ اور شوق سے سنتی تھیں اور جب مصائب کا بیان ہوتا اس انداز سے روتیں کہ جیسے حقیقت میں میت سامنے موجود ہے اور کوئی انتہائی قریبی پرسہ دے رہا ہے۔ میں ان کے اس انداز سے بڑا متاثر تھی اب جہاں وہ اکثر ہوتی تھیں میں جاتی ہوں تو سوچتی ہوں اب ایسا تڑپ کے رونے والا کہاں سے آئے گا آج بھی میری نگاہیں انہیں تلاش کرتی ہیں جب وہ روتی تھیں تو میں سوچتی تھی اب تو ضرور جناب سیدہؑ پرسہ لینے آئیں گی۔ میرا اور ان کا تعلق 20 سال پرانا تھا میں نے چدرہ سال پہلے ذاکری شروع کی ابتداء میں جب ذاکری شروع کی تو محلہ ایک ہونے کی وجہ سے میری بڑی حوصلہ افزائی کرتی تھیں پھر مجھے انہوں نے ایک دن فون کیا اور کہا کہ بی بی اگر کچھ پوچھنا ہو تو ہم آپ کو بتا دیا کریں گے (انداز یہ تھا) ابھی تمہارے بچے چھوٹے ہیں پڑھنے کا وقت نہیں ملتا ہوگا گھر کا کام بھی کرنا اور

اس کے بعد مجھے ایک دو واقعات بتائے کہا اگر چاہیں تو پڑھ لیں' پھر تو بس جب بھی مجھے مجلس پڑھنا ہوتی میں فون کرتی اور وہ مجھے ایک ایک گھنٹہ لکھوا دیتیں۔ صبح شام رات دن کے ہر وقت کبھی یہ نہیں کہا کہ اب ہم معروف ہیں ایک دفعہ میں نے رات میں ایک دو بجے فون کیا تو کہا بی بی عزادار رات کو سوتے تھوڑی ہیں۔ ابھی حسن رضا مجلس پڑھ کر آئے تھے تو اسی کے بارے میں بتا رہے تھے۔ فون کیا تو آواز بڑی کمزور میں نے کہا خالہ کیا طبیعت ٹھیک نہیں' کہتیں بی بی چھوٹی موٹی تکلیفیں تو چلتی ہی رہتی ہیں' اور ایک گھنٹہ مجھے مجلس لکھوا دی شام کو محلہ میں مجلس تھی سب عورتیں آپ کی صحت کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں میں نے کہا کیا ہوا تو خالہ کی بیٹی نے بتایا اماں کل ہی ہسپتال سے آئی ہیں۔ اور بستر سے اٹھ نہیں پا رہی ہیں بہت کمزوری ہے۔ تو میں بڑی حیران ہوئی کہ مجھے انہوں نے منع نہیں کیا۔

انتہائی سادگی' معمولی لباس ایام عزا میں کالے کپڑوں کے علاوہ کسی اور رنگ میں نہیں دیکھا۔ نہ بناؤ نہ سنگھار۔ مگر چہرے پر وہ نور میں اکثر دیکھتی اور سوچتی جب وہ منبر پر ہوتی تھیں کہ یہ ذکر حسینؑ کا نور ہے۔ جب کبھی مجلس پڑھنے کا کہا کبھی منع نہیں کیا۔ جب منبر پر ہوتی تھیں تو یوں لگتا تھا کہ جیسے منہ سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ میرے گھر میں امام حسینؑ کی ولادت کا میلاد 2 شعبان کو ہوتا ہے بعد میں کیک کاٹا جاتا ہے۔ چار سال سے خالہ ہی کیک کاٹتی تھیں مگر اس دفعہ وہ موجود نہ تھیں سب نے بڑا یاد کیا۔ مجھے یقین ہے کہ آج بھی دربار سید الشہداء میں محبت اور عقیدت کے ساتھ حاضری دے رہی ہوں گی۔ اتنی مجالس پڑھنا پورے کراچی میں اور ہر جگہ بڑی عالمانہ مجلس پڑھنا یہ خاص عطا تھی۔ آل محمدؐ کی جو ہر کسی کے مقدر میں نہیں آتی۔

لے زندگی کا قرض علیؑ کے غلام سے
اے موت آ ضرور مگر احترام سے

ذاکراؤں کی حوصلہ افزائی کرنے والی......ذاکرہ مہربانو

ذاکرہ لیلیٰ حیدر ترابی

مہربانو ذاکرہ اہلبیتؑ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ مرحومہ انتہائی سادہ مزاج خاتون تھیں؛ بے حد منکسر المزاج شخصیت کی مالک تھیں؛ یہ ذاکرہ بالکل صحیح فضائل و مصائب بیان کرتی تھیں؛ ہمیشہ دوسری ذاکراؤں کو ذکر کرتے دیکھ کر خوش ہوتیں اور نئی ذاکراؤں کی حوصلہ افزائی کرتی تھیں۔ مجھ سے مرحومہ کی بہت اچھی دوستی تھی۔ بے انتہا محبت کرنے والی شخصیت تھیں؛ کبھی کسی کی غیبت نہ کرتیں اور ہمیشہ ہر ایک کو اچھے الفاظ سے یاد کرتی تھیں۔ میں دعا گو ہوں کہ پروردگار عالم بحق پنجتن پاکؑ اور چہاردہ معصومینؑ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور انہیں بی بی سیدہؑ کا ساتھ دے کہ ہر جگہ وہ بی بی کے ساتھ مجلسوں میں شامل رہیں۔

پُرنور شخصیت......ذاکرہ مہربانو

ذاکرہ زرین صادق (اہلیہ شہید صادق ہمشیری)

میری کم نصیبی کہہ لیجئے کہ ذاکرہ مہربانو سے ملاقات کم رہی لیکن ان کا پرنور مسکراتا ہوا چہرہ ہمیشہ ذہن میں تروتازہ رہتا ہے۔ ان سے جو ملاقات ہوئی "محفل مرتضیٰ" کے پرنور ماحول میں ہوئی اور ان کی پرنور شخصیت اسی ماحول کا حصہ لگتی تھی۔ محفل مرتضیٰ کے معززین سے ہی معلوم ہوا کہ محترمہ "محفل" کی بہت پرانی اور معتبر و محترم ذاکرہ تھیں۔ انہوں نے محفل مرتضیٰ کو اپنا بہت قیمتی وقت دیا تھا دوران ذکر اہلبیتؑ جب بھی میری نظر ان کے چہرے پر پڑی ان کی بہت ہی حوصلہ افزا مسکراہٹ نے میرا خیر مقدم کیا۔ نہایت پرشفقت مسکراہٹ اور والہانہ داد دینے کا انداز بہت منفرد تھا۔ معتبر و محترم اور منجھی ہوئی ذاکرہ ہونے کے باوجود شخصیت میں عجیب انکساری تھی۔ اتنی عمر رسیدہ اور سینئر ذاکرہ کا بعد مجلس بذات خود اٹھ کر ملنا اور عزت افزائی کرنا ان کی شخصی بلندی کی علامت ہے۔

عظیم لوگوں کی تعریف کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اور محترمہ کی شخصیت کے اوصاف بیان کرنا بالکل ایسا ہے جیسا کہ سمندر کو کوزے میں بند کرنا اور میں اس سے قاصر ہوں۔

آخر میں یہی کہوں گی خدائے واحد ان کو محمدؐ و آل محمدؐ کے صدقے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین) اور ان کے فرزند جیسی نیک اولاد سب کو عطا کرے جو اپنے والدین کے لئے عظیم صدقہ جاریہ ثابت ہوں۔

میرے درد کو جو زباں ملی

ذاکرہ یمیں زہرا (شہلا)

لو تم بھی گئے ہم نے تو سمجھا تھا کہ تم نے
باندھا تھا کوئی یاروں سے پیمانِ وفا اور
ہم سمجھے تھے صیاد کا ترکش ہوا خالی
باقی تھا مگر اس میں ابھی تیر قضا اور
آنے میں تامل تھا اگر روزِ جزا کو
اچھا تھا ٹھہر جاتے اگر تم بھی ذرا اور

مجھے معلوم ہے کہ جانے والا واپس نہیں آتا مگر یہ دل نجانے کیوں ہمک کر یہ طفلانہ خواہش کرتا ہے کہ "مہر یا تو" خالہ (کہ بزرگی اور مرتبے کے تقاضہ یہ تھا) کاش فرشتہ اجل سے ذرا اور مہلت مانگ لیتیں۔ مگر کس لئے؟؟ ذکر حسینؑ کرنے کے لئے...... ماتم و گریہ کرنے کے لئے......

رمضان المبارک کا آغاز ہو گیا ہے اور ان کی وہ محبت و شفقت والی آواز کانوں میں گونجے گی

"کیا کریں بی بی ہم لوگ تو زمانے کے مارے ہوئے ہیں ورنہ کیا اتنی فرصت بھی نہ نکالیں کہ ذرا دیر کو اللہ سے دعا کر لیں......"

کسی طفلِ مکتب کے لئے دشوار ترین لمحات وہ ہوتے ہیں جب اسے کسی ایسے موضوع یا شخصیت پر قلم اٹھانا پڑے جو اپنے زمانے...... اپنے فن میں یکتائے روزگار ہو۔ آلِ محمدؐ کی حمد و ثناء اور ان کے فضائل و مصائب کو بیان کرنے والے کے درجات سب پر عیاں ہیں۔ مہر یا تو خالہ بس ساری زندگی یہی تو کرتی رہی ہیں...... نہ صرف خود عزاداریٔ شبیرؑ میں مصروف رہیں بلکہ اپنے بچوں کو بھی یہی تربیت دی۔ نہ صرف بچوں کو بلکہ ہر وہ شخص جو ان کے پاس کچھ حاصل کرنے کی نیت سے آتا تھا اس کے بھی شعور کو ولائے اہلبیتؑ سے بیدار کرتی تھیں مادہ پرستی کے اس دور

میں جب کہ منبر سے سطحی افراد نے سطحی باتوں کے ذریعے اپنی ذاکری چمکانا شروع کی انہوں نے اپنی اس روش کو قائم رکھا جس پر وہ ہمیشہ سے گامزن تھیں۔ اس پر آشوب مادی دور میں لوگ مادیت پرستی کا شکار ہیں ان کے ملنے ملانے کے طریق میں کوئی فرق نہ آیا۔ انہوں نے کبھی دیگر ذاکرین کی طرح اپنے کو مافوق الفطرت نہ جانا بلکہ وہ تو زمین پر بیٹھ کر گریہ کرنا' دیگر سامعین کے ساتھ شامل نذر ہونا اپنا فخر سمجھتی تھیں۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کی......اور داد دینے میں کسی بخل سے کام نہ لیا۔ مجلس و محفل کی رونق ان کی آہ اور واہ سے ہو جاتی تھی۔ گفتگو کرنے کا سلیقہ......وضع داری......مہمان داری......اپنی خاندانی وضع قطع کو قائم رکھنا......یہ سب تو انہی کا ہی خاصہ تھا ورنہ یہ بات کہنے میں مجھے کوئی تامل نہیں کہ فی زمانہ لوگ ظاہرداری تو دیکھ لیتے ہیں مگر خوبیوں کی بات نہیں کرتے......کسی انسان کی خوبی بیان کرنے میں ہچکچاتے ہیں ان کا مسکراہٹ بھرا انداز......ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میرے دل کے اندر مجسم ہو گیا۔

میں نے جتنا وقت بھی ان کے ساتھ گزارا ہمیشہ کچھ نہ کچھ سیکھا۔ کوئی لمحہ ایسا نہ گزرتا تھا کہ جب سیکھنے کا عمل ساکن ہو چکا ہو۔ صاحب نسب و کردار یہی لوگ ہوتے ہیں جو انسان کو انسان بنا دیتے ہیں۔

جس وقت مرض دل میں مبتلا ہو کر مجلسوں کے پڑھنے میں کمی آئی اس وقت بھی ان کا بیان بس یہی ہوتا تھا کہ "اب گھر بیٹھنے کا دل نہیں چاہتا' دو آنسو ہی چل کر بہا لئے جائیں" ان کے وہ دو آنسو ہزاروں گہر ابدار بن کر ان کی مغفرت و بخشش کا ذریعہ بن گئے ہوں گے......یہ یقین ہے۔

کہتے ہیں ذکر حسینؑ کبھی نہیں مرتا......مجھے یقین ہے کہ جب

ندا یہ آئی کہ چل اب سفر ہوا آغاز

یہ وہ جگہ تھی جہاں ختم ہو گئی تھی راہ

فرشتہ اجل نے ان سے چلنے کے لئے کہا ہو گا......انہوں نے کہا ہو گا کہ ٹھہرو میں ذرا ایک مجلس تو پڑھ لوں......کیا پڑھا ہو گا مہر یانو خالہ آپ نے؟

دل نے سوال کیا......

سب ہیں سفر میں کون اکبرؑ کو وعدہ یاد دلائے گا
جانے اس کو کب یاد آئے صغراؑ در پہ بیٹھی ہے

یا شاید!

ہے شام کا بازار کہاں آ گئی زینبؑ
سایہ ہے نہ دیوار کہاں آ گئی زینبؑ

یا شاید!

اصغرؑ کو آہ کر کے حوالے زمین کے
خنجر سے اپنی پیاس بجھانے چلے حسینؑ

آواز آئی ہو گی دنیا کی صعوبتیں ختم ہو گئی ہیں...... اذیت والی راہ کا اختتام ہو گیا۔ اب تم ہمیشہ جنت میں حوروں کے درمیان مسکراتی رہو گی...... انہوں نے کہا ہو گا...... یہ جنت بھی بیکار اگر اس میں ذکرِ محمدؐ و آلؑ نہ ہو...... آواز آئی ہو گی گھبراتی کیوں ہو مہر یانو...... ہم تو تمہارے سامنے صاحبانِ ذکر کو کھڑا کر دیں گے۔

نظر اٹھا کر دیکھا ہو گا' چہرے پر وہی مخصوص مسکراہٹ ہو گی...... مگر آنکھوں میں آنسو ہوں گے...... ایک عاشق کے اپنے معشوق سے ملنے کی تمنا...... خواہشوں کی تکمیل کا وقت آ گیا' حوریں اردگرد جام شیریں لئے ہوئے کھڑی ہوں گی...... آپ نے کہا ہو گا۔

بر سرِ آبِ رواں بھی ہے لکھا یا عباسؑ
ہے ہر اک قطرے کے ہونٹوں پہ صدا یا عباسؑ
بڑھ کے خود چوم لئے پانی نے لب نورِ علیؑ
پانی پیتے ہوئے جب میں نے کہا یا عباسؑ

اس رات بقول فیض

درد اتنا تھا کہ اس رات دلِ وحشی نے
ہر رگِ جاں سے الجھنا چاہا
ہر بُنِ مو سے ٹپکنا چاہا
اور کہیں دور ترے صحن میں گویا
پتا پتا مرے افسردہ لہو میں دھل کر
حسنِ مہتاب سے آزردہ نظر آنے لگا
سلسلہ دور پتہ دینے لگیں
رخصتِ قافلۂ شوق کی تیاری کا
اور جب یاد کی بجھتی ہوئی شمعوں سے نظر آیا کہیں
ایک پل آخری لمحہ تری دلداری کا
درد اتنا تھا کہ اس سے بھی گزرنا چاہا
ہم نے چاہا بھی...... مگر دل نہ ٹھہرنا چاہا

اور واقعی پھر آپ کا دل نہ رکا......
جب دل ٹھہر نہ رہا ہوگا تو آپ نے کہا ہوگا...... ذرا ٹھہرو

لحد میں ہم کو فرشتے ولی پکاریں گے
کہ ہم ولاءِ ولایت مآب رکھتے ہیں
حساب ہی میں نہیں ہو ہمیں حساب کا ڈر
دلوں میں حبِ علیؑ بے حساب رکھتے ہیں

اس دن میں نے آپ کو یہ کہہ کر الوداع کر دیا کہ یہ عمر یا تو آپ کی موت نہیں ہے یہ ایک تہذیب کی موت ہے۔ الوداع

میں نے آپ کو الوداع رخصت کر دیا!! یہ آپ کی اکیلے کی رخصتی نہ تھی یہ ایک دور کا خاتمہ تھا...... یہ وضع داری کی موت تھی...... یہ انسانیت' محبت' شفقت کا دور تمام تھا...... سادگی' بے لوث پر خلوص چاہتوں کا اختتامی سفر تھا۔

جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم
جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

نوٹ: میں دعا گو ہوں ان کے خانوادے کے لئے خصوصاً فرزند اکبر مولانا حسن رضا کے لئے جن کے ہر لفظ میں ایک سوگواری...... رچی بسی تھی...... ان کا ٹوٹتا ہوا لہجہ یہ کہہ رہا تھا کہ

یوں ان کے بعد ہو گئی گھر کی فضا اداس
اجڑا ہوا سا جیسے چمن ہو خزاں کے بعد
کھلتے ہیں اب بھی پھول مرے گھر کے صحن میں
پھولوں میں وہ مہک نہ رہی میری ماں کے بعد

مہربانوؒ وہ خوشبو جس سے ماحول معطر ہو جائے

ڈاکٹر نور بانو علی رضا اُو کیرا

ڈاکٹر مہربانو صاحبہ کا انتقال میرے لئے نہایت رنج والم کا باعث ہوا۔ وہ میری زندگی کا وہ انمول حصہ تھیں؛ جنہیں میں عمر بھر نہیں بھول سکتی۔ جب بھی محفل مرتضیٰ جاتی ہوں تو مجلس میں چاروں طرف ان ہی کا چہرہ نظر آتا ہے۔

وہ میری بڑی بہن تھیں اور انہوں نے مجھے اتنا پیار دیا کہ مجھے کبھی اپنی بہنوں کی غیر موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ مگر جہاں ان کی جدائی کا غم ہے تو اس بات کی خوشی بھی ہے کہ مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی کہ میں وقت آخر ان کے غسل میت میں شریک تھی۔ ان کی موجودگی ہمارے درمیان ایک پھول کی مانند تھی جو اپنی خوشبو سے سارے ماحول کو معطر بنا دیتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ ان نے تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

ذاکرہ مهربانو
شعرائے کرام
کی نظر میں

نذرِ عقیدت۔ بحضور ذاکرہ اہلبیتؑ محترمہ مہربانو (مرحومہ)

محترم جناب شاداں دہلوی صاحب

صرف ذکرِ کربلا میں زندگانی ہو گئی
مہربانو پر یہ حق کی مہربانی ہو گئی
مہربانو پر ہوئی یہ رحمتِ شاہِ نجف
اس کے بیٹوں کو ملا منبر نشینی کا شرف
تربیت سے ماں کی بیٹوں کو یہ عزت مل گئی
ذکرِ اہلبیتؑ کی ان کو سعادت مل گئی
اس سلیقے سے ہوئی ہے تربیت اولاد کی
عزم مستحکم ہیں گویا شان تھی فولاد کی
نرجس و ناہید و شہلا کو بنایا ذاکرہ
مجلسِ شبہیز میں ہے یہ ثواب جاریہ
بات ایسی کی کہ پیدا بات میں تاثیر کی
اپنی تلمیذات میں کردار کی تعمیر کی
خود کیا مجلس میں ذکرِ کربلا اس شان سے
روح کو اور قلب کو روشن کیا ایمان سے
ذکر اہلبیتؑ میں تابندگی باقی رہی
بعد مرنے کے بھی گویا زندگی باقی رہی
زندہ ہیں باقر سے حیدر سے حسن سے مجلسیں
اور جاری ہیں ولائے پنجتنؑ سے مجلسیں

مجلسوں میں اب بھی ہے ذکرِ فضائل کا ثواب
اشک بار آنکھوں میں ہے ذکرِ مصائب لاجواب
انقلاب انگیز دولت دی نظام فکر کی
تربیت دی ایک پوری نسل کو اس ذکر کی
آل اطہرؑ کے مقاصد سے وفا بے لوث کی
زندگی بھر خدمت فرشِ عزا بے لوث کی
خود رکھی پیش نظر اقدار کی بالیدگی
فکر کی پاکیزگی کردار کی بالیدگی
یوں دیا اس نے سبق قربانی و ایثار کا
حوصلہ بخشا اسی نے جرأت اظہار کا
جرأت اظہار کا لیکن اثر تہذیب سے
گویا حق گوئی و بے باکی مگر تہذیب سے
کارگر ماحول میں پُر نور اخلاقی نظام
یعنی وہ چھوٹوں پہ شفقت اور بڑوں کا احترام
درس اخلاق و مروت ہر جوان و پیر کو
مدرسہ اس نے بنایا مجلسِ شبیرؑ کو
کربلا کے جو مقاصد تھے وہ سمجھائے بہت
کربلا کے سب مصائب اس نے دہرائے بہت
تھا پیام مستقل اقدار کی تعمیر کا
کام منبر سے لیا کردار کی تعمیر کا

مہربانو نسخۂ فرشِ عزا ہے آج بھی

اس کے اندازِ بیاں کا تذکرہ ہے آج بھی

مہربانو پہ خدا یہ مہربانی کیجیو

قبر پہ اس کی سدا شبنم فشانی کیجیو

ہو لحد پہ اس کی ذکرِ کربلا کا یہ اثر

قبر کو اس کی کشادہ رکھیو تا حدِ نظر

گلشنِ جنت میں ہو مقبول شاداں کی دعا

مہربانو کو ملے قرب و جوارِ سیدہؑ

نظم تعزیت

محترم محشر لکھنوی صاحب

بیادِ خطیبۂ بارگاہ جناب فاطمۃ الزہراؑ نقیبہ اہلبیتؑ عکاس واقعہ کربلا ترجمان فضائل ائمہ طاہرین
مقبول و معروف ذاکرہ محترمہ مہربانو بنت ابرار حسین زوجہ سید موسیٰ رضا رضوی

تھیں مہر خطابت کی وہ تنویر مہربانو — ذکر غم شبیرؑ کی تاثیر مہربانو
آتا تھا نظر سامنے عاشور کا منظر — لفظوں سے بنا دیتی تھیں تصویر مہربانو
ذکر غم سرور میں مسلسل ہو نیا پن — کرتی تھیں شب و روز یہ تدبیر مہربانو
تا عمر تھیں غرقابِ غم آل محمدؐ — قرآن مودت کی تھیں تفسیر مہربانو
وہ حیدر و جعفر ہوں حسن ہوں کہ ہوں باقر — سب ہی تیری فرقت میں ہیں دلگیر مہربانو
دیکھیں گی عندلیب جو فرقت میں آپ کی — اس خواب کی بس آپ ہیں تعبیر مہربانو
اب کرب و بلا والے شب و روز سنیں گے — فردوس بریں میں تری تقریر مہربانو
دنیا میں بھی تھیں صاحب توقیر مہربانو — اور لے گی فردوس میں تقدیر مہربانو

قرطاس پہ کیا لکھے تری شان میں محشر
جنت میں ترا نام ہے تحریر مہربانو

مہربانو پر خدا کی مہربانیاں

از۔ قسیم ابن نسیم امروہوی (یادگار فرزدق ہند)

میں اپنی معلومات و مشاہدات کی روشنی میں بے جھجک یہ کہہ سکتا ہوں کہ شاعرہ و ذاکرہ محمدؐ و آل محمدؐ مہربانو مرحومہ کو ذاکری و خطابت میں ملکہ حاصل تھا آپ کی تقاریر میں فضائل و مصائب محمدؐ و آل محمدؐ اس لئے دل پر اثر کرتے رہے کہ مرحومہ نے کبھی ظن و ذم اور قیاس سے کام نہیں لیا مہربانو مرحومہ کا ہر جملہ قرآن، احادیث، اقوال ائمہؑ اور سچی تاریخ اسلام کا عکاس تھا۔

لاتعداد ذاکرہ ایسی ہیں کہ جنہوں نے مہربانو سے استفادہ کیا۔ مہربانو مرحومہ مجالس و محافل کی رونق تھیں۔

آپ کا شمار سیرت زینبؑ و کلثومؑ پر عمل کرنے والی خواتین کی صف اول میں ہوتا ہے۔ آپ کا انداز بیان بالکل جدا تھا۔ آپ کے زور خطابت سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریروں کو پیش کرنے سے قبل کبھی کسی تیاری کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ دروان تقریر تسبیح کے دانوں کی طرح مضامین کو احسن طریقے سے تقریر کے ڈورے میں پروتی چلی جاتی تھیں۔ تسلسل بیان موجوں کی روانی کی طرح تھا، اسلوب فضائل و مصائب سرعت کے ساتھ گوش سماعت سے دل کی گہرائیوں تک پہنچ کر لب سماعت کو واہ اور آہ کے لئے مجبور کر دیتا تھا۔ ایسی ذاکرہ بڑی مشکل سے تاریخ ذاکری کی زینت بنتی ہے۔ لیکن مہربانو مرحومہ نہ صرف اہل عزا کے دلوں میں بس گئیں بلکہ تاریخ ذاکری نے بہ اعزاز ذکر محمدؐ و آل محمدؐ مرحومہ کو اپنے سینۂ عصمت میں سجا لیا۔ مرحومہ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ آخری دم تک خود کو طالبہ ذاکری سمجھا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کبھی ایسا بھی ہوا کہ بس کے ذریعے مجلس میں پہنچیں اور بانی مجلس کو یہ محسوس تک نہ ہونے دیا کہ وہ بس میں آئی ہیں۔ ان کی

نظر میں ما آل مجلس ذکرِ غم مظلوم میں کے ساتھ ساتھ خواتین کو سیرت طیبہ محمدؐ و آل محمدؐ کی طرف راغب کرنا بھی تھا جس میں کافی حد تک وہ کامیاب رہیں۔ بیشتر خواتین کو ان کی شرعی ذمہ داریوں پر مائل کرنے کے ساتھ حجاب کا درس عمل بھی دیا۔

بحمد اللہ آپ کی ذاکری کا آغاز ۱۹۵۸ء سے ہوا یوں کہیے کہ آپ کی ذاکری تقریباً نصف صدی کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اگر ماہرین شماریات اندازہ لگائیں تو ان پچاس سال کے دوران مرحومہ کی ایک لاکھ تقاریر کی تعداد پر ضرور حیرانی ہوگی' لیکن میں یہ کہوں گا کہ اس میں حیرانی کا کوئی پہلو نہیں' جو کسی کام میں ڈوب جاتا ہے تو ایک لمحے میں صدیاں سمٹ آتی ہیں اور مرحومہ تو امام حسینؑ کی ذاکرہ تھیں وہ حسینؑ کہ جنہوں نے از ازل تا ابد تمام لمحات زندگی کو اپنے ایک سجدے کے لمحے کا تابع بنا لیا۔

ذاکرہ مہربانو شاعرہ بھی تھیں' بلکہ یوں کہوں کہ ایک "عالمہ شاعرہ" تھیں' ان کے اشعار کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی سخن سنج ایسا نہیں جو متاثر نہ ہوا ہو۔ اگر میں ان کے کمال فن پر لکھنا شروع کروں تو ایک کتاب کیا' کئی کتابیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ مگر اس وقت اتنا عرض کرنا بے حد ضروری ہے کہ مرحومہ کی شاعری بھی ذاکری کی طرح معیاری اور تعمیری ہے ہر شعر میں دین و شریعت کے مطابق روشن و با مقصد نظر آتا ہے۔

مہربانو کا دینی جذبات کو سخن میں ڈھالنا ملاحظہ فرمائیں۔

مہر ضعیف ہوتا دار ہو کہ نابینا ☆ کرے ارادہ تو لے جائیں کربلا عباسؑ

مرحومہ مہربانو اپنی سخنوری کو صرف حمد و ثنا تک محدود نہیں رکھتیں بلکہ تزکیہ انسانی کے لیے منظوم دعا بھی فرماتی ہیں۔ ملاحظہ ہو

یا رب بحق آلِ نبیؐ دے حلال رزق
حرص و حسد ہوس کو دلوں سے نکال دے

یا رب ہمارے بچوں کو دے عشق کربلا

آقا کریں پسند انہیں ایسی شان دے

یقیناً انہی دعاؤں کا اثر ہے کہ ان کے تمام شاگرد بچے اور معتقدان کی شخصیت پاکیزہ فکر کے دل سے مداح ہیں' اور میں بھی ان مندرجہ ذیل اشعار میں یہ نظم کرنے پر حق بجانب ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مہربانو آپ کے افکار یوں مشہور ہیں

ساری تقریریں بتول پاک کو منظور ہیں

چودہ شاگرد یہ کہتے ہیں' ہو کر ہمزباں

ذکر کرنے والوں کی اصلاح پر مامور ہیں

ذاکری مادر سے ورثے میں ملی ہے اے حکیم

تربیت اور پرورش کے زاویے پرنور ہیں

آپ کی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کو راہِ نیک پر چلنے کی کامیاب تربیت دی۔ اور ان کے فرزند مولانا حسن رضا کی ہستی باعلم وعمل کو فراموش نہیں کیا جاسکتا جو ماشاءاللہ تمنائے دل مہربانو کی جیتی جاگتی منہ بولتی تصویر ہیں۔

میرا مندرجہ ذیل شعر اسی حقیقت کا ترجمان ہے ملاحظہ ہو

دیکھو بچشم قلب حیات حسن رضا

شہ کار تربیت کا ہے ذات حسن رضا

آخر میں اے قلم میری اس دعا کو تحریر کر دے..... کہ

بتصدق محمدؐ وآل محمدؐ مولانا حسن رضا کو خداوند عالم اپنی ماں کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیشہ توفیق عطا کرتا رہے اور سب شاعرہ وذاکرہ محمدؐ وآل محمدؐ ذاکرہ مہربانو مرحومہ کی علمیت سے استفادہ کرتے رہیں.......... آمین

سید اقبال حسین کاظمی

★ مؤسس مرثیہ فاؤنڈیشن کراچی (پاکستان)

مشہور و معروف ذاکرہ اہلبیت محترمہ مہربانو مرحومہ کی برسی پر اظہارِ عقیدت

سید اقبال حسین کاظمی

مؤسس مرثیہ فاؤنڈیشن کراچی (پاکستان)

قریہ قریہ کیا ہے ذکرِ حسینؑ

مہربانو کا تذکرہ ہو جائے — کاظمی ذکرِ ذاکرہ ہو جائے
ذاکری میں مقام تھا اُن کا — ساری دنیا میں نام تھا اُن کا
قصرِ جنت میں کر لئے تعمیر — مہربانو ہیں صاحبِ جاگیر
مومنوں کو وہاں بسائیں گی — اپنی جاگیر میں جگہ دیں گی
تھیں عزادار شاہِ کرب و بلا — گھر پہ کرتی تھیں اپنے وہ عشرہ
گھر میں ان کے تھا اک عزاخانہ — جس میں ذکرِ حسینؑ ہوتا تھا
رات بھر ہوتی تھی عزاداری — ایک مخصوص ایسی شب بھی تھی
پڑھنے مجلس گئیں وہ ممباسا — واقف اُن سے تھا ایسٹ افریقہ
قریہ قریہ کیا ہے ذکرِ حسینؑ — قلبِ مومن کا ہے جو دل کا چین
جا کے دیکھا تھا ملکِ کینیڈا — واں بھی ہے مجلسوں کا عشرہ پڑھا
کیں زیارات شام و کرب و بلا — مشہد و قم گئی ہیں حج بھی کیا
پڑھنے مجلس گئی ہیں اب وہ وہاں — اہلِ جنت نے ہے بلایا وہاں
کیسے انکار کرتیں مجلس کو — دوستو! تم ذرا تو یہ سوچو

کاظمی اب کرو یہ نظم تمام
تا ابد مہر کا رہے گا نام

تاریخ وفات ذاکرہ مہربانو صاحبہ

آغا قیر علی قیر اسعدی

سایہ افگن تھی دعا یوں مادرِ شبیرؑ کی
زندگی بھر مجلس شبیرؑ میں تقریر کی

بچپنے سے ذکرِ شاہِ کربلا کے واسطے
خلقِ خالق نے زبانِ پاک میں تاثیر کی

مہربانو وہ خطیبہ تھی کہ بزمِ شاہؑ میں
رات دن اہلِ عزا نے عزت و توقیر کی

کربلا چشمِ سماعت میں بسانے کے لئے
کربلا ہی ڈھال کے الفاظ میں تصویر کی

تھی جہاں پر تیرگی خود مہربانو نے وہاں
شمعِ ذکرِ شاہِؑ دیں سے عمر بھر تنویر کی

فلسفہ تاریخ منطق اور قرآن و حدیث
ذکرِ شاہِ دیں کی خاطر فکر میں زنجیر کی

تربیت کچھ ایسی دی تم نے حسنؔ کی ذات کو
اپنے کردار و عمل کی بولتی تصویر کی

منتقل دنیا سے ہو کر تم نے باغِ خلد میں
نام اپنے اشکِ غم سے خلد کی جاگیر کی

فکر تھی تاریخِ رحلت کی جو اے قیرؔ مجھے
میں نے ہاتف کی صدا الفاظ میں زنجیر کی

آئی ہاتف کی صدا جنت میں آنے دو کہ یہ
صدق گو ہے مہربانو ذاکرہ شبیرؑ کی

۲۰۰۷ء

سبق عزا کا پڑھایا ہے مہربانو نے

محترم قمر حسنین قمر

عزا کا فرش بچھایا ہے مہربانو نے
زمیں کو عرش بنایا ہے مہربانو نے

سکھا کے بچوں کو مجلس میں احترامِ علم
وفا شناس بنایا ہے مہربانو نے

غمِ حسین کا مجلس میں تذکرہ کر کے
غمِ جہاں سے چھڑایا ہے مہربانو نے

قریب آ نہیں سکتی ہوا زمانے کی
چراغ ذکر جلایا ہے مہربانو نے

بڑا شعور کیا ذکر سے شہیدوں کے
عزا شعار بنایا ہے مہربانو نے

تمام عمر روایات کی امین رہیں
کہ بدعتوں سے بچایا ہے مہربانو نے

بتا رہی ہے یہ بیٹوں کے علم کی عظمت
حلال ان کو کھلایا ہے مہربانو نے

صلہ تو جانتی ہیں اس کا بس حسین کی ماں

کہ مجلسوں میں رُلایا ہے مہربانو نے
بریدہ ہاتھ کی تصویر دے کے بچوں کو
علم اٹھانا سکھایا ہے مہربانو نے
غمِ حسینؑ سفر کر رہا ہے نسلوں میں
سبق عزا کا پڑھایا ہے مہربانو نے
بیاں مصائبِ سجادؑ کر کے لوگوں کو
مصیبتوں سے بچایا ہے مہربانو نے
قمر جلائے ہیں ہر سمت ذکرِ شہؑ کے چراغ
لحد میں شہر بسایا ہے مہربانو نے

☆

ہوئی مجلس کے ہر اک لفظ سے فکرِ عزا پیدا
کہ صدیوں میں قمر ہوتی ہے ایسی ذاکرہ پیدا

....

بچوں کو عزادار بنا دے جو فغاں سے
اس ماں کو صلہ ملتا ہے شبیرؑ کی ماں سے

مہربانو ذاکرہ

فرحت مجتبیٰ الحسنی

یہ نہ پوچھو تم کہاں ہیں مہربانو ذاکرہ
آج کل جنت مکاں ہیں مہربانو ذاکرہ

دیکھ اے چشمِ تصور برسرِ فرشِ عزا
آج بھی گریہ کناں ہیں مہربانو ذاکرہ

ذکرِ سرورؑ کے حوالے سے ہیں وہ اب بھی عیاں
گو کہ نظروں سے نہاں ہیں مہربانو ذاکرہ

انکی مجلس سن کے مستورات کہتی تھیں یہی
شہؑ کے غم کی ترجماں ہیں مہربانو ذاکرہ

چار بیٹوں میں ہیں ان کے تین بیٹے ذاکرین
کس قدر خوش بخت ماں ہیں مہربانو ذاکرہ

ان کے جو مداح ہیں محسوس کرتے ہیں یہی
اب بھی ان کے درمیاں ہیں مہربانو ذاکرہ

قصرِ جنت میں نہ کیوں دلوائیں شہزادی تمہیں
تم پہ زہراؑ مہرباں ہیں مہربانو ذاکرہ

ذکرِ شاہِ کربلا نے ان کو بخشا ہے مقام
کامیاب و کامراں ہیں مہربانو ذاکرہ

اہلِ مجلس کو غمِ شبیرؑ میں گریاں کیا
فرحتِ غم کی زباں ہیں مہربانو ذاکرہ

قطعہ

شہر میں کیونکر نہ ان کی ذاکری کی گونج ہو
ذکرِ سرورؑ کی اذاں تھیں مہربانو ذاکرہ

بات یہ ان کی سند میں آج بھی ہے مستند
ذاکرہ شعلہ بیاں تھیں مہربانو ذاکرہ

قطعاتِ تاریخ

معتبر رضا عنبر نقوی (امروہوی)

تم پہ فیضِ پنجتن مائل امداد ہے
دامنِ قسمت بھرا آل کی یہ داد ہے
کہہ کر از راہِ کرم عنبر نے دی تہنیت
مہربانو ذاکرہ آج جنت شاد ہے

2007

مل گئی بزمِ آل تم کو اب
داد و تحسینِ بندگی لو اب
راضی ہیں تم سے بانوئے جنت
مہربانو جناں میں خوش ہو اب

۱۴۲۸ھ

(ذاکرۂ اہلبیت مہر بانو کے لئے منظوم تعزیت نامہ)

(غمگسار: مرزا ظہیر عباس)

رحمتِ داور رہی جس پر سدا سایہ فگن
جو رہیں مصروف، حق خدمتِ شاہِ زمنؑ
جس نے سکھلایا زمانے کو مودّت کا چلن
عمر بھر جاری تھا جس کے لب پہ ذکرِ پنجتنؑ
کر سکے گا کیا کوئی ان کے مراتب کو بیان
مہر بانو، مہر و الفت کی عجب اک داستاں
قوتِ گفتار جس کے سامنے حیران ہو
زندگی جس پر تصدق، موت خود قربان ہو
آبیاری جس نے کی فصلِ عزا کے واسطے
جس کا ہر قول و عمل ربِ الہٰ کے واسطے
لفظ کھل اٹھے لبوں پر وہ مودّت کا بیاں
ہوں جہاں پر لب کشا بن جائے مجلس کا سماں
زندگی جن کی عبادت طاعتِ باری سے تھی
معرفت ایسی کہ آقاؑ کی حضوری مل گئی

جس نے سب کو دی محبت اور کچھ مانگا نہیں
جز مودّت کے کسی سے، کچھ کبھی چاہا نہیں
جس نے فکر و ذکر کے ایسے دیے روشن کیے
تا ابد روشن لحد ہوگی انہی اذکار سے
ان کے مرقد پہ سدا سایہ کریں کروبیاں
خدمتِ زہراؑ سے پائی ہے حیاتِ جاوداں

نذرانہ عقیدت

ذاکرہ عابدہ آفتاب

مہربانو کی ایسی ہستی تھی
مسکراہٹ بہت برستی تھی

جو ہر ایک کے لئے تڑپتی رہی
مومنوں سے جسے محبت تھی

جس کی باتوں میں پیار کی خوشبو
دوستوں کا وہ بن گئی بازو

جب کبھی اس سے کوئی ملتا تھا
دل میں الفت کا پھول کھلتا تھا

چاہے چھوٹا ہو یا بڑا ہو کوئی
دل سے سب کو وہ پیار کرتی تھی

آنکھیں مسرور جس کی تھیں ہر دم
نامِ مولا پہ وہ ہوئیں پُرنم

جس کی پہچان ہی ہے ذکرِ حسینؑ
فکر میں اس کے آئی فکرِ حسینؑ

نام تھا مہرؔ ذات تھی ماجدِ سورج
ذکر شیریں اس کی تھی بج دھج

زاہدہ تھی وہ عابدہ بھی تھی
طاہرہ تھی وہ ساجدہ بھی تھی

ہے خدا کو بھی جس کا ذکر پسند
خلد میں اس کا ہے مقام بلند

ذاکرہ مہربانو
بانیان مجلس کی نظر میں

مہربانو بہن کی جدائی ہمارے گھرانے کیلئے سانحہ ہے

بیگم مشتاق علی داؤد ناصر

میرے والد محترم حاجی داؤد ناصر صاحب کو عزاداری کے حوالے سے دو ایسی ہستیاں میسر آئیں جو اپنی مثل آپ تھیں۔ مردانہ عزاداری اور محرم کے عشرے کے حوالے سے ہمارے خاندان کو ممتاز عالم دین مولانا سید محمد صاحب قبلہ دہلوی مرحوم اور خواتین کی مستقل عزا کے حوالے سے ذاکرہ مہربانو مرحومہ ملے۔ ان دونوں ہستیوں میں قدر مشترک بات یہ تھی کہ انہیں دنیاوی منفعت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ نام و نمود سے کوئی غرض نہیں تھی۔ نہایت پر خلوص انداز سے مجالس پڑھتے رہے۔ یہ دونوں شخصیات گویا ہمارے خانوادے کا ایک حصہ رہیں۔ البتہ مولانا سید محمد صاحب قبلہ دہلوی ۱۹۳۰ء میں دہلی سے بمبئی ہمارا عشرہ پڑھنے آتے تھے اور اسی زمانے سے ہمارا عشرہ پڑھتے اور مہربانو باجی ۱۹۵۸ء میں مجھے اچھے طرح یاد ہے کہ پورے سال ہر جمعرات کو شام پانچ بجے ہمارے ہاں مجلس پڑھتی تھیں۔

ہمارا گھر گویا ان کی مجالس کا ایک مرکز قرار پا گیا تھا۔ جس زمانے میں انہوں نے ہمارے گھر مجالس پڑھنا شروع کیں تو بہت فون آتے تھے ان سے مجالس پڑھوانے کے لئے۔ فرق یہ تھا کہ اور مقامات پر مختلف ذاکرات پڑھتی تھیں لیکن ہمارے ہاں تا عمر مہربانو بہن ہی مجلس پڑھتی رہیں۔ وہ اس طرح ہمارے خاندان میں مقبول تھیں کہ ہم انہیں کسی صورت میں غیر نہیں سمجھتے تھے۔ ہمارے بچے بالکل سگی پھوپی کی طرح انہیں سمجھتے تھے۔ ہمیشہ انہیں پھوپی جان کہتے تھے اور مرحومہ مہربانو باجی کے بچے مجھے ماموں جان کہتے ہیں۔

منیٰ کے میدان میں دوران حج مجھے ان کی رحلت کی اطلاع ملی جو دل پر گزری وہ ہم ہی جانتے ہیں۔ وہاں ان کے بڑے بیٹے حسن رضا سے تعزیت کی۔ ان کی جدائی ہمارے پورے خاندان کے لئے صدمہ ہے۔ ہمارے بچے انہیں یاد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نصف صدی کا عرصہ کوئی معمولی نہیں ہوتا۔ پروردگار انہیں ان کے خلوص ان کی معرفت اور انکی نیکیوں کا بہترین اجر انہیں عطا فرمائے۔ (آمین)

ایک گروہ جو نیکی طرف بلائے

بیگم وحیدہ اعظمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

تم میں ایک گروہ ہونا چاہیے، جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے، یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں

ایسے ہی گروہ کی ایک فرد ذاکرۂ اہلبیت محترمہ مہربانو صاحبہ تھیں جو مسلسل امام حسین علیہ السلام کے روز عاشورہ کے استغاثہ "هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا" کے جواب میں دین حق کی تبلیغ اور امام حسین علیہ السلام کی شخصیت "حسین کون تھے" کو کم وبیش روزانہ ہمارے سامنے مجالس میں پیش کرتی تھیں۔

آپ نے ہمارے عزاخانہ "العباس" 1985-1960 ایک طویل عرصہ تک مسلسل ذاکری کی، بعد کربلا، آپ کی تقریر کا اہم موضوع ہوتا۔ میں نے آپ کی مجالس غور سے سُنی ہیں، امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعات، اُم المصائب بی بی زینب (س) اور بی بی سکینہ (س) کے تذکرے سے مجالس میں گریہ کا ایسا ماحول پیدا کرتی تھیں کہ ہر آنکھ نہ صرف نم ہوجاتی بلکہ خواتین پھوٹ پھوٹ کر روتیں، اور چیخ چیخ کر واحسینا کی صدا بلند کرتیں مجالس میں صلوٰۃ پڑھوانے کا اُن کا انداز جداگانہ تھا۔ اور آج بھی یقیناً اُن کے چاہنے والوں کے کان میں وہ صدا گونجتی ہوگی۔

موت برحق ہے، بس ہماری دُعا ہے کہ پروردگار انھیں ائمہ معصومینؑ کے جوار رحمت میں ہمیشہ رکھے۔ آیئے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرکے اس عظیم خاتون کو تحفہ بھجوائیں اور سلام عرض کریں۔

مہربانو باجی...... ایک پرخلوص بہن

ڈاکٹر شاہین حسین (رفیعہ)

مولائے کائنات کا ایک قول ہے۔

"اچھا انسان وہ ہے کہ جب وہ موجود ہو تو لوگ اس سے ملنے کی خواہش کریں اور جب مر جائے تو اس کو یاد کریں"۔

اس مقولے کے مطابق میرے ذہن میں جو شخصیت ابھرتی ہے وہ ہے مہربانو باجی کی ہے جو ہر فرد کے لئے ایثار و قربانی اور سخاوت و محبت کا ایک سمندر تھیں۔

ان کی مجلس ایصال ثواب میں ذاکرہ نے ایک حدیث مولائے کائنات کی پڑھی کہ چند لوگوں نے مولا سے سوال کیا کہ آخرت کی تیاری کے لئے کیا امر لازم ہیں؟

جواب میں آپ نے فرمایا۔

"خوش اسلوبی سے فرائض کی ادائیگی، جن باتوں سے روکا جائے ان سے بچنا، اعلیٰ اخلاقی صفتوں کا پیدا کرنا"۔

مندرجہ بالا حدیث کے معیار پر ہمیں مہربانو باجی پوری اترتی نظر آتی ہیں۔ اخلاق میں تمام صفات کی حامل اور اس کے تحت جو امور نظر آتے ہیں اس پر انہیں عبور حاصل تھا۔ اس امر میں وہ اپنی مثال آپ تھیں۔ ان میں ایثار، سخاوت، رحمدلی، حقوق العباد کی ادائیگی کا جذبہ موجود تھا۔ ان کا دل و دماغ روشن اور برائیوں سے پاک تھا دل اتنا صاف جیسے صاف پانی کا ایک قطرہ۔ شوہر کی خدمت اور بچوں کی تعلیم و تربیت کنیز فاطمہ بن کر کی۔ سچی اتنی کہ جو دل میں ہے وہی زبان پر۔ ان کی تعلیم و تربیت اور فکر و نظر در اہلبیت کا عطیہ تھی وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھیں سب کے کام آنا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ لیکن اس طرح کہ ایک ہاتھ کی خبر دوسرے ہاتھ کو نہ ہو۔ جو ان کے پاس آیا خوش ہو کر گیا۔ جس نے کسی خواہش کا اظہار کیا اپنی حیثیت کے مطابق پورا کیا ایسے حالات پیدا

کیے جس سے خواہش پوری ہوگئی۔

ایک خاتون مقرر کی حیثیت سے انہیں کمال حاصل تھا خوش بیانی' محبت اہلبیت کا عطیہ تھی۔

وہ بہت دقیق مضامین نہیں پڑھتی تھیں بلکہ ہمیشہ ایسے مضامین کو اپنا موضوع بناتی تھیں جو خواتین کے لئے مشعل راہ ہوں اور وہ ان پر عمل پیرا ہو کر ایک پاک و پاکیزہ زندگی گزار سکیں۔

بچوں کی تربیت کے سلسلے میں وہ پڑھتی تھیں۔

یا رب ہمارے بچوں کو دے عشق کربلا
آقا کریں پسند انہیں ایسی شان دے

ان کو اہل بیت خصوصاً بی بی فاطمہ زہرا اور حضرت زینب سلام اللہ علیھا سے شدید محبت تھی۔

میرے خیال میں انہوں نے قبر میں سب سے پہلے بی بی کو کربلا والوں کا پرسہ دیا ہوگا اور اس وقت بھی بی بی کے ہمراہ کربلا میں ہر بی بی کو ان کے وارثوں کا پرسہ دے رہی ہوں گی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خواہش پوری کرے کیونکہ وہ پڑھا کرتی تھیں کہ

کہلاؤں میں بھی ذاکرۂ شاہ کربلا
مرنے کے بعد مہر کو ایسا مقام دے

جوُ اِنکے سائے میں بیٹھا وہ فیضیاب ہوا

ڈاکٹر نجمہ لالجی (اسلام آباد)

بسم تعالی

تمام تعریفیں خدائے رب ذوالجلال کے لئے جو تمام جہانوں کا مالک ہے

۶۰ء اور ۷۰ء کے درمیان کا زمانہ تھا کہ افریقہ سے خوجہ شیعہ اثنا عشری برادری ہجرت کر کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئی۔ انہیں میں سے کچھ خاندان ناظم آباد میں بسنے لگے۔ان خاندانوں نے نئے شہر میں سماجی اور مذہبی سرگرمیوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔اس جدوجہد میں

ان نئے باسیوں کی خواتین نے محلے کی سطح پر ہفتہ وار عزاداری کا اہتمام کرنے کا ارادہ کیا جبکہ وہاں کوئی باقاعدہ عزاء خانہ موجود نہ تھا مسز سکینہ تھی نے ذوق و شوق سے اپنے گھر پر مجالس منعقد کرنے کی پیشکش کی اور محترمہ سکینہ لالجی نے نے مہر یانو باجی کو ذاکری کے فرائض انجام دینے کی دعوت دی۔یوں مہر یانو باجی کا ہمارے محلے میں اور مجلس کے اختتام پر گھر پر آنا شروع ہوا۔

مہر یانو باجی جس نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اس کار خیر کو انجام دے رہی تھیں اس کی مثال معاشرے میں چیدہ چیدہ ہی میسر ہوتی ہے ان کی شخصیت نے تمام علاقے کی خواتین خاص طور پر نوجوان بچیوں کو متحرک کیا۔جنہوں نے بڑھ چڑھ کے مجالس کے اس سلسلے کو آگے بڑھایا دیکھتے ہی دیکھتے اس محلے میں باقاعدہ ایک عزاء خانہ (محفل زینبؑ) تعمیر ہوا جہاں ان ہفتہ وار مجالس کو منتقل کیا گیا۔مہر یانو باجی نے اس محلے میں نہ صرف ذاکری کے فرائض انجام دیئے بلکہ ذاکری اور عزاداری کو فروغ دینے کے لئے بچیوں کی حوصلہ افزائی کی اور اپنے زیر سایہ تربیت بھی کی۔یہ تربیتی نشستیں ہمارے گھر میں کچھ اس طرح منعقد ہوتی تھیں کہ جمعرات کی مجلس کے اختتام پر

مہر بانو باجی ہمارے گھر آتی تھیں اور ہم سب ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ ان نشستوں میں نہایت علمی گفتگو ہوتی تھی۔ مہر بانو باجی مختلف موضوعات پر تاریخ اور احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے گفتگو کرتیں اور یوں اگلے ہفتے کی مجلس کا مواد تیار ہو جاتا۔

رفتہ رفتہ انہوں نے یہ ذمہ داری ہماری ایک بہن کو سونپی کہ وہ مختلف موضوعات کا انتخاب کریں اس کی مناسبت سے مستند مواد اکٹھا کریں اور اس کو ترتیب دیں۔ ہماری بہن کو ذاکری کے آداب سکھائے اور فن خطابت سے روشناس کرانا شروع کیا اور مختلف محافل و مجالس میں بطور شاگرد متعارف کرایا جن میں سر فہرست حاجی داؤد ناصر صاحب کا گھر ہے ذاکری کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مہر بانو باجی نے ہم دو بہنوں کو رباعی کی صنف سے آشنا کرایا اور مرثیہ خوانی کے آداب سکھائے۔ اس طرح انہوں نے نہایت شفقت اور خلوص کے ساتھ ہمارے گھر کو ایک چھوٹی سی اکیڈمی میں تبدیل کر دیا۔

ان کی یادیں ہمارے لئے ایک سایہ دار درخت سے کم نہیں۔ جو ان کے سائے میں بیٹھا فیضیاب ہو گیا۔ ہمیں انہوں نے علمی اور اخلاقی سائے سے کم و بیش چالیس سال تک نوازا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ہم اپنی والدہ محترمہ کے مشکور ہیں جنہوں نے ہمارے لئے مہر بانو باجی جیسی صحبت کا انتخاب کیا جن کی دی ہوئی تعلیم اور تربیت کے اثرات ہمارے بچوں میں بھی نمایاں ہیں۔ ہماری والدہ اور مہر بانو باجی کے تعلقات کی ایک اہم وجہ یہ بھی کہ وہ منہ بولی بہنیں تھیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کے بچوں کی پرورش میں بھرپور کردار ادا کیا اور ہمیشہ ایک دوسرے کی خیر خواہ رہیں۔ مہر بانو باجی تین سال قبل ہماری والدہ کے آخری دیدار کے لئے کراچی کے لیاقت نیشنل ہسپتال تشریف لائیں تو اپنی رخصت ہوتی ہوئی بہن سے یہ کلمات کہے "آپ نے اس رشتے کا حق ادا کر دیا"۔

اے چشمِ زمیں، اے چشمِ فلک ہم لوگ تو پھر آنے کے نہیں

محترمہ فرحت بخاری

زندگی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور ہر وہ انسان جو اس دنیا میں آتا ہے اسے ایک مخصوص وقت گزار کر واپس جانا ہوتا ہے یہ ایک اٹل حقیقت ہے اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ جو لوگ اس نعمت کی اہمیت کو سمجھ لیتے ہیں اور اس نعمت کے اصل فلسفے کو سمجھ لیتے ہیں وہ اس کے ایک ایک پل کو اپنی صلاحیتوں سے روشن کرتے ہیں ایک ایک ورق پر اپنی کامیابیوں کی داستان رقم کرتے ہیں۔ آنے والا ہر پل ان کو رشک سے دیکھے اور کہے گا کہ کیا لوگ تھے جو مر کر بھی زندہ رہے اور کتابِ حیات میں ایسے بے شمار لوگوں کے نام درج ہیں جنھوں نے زندگی کو جانا ہے سمجھا ہے جو جیئے ہیں تو ایسے کہ زندگی کو بھی ان پر ناز ہو اور موت کو بھی کہ وہ ایسے انسان کو لینے آئی ہے۔ جس نے زندگی کو صرف اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے جیا ہے۔ جس کی زندگی کا ایک ایک سانس کسی مقصد کے لئے کام کرتے گزرا ہے۔ **مہر بانو باجی** کا نام ایسے ہی خوش نصیبوں میں شامل ہے۔ جن کو زندہ جاوید کہا جاتا ہے اور ان کی جدائی کو دل کبھی تسلیم نہیں کرتا۔

آج یہ سوچ کر ہی دل دکھی ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں نے ان کے ساتھ ہمیشہ وقت گزارا۔ ان کے گھر والے ان کے جاننے والے' ان کی زندگیوں میں کتنا بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے' شفقت و محبت کی کیسی حدت ان کی زندگیوں سے کم ہو گئی ہے۔ کیسے رنگ ان کے ہاتھوں سے کھو گئے ہیں۔ اس دکھ کو تو وقت ہی دھیرے دھیرے دور کرے گا۔

ایسے خوش نصیب لوگ دوسروں کے لئے نہایت معزز اور محترم ہوتے ہیں اتنے کہ تعظیم کے باعث وہ ان کے ساتھ نظر اٹھا کر بات نہیں کر پاتے۔ میری زندگی میں مہربانو باجی کی شخصیت ایسی رہی کہ جن کا میں نے ہمیشہ دل سے احترام کیا ہے۔ اتنی معزز اور بارعب کہ مخاطب کو بات کرنے سے پہلے سوچنے کی دعوت ضرور دیتی۔ اب کوئی مہربانو تو نہ ہو سکے گا۔ ہاں ان جیسا بننے کی کوشش

کرے تو اور بات ہے۔ ان کے بارے میں جتنا لکھا جائے کم ہے۔ وہ الفاظ نہیں ملتے کہ جن سے ان کی شخصیت کا مکمل اظہار ہو سکے وہ اپنے چاہنے والوں کے درمیان ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

یوں تو وقت کی شاہراہ پر بے شمار لمحے تیزی سے گزر جاتے ہیں لیکن کوئی ایک لمحہ آپ کے لئے موت یا زندگی کی سی اہمیت اختیار کر کے ساری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ کہیں تو ایک عمر آپ کی زندگی کی سب سے بڑی قیمتی خوشی دے کر اہم ہو جاتا ہے تو کبھی آپ کے عزیز از جان کو چپکے سے چھین کر موت کے حوالے کر کے آپ کی زندگی پر چھا جاتا ہے اور آپ کی زندگی سے جانے والا آپ کا یہ پیارا ایک کسک اور ایک یاد بن جاتا ہے اور آپ کو تڑپاتا ہے اور ایسا ہی ایک بے درد لمحہ 17 دسمبر 2007 کو ایک ایسی ہی مہربان شخصیت کو موت کے حوالے کر گیا۔

مہر بانو باجی سے ہمارا خون کا کوئی رشتہ نہیں تھا مگر ہم ان کو ہر پل یاد کرتے ہیں، روتے ہیں تو کس لئے؟ اس لئے کہ کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں انہوں نے ہم پر احسان کئے ہیں اور ہم نے ان کی نیکی کے چراغ سے اپنی زندگی کے کسی پل کو روشن کیا ہے۔ ہمیں ان کی نیکیاں اور احسان یاد آتے ہیں، رلاتے ہیں کہ ایسی انسان دوست اتنی اچانک کیوں چلی گئیں۔ اس شدت غم کو الفاظ کا جامہ پہنانا جو اس وقت میرے دل میں ہے نہایت مشکل کام ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ان کے لئے ''تھیں'' کا لفظ استعمال کرنا بہت مشکل لگ رہا ہے مگر بہر حال یہ بے بسی ہم انسانوں کا مقدر ٹھہری۔

ان کا جانا ان کے چاہنے والوں کے لئے ایک عظیم ذاتی نقصان بھی ہے وہ ان کم یاب انسانوں میں سے تھیں جو اپنی ذات میں ایک علامت، ایک روایت، ایک مینارہ نور بن جاتے ہیں۔ ان سے مل لینے کے بعد یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کا مسلک یہ ہے کہ اس دنیا میں کسی کا دل نہ توڑا جائے، ان کی فطرت میں حد درجہ ہمدردی تھی، قدرت نے ان کو یہ خوبی بڑی فیاضی سے عطا کی تھی۔ وہ شیرینی اور ملائمت کی اس سطح پر تھیں جہاں انسان شہد سے زیادہ میٹھا اور برگ گل سے زیادہ نرم ہو جاتا ہے۔ ان کی شخصیت میں شفقت و ہمدردی، مروت، عجز و انکساری، قول و کردار کی روشنی کچھ ایسی تھی کہ ان کی عظمت کے سامنے دل جھک جاتا ہے ان کے احترام کی بنیاد محبت پہ

استوار تھی وہ دلوں کی فاتح تھیں' ان کی خاموش انسانی خدمتیں حقیقی انسان ہونے کا ثبوت ہیں۔ جو انسان نہ اپنی تکلیف کی پرواہ کرے نہ آرام کی اور دوسرے کی ضرورت پوری کرتے چل دے تو اس سے بڑا انسان کون ہوسکتا ہے۔

ان کی زندگی پر نظر ڈالیں تو ان کی زندگی کا خاص مقصد صرف اور صرف ''ذکر اہل بیت'' اور ''عزاداری سید الشہدا'' نظر آتا ہے۔ ان کا نام ذاکری کے حوالے سے ہمیشہ روشن رہے گا اور جن لوگوں نے ان سے مجلس پڑھنے کے ادب آداب سیکھے اور رہنمائی حاصل کی وہ کبھی بھی ان کو بھلا نہیں سکیں گے۔

تمام زندگی ذکرِ اہلبیتؑ کے لئے وقف کرنے والی مہربانو باجی جس وقت فرشِ عزا پر آتی تھیں' فرشِ پر رونق آجاتی تھی۔ جب وہ فضائل اہلبیتؑ بیان کرتیں تھیں اس میں اتنی شرینی اور ملائمت ہوتی تھی کہ بس سنتے رہیں اور جس وقت مصائب بیان کرتیں تھیں تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ اپنے کسی عزیز کے لئے رو رہی ہیں۔ ان کو آقا حسینؑ سے حد درجہ محبت تھی۔ آپ کا ذکر وہ ہر لمحہ کرتی رہتی تھیں اور ذکرِ حسینؑ آتے ہی آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے تھے۔

عزاداری سید الشہدا ان کے دل و دماغ میں نہیں بلکہ ان کی روح میں بسی ہوئی تھی ان کا ہر ہر عمل اس بات کی گواہی تھا کہ انہوں نے اہلبیتؑ سے محبت نہیں بلکہ مودت کی ہے۔ وہ ذالحج کا مہینہ شروع ہونے کے بعد محرم کے چاند کا انتظار کرنے لگتی تھیں اور عزاداری کی تیاری شروع کر دیتی تھیں۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی میں جس قدر مجالس پڑھیں ان کا شمار ممکن نہیں مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک عورت ہونے کے ناطے اپنے گھریلو فرائض کی ادائیگی اور بچوں کی تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ محرم الحرام کے پہلے دس دنوں میں روزانہ بارہ مجالس پڑھنا اور برسہا برس تک پڑھنا' کسی کمال سے کم نہیں اور شاید جس کی مثال دینا بھی ممکن نہیں۔ ان کی ذاکری کا یہ انداز نئے ذاکرین کے لئے مشعل راہ ہے۔

جب بھی ان سے ملاقات ہوتی تو موضوع گفتگو صرف اہلبیتؑ اور عزاداری ہوا کرتے۔ فرشِ عزا کی اہمیت' مجلس میں اٹھنے بیٹھنے کے آداب اور زندگی میں عزاداری کی اہمیت اور اس سے متعلق

کئی باتیں ان سے سیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ یہ تمام موضوع وہ عام ملاقات میں اس طرح بیان کرتیں کہ لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ ہمیں خصوصاً یہ سب سمجھانا چاہ رہی ہیں بلکہ یہ سب باتیں ان کی عام بول چال کا حصہ تھیں۔ اس قدر روایتیں اور حدیثیں وہ کسی بھی موضوع پر بیان کرتیں کہ سننے والا اس میں محو ہو جاتا اور پتہ ہی نہ چلتا کہ ملاقات کو ڈیڑھ گھنٹے گزر گئے ہیں۔ یہ واقعات سننے والے کے دل پر اس طرح اثر کرتے کہ لگتا کہ سوچ کے کئی در وا ہو گئے ہیں۔

باوجود اس کے کہ ان کی بیماری بہت شدت اختیار کر چکی تھی ڈاکٹرز کے مطابق ان کو مجالس نہیں پڑھنی چاہئیں لیکن ان کو آقا حسینؑ سے محبت اتنی زیادہ تھی کہ ان کا یہ کہنا تھا کہ "مجھے شفا اسی فرش عزا سے ملتی ہے"۔

ساری زندگی ذکرِ حسینؑ میں گزارنے والی **مہر بانو باجی** کا وقت آخر آیا اور میں ان کے جنازے پر پہنچی تو ان کا خوبصورت گلاب کی طرح کھلا ہوا چہرہ دیکھا۔ یوں لگا کہ جیسے بہت ہی پرسکون نیند سو رہی ہیں۔

یہ سب لکھتے ہوئے میں **مہر بانو باجی** کی اولاد کے بارے میں سوچ رہی ہوں کہ ماں کی ابدی جدائی کا جو دکھ ہے سو ہے مگر ان جیسی عظیم شخصیت کی اولاد ہونا کتنے اعزاز کی بات ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں یہ سب بہن بھائی کہ ان کو صرف یہ لوگ ہی یاد نہیں کرتے بلکہ بے شمار لوگ انہیں یاد کرنے والے ہیں۔ ان کی مغفرت کی دعا کرنے والے ہیں۔

ہماری بہت ہی دلعزیز اور نہ بھولنے والی مہر بانو باجی گو آج ہم میں موجود نہیں لیکن ان کی بے پایاں محبت، شفقت ان کا حسنِ سلوک ان کی نرم لہجہ گفتگو ہر وقت ہمارے ساتھ رہے گی۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
وہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

آہ! مہربانو آنٹی

طاہرہ منور (لدو بھائی)

جب سے میں مجلس سننے کے قابل ہوئی مسلسل ان کی مجالس سنیں۔ 1965 سے ہمارے گھر پر جمعہ کو پورے سال مجلس پڑھتی تھیں۔ رمضان میں پورا رمضان درس کا پروگرام ہوتا۔

ہمارے پاس جو بھی اہلبیت کی محبت ہے وہ انھی کی وجہ سے ہے انہوں نے ہماری گھٹی میں اہلبیت کی محبت ڈالی ہے۔ اتنے فضائل پڑھتی تھیں کہ ہمیں اہلبیت کی سچی محبت کرنا سکھا دی۔ اتنی پرخلوص اور منکسر المزاج خاتون میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی' انکی پوری زندگی انکساری سے عبارت تھی۔ بعض اوقات ہم لوگ شرمندہ ہو جایا کرتے تھے۔ ایام عزا میں کربلا والوں کو یاد کر کے ایسے روتیں جیسے اپنے قریبی عزیز کو رویا جاتا ہے۔

آخر دم تک میرا ان سے رابطہ رہا۔ ان کی تعریف اتنی ہے کہ جسے بیان نہیں کیا جا سکتا مختصر یہ کہ ہم نے اپنی خوجہ کمیونٹی میں بہت سی ذاکرات کو دیکھا' عروج و زوال دیکھے شروع شروع میں سب بڑی شہرت حاصل کرتے ہیں بعد میں وہ بات نہیں رہتی۔ لیکن مہربانو آنٹی کا کمال یہ تھا کہ جس عزت و عظمت کے ساتھ ہماری کمیونٹی میں آئیں تھیں آخر دم تک اس عزت میں فرق نہیں آیا۔ جس شان سے محفل مرتضیٰ سے ان کا جنازہ اٹھا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ان کی اتنی عزت ہماری کمیونٹی میں تھی کہ ان سے عمر میں بڑی عورتیں بھی انہیں ہمیشہ عزت سے "ملیانی ماں" کہتی تھیں۔ کسی کمیونٹی میں پچاس برس سے زیادہ کا عرصہ گزارنا اور اپنی عزت برقرار رکھنا انہی کا کمال اور خاصہ تھا میں انہیں بہت یاد کرتی ہوں اور خصوصاً میری ماں کے انتقال کے بعد سے تو وہ میرا بڑا سہارا تھیں پندرہ روز میں ایک دفعہ ضرور ایک طویل فون کرتی تھیں میں اپنی پریشانی جب بھی بتاتی تو کہتی کوئی بات نہیں بیٹا گھبرانا نہیں ہم دعا کریں گے علم پر منت مان لیں گے تمہاری ساری پریشانی دور ہو جائے گی۔

میرے لئے اب روئے زمین پر کوئی اتنا چاہنے والا اتنا مخلص اور صاحب معرفت نظر نہیں آتا۔

ذاکری اور مہر یا جی

پروفیسر رضیہ ریاض
شعبہ انگریزی ہوم اکنامکس کالج

مہر یا نو باجی میری دیرینہ خیر خواہ تھیں میں نے بچپن سے انہیں اپنے ہاں ذاکری کرتے ہوئے دیکھا اور میرے پورے خاندان میں وہ ہی مجالس پڑھتی تھیں میں ان کی تمام مجالس میں حاضری دیتی تھی اور جتنا استفادہ ان سے کر سکتی تھی وہ میں نے کیا تقریباً چالیس برس گزرے کہ ہمارے گھر محرم کا پہلا عشرہ مہر یا نو باجی پڑھتی تھیں اور جبکہ صفر کی سالانہ مجلس محترمہ محمودہ باقر صاحبہ پڑھا کرتی تھیں پھر محمودہ باقر صاحبہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ جو ذاکرہ آپ کے یہاں عشرہ پڑھتی ہیں مہر یا نو بہترین ذاکرہ ہیں ان ہی سے 8 صفر کی مجلس پڑھوایا کریں ویسے بھی میرے لئے اب پڑھنا مشکل ہوتا ہے محمودہ باقر صاحبہ کے اصرار پر یہ مجلس بھی مہر یا نو باجی پڑھنے لگیں۔ لیکن یہ واضح رہے کہ محرم کے پہلے دس دنوں میں وہ مسلسل ۱۲ اور ۱۳ مقامات پر عشرے پڑھتی تھیں۔ مجالس کی زیادتی کی وجہ سے وہ ہمارے ہاں بہت کم وقت دے پاتی تھیں مختصر وقت میں بھی وہ سب کچھ سمیٹ کر اور ترتیب دے کر ایسے بیان کرتی تھیں جیسے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہو۔ جبکہ ان کی ساری مجلسیں فی البدیہہ ہوتی تھیں وہ ایک بڑی Oraton تھیں کوئی ایک لفظ بھی ان کا پہلے سے سوچا ہوا نہیں ہوتا تھا۔

بہت سی مجلسیں انہوں نے موجودہ حالات و واقعات پر ایسے پڑھیں کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ وہ فضائل و مصائب میں ایسا ربط پیش کرتی تھیں کہ سامع خود بخود رونے لگتا تھا آپ کی مجالس میں کہرامی رقت ہوتی آپ مصائب کی ماہر ترین ذاکرہ بھی جاتی تھیں۔ محمودہ باقر صاحبہ کی زندگی میں یوں لگتا تھا کہ ان کا خلا کوئی پر نہیں کر سکتا لیکن ان کے بعد مہر یا جی عزاداروں کے لئے

ان کا نعم البدل بن گئیں۔ ان کی مجالس میں تمام خواتین اس طرح گریہ و بکا کرتی تھیں کہ جیسے شہادت آج اور ابھی ابھی ہوئی ہے۔

مصائب کے حوالے سے ایک اہم باب لکھنا چاہتی ہوں۔

یوں تو انسانی فطرت کے لئے تمام واقعات کربلا انتہائی متاثر کن ہیں اور جب ہم اپنی پریشانیوں سے اور ناامیدیوں سے بہت زیادہ مایوس ہو جاتے ہیں تو قدرت نے فطری طور پر انسانوں کے لئے یہ انتظام کیا ہے کہ وہ جب گریہ کرے تو ان کا دل ہلکا ہو جاتا ہے۔

ارسطو کی زبان میں اس عمل کو CATHARSES کہتے ہیں اس کے معنی ہیں

Purgation of pity and fear یہ عمل انسانی فطرت کا حصہ ہے جب ہم مہریانو باجی کی مجلس سنتے تھے تو علم کی کمی کی وجہ سے اس وقت تک یہ لفظ Catharses میرے علم میں نہیں تھا مگر میں ہمیشہ محسوس کرتی تھی کہ ان مجالس سے اس قسم کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے۔

ماسٹرز کی ڈگری لیتے ہوئے جب یہ لفظ پڑھا تو یہ محسوس ہوا کہ مذہب تشیع فطرت سے کتنا قریب ترین ہے۔ یہ جان کر ایک طرح کا احساس طمانیت ہوتا تھا اور بقول شاعر

"ہمیں غموں میں بھی راحت غم حسینؑ سے ہے"

غرض ان کی مجالس میں اہلبیتؑ سے فطری محبت جو ہر شخص کو نیکی کی طرف مائل کرتی ہے اجاگر ہونا شروع ہو جاتی تھی۔ بے ساختہ دل چاہتا تھا کہ اہلبیتؑ کے زمانے میں ہم بھی ہوتے' ان کی محبت جو شیعوں کا جزو ایمان ہے ہر سامع کے دل میں گھر کر لیتی تھیں۔

انہوں نے اپنی مجالس میں عزاداری کی اہمیت فضیلت اس کے ثوابات' فرش عزا پر بیٹھنے کی سعادت' مجلس منعقد کرنے کا ثواب یعنی عزاداری کو اس طرح سے فروغ دیا اپنی مجالس کے ذریعے بہت سے لوگ کہ جن کے گھر عزاداری نہیں ہوتی تھی مجلسیں نہیں ہوتی تھیں' وہ سب ان کی تقاریر سن کر ایک ایک مجلس اپنے گھر منعقد کرنے لگے۔

مہریانو باجی کی مجالس سن کر یہ قوی احساس ہوتا تھا کہ ہماری خلقت کا مقصد مجلس عزاداری سید

الشہداء ہے۔ مگر اب جب ہم دیکھتے ہیں تو عام لوگوں کی طرح ذاکرین بھی قدرتی طور پر دنیاوی فائدہ تلاش کرتے ہیں

مگر نصف صدی کے تعلق کے باوجود سہیا تو باجی نے اپنے ذاتی منفعت کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنا ہدیہ براہ راست محمدؐ و آل محمدؐ سے وصول کر رہی ہیں۔ کبھی بھی انہوں نے ہدیہ کا کوئی ذکر نہیں کیا حالانکہ ضرورت کسے نہیں ہوتی حالانکہ خود وہ آتیں اور جاتی تھیں جبکہ سب سے پاکیزہ رزق کا ذریعہ ذاکری ہے۔

غرض انتہائی منکسر المزاج اور پاکباز خاتون تھیں، جب وہ علیل ہوئیں تو ان سے ٹیلیفون پر اکثر گفتگو رہی ہمیشہ یہ محسوس ہوا کہ ان کی خالی جگہ پُر ہونا ناممکن ہے۔ اب بھی اکثر جب دوسرے ذاکرین مصائب بیان کرتے ہیں تو ذہن میں ان کے پڑھے ہوئے الفاظ کی گونج سنائی دیتی ہے لگتا ہے کہ وہ آج بھی وادی السلام میں لوگوں کے درمیان میں ذکر محمدؐ و آل محمدؐ کر رہی ہوں گی۔

آہ! مہربانو باجی ہر دلعزیز ذاکرہ ہم سے جدا ہو گئیں

محترمہ بلقیس عابدی صاحبہ (ہمشیرہ حسن صغیر عابدی)

مہربانو باجی کسی تعارف اور تعریف کی محتاج نہیں ہیں۔ اتنی محبت کرنے والی، ملنسار اور مشفق ہستی تھیں کہ ہر ایک کو دیکھ کر مسکرا دینا دل سے خوش ہونا ان کی بہت پیاری عادت تھی لوگوں سے ملنے کے بعد ان کے چہرے پر جو رونق اور نور آ جاتا تھا خوشی سے چہرہ چمک اٹھتا تھا۔ بہت پیاری ہستی ہم سے جدا ہو گئیں ہم لوگوں سے ان کے جو تعلقات تھے وہ بہت پرانے تھے۔ جب ہم پہلی بار ملے تھے میرے گھر مجلس تھی اور پیار کربلا کا تابوت تھا جس میں انہوں نے ذاکری کی تھی ان کی مجلس سن کر میرے تمام گھر کے اور خاندان کے سبھی لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ ان کی ذاکری میں کیا جذبہ ہوتا تھا کیا پیارا انداز تھا فضائل بھی شیریں اور مصائب اہل بیت ایسا پڑھتی تھیں اس انداز سے کہ پورے مجمع میں کہرام برپا ہو جاتا تھا جب وہ مجلس میں آ جاتی تھیں اس فرش عزا پر رونق آ جاتی تھی بہت ہی مومنہ محب حسینؑ محمدؐ و آل محمدؐ پر مرمٹنے والی ہستی تھیں میں کیا کیا لکھوں ان کے بارے میں کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں ان کی شخصیت کے بارے میں لکھنا شروع کروں تو پوری کتاب ختم ہو جائے گی مگر ان کا ذکر نہیں ختم ہوگا۔ مختصر یہ کہ وہ میرے پورے خاندان کی مجالس اور میلاد پڑھنے لگیں اور خاندان کی ہر دلعزیز ذاکرہ بن گئیں تھیں اور ہم لوگوں کا رشتہ بہنوں جیسا ہو گیا اپنی سگی بڑی بہن چاہنے والی اور ہمارے پورے خاندان کی پیاری اور چاہنے والی دل عزیز بن گئیں خود انہوں نے ہزاروں بار کہا کہ تم لوگ جس خلوص نیت اور جس انداز سے مجلس اور میلاد کا اہتمام کرتی ہو تمہارے گھر اور تمہارے بھائی حسن صغیر عابدی کے گھر آ کر میرا دل خوش ہو جاتا ہے اور میرے دل سے تم بہن بھائی کے لئے خود بخود دعائیں نکلتی ہیں اور میرے دل میں تم سب لوگوں کے لئے مولا کے صدقے میں بہت بہت محبت اور پیار بڑھ جاتا ہے۔

قریشی باجی کے انتقال پر میں نے ان کو بلایا تھا وہ قریشی باجی کو بھی بہت چاہتی تھیں اور ان کی

عزت کرتی تھیں جب وہ میت میں رضویہ امام بارگاہ آئیں تو قریشی باجی کی میت پر جو گریہ اور نوحہ کیا تھا انہوں نے وہ بھول جانے والی بات نہیں ہے میں نے ان سے کہا کہ مہربانو باجی میرے انتقال پر بھی آپ آئیے گا اور اسی طرح پہلے نوحہ ماتم کریں گی مگر یہ نہ پتہ تھا کہ وہ ہم سے پہلے چلی جائیں گی اور شہزادی فاطمہ زہرا کی خدمت میں ذاکری کریں گی۔ بس مختصراً اتنی چاہنے والی ساس' ایسی شفیق ماں اور ایسی جان دینے والی دادی' نانی تھیں ہر ایک سے محبت کرنے والی ہستی اب نہیں ملے گی پروردگار ان کو بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ جنت فردوس میں جگہ دے' آمین ثم آمین اور دل کو یقین کامل ہے کہ ان کی روح اس وقت وادیٔ السلام میں شہزادیوں کے سایہ میں ہوگی اور ذاکری کرتی ہوں گی اور خداوند کریم اپنے کربلا والے کے صدقہ میں ان کے گھر والوں کو اور ان کے چاہنے والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سچی کنیز زہراؑ......ذاکرہ مہربانو

محترمہ افتخار بانو

مہربانو صاحبہ سے ہماری بہت پرانی جان پہچان تھی۔ وہ نہایت نیک خاتون تھیں اور بے حد اچھے اخلاق و اطوار کی مالک تھیں۔ سچی کنیز زہراؑ تھیں بہت دل سے عزاداری کرتی تھیں۔ چنانچہ مجلس عزا بھی دل سے پڑھتی تھیں لہٰذا ان کی مجلس میں یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ مجلس صرف ذاکرہ نہیں بلکہ ایک عزادار پڑھ رہی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر ان کی طبیعت میں عجز و انکساری' بے انتہا تھی جب بھی ان سے مجلس پڑھنے کی درخواست کی جاتی تھی تو بغیر کوئی عذر وغیرہ پیش کیے فوراً تیار ہو جاتیں۔ اللہ انہیں ان کی نیکیوں کا صلہ عطا کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔

مودتِ قربیٰ مانندِ خون جسم میں رواں تھی

محترم سید ایثار حسین رضوی

میں حقیر، تقصیر بندہ عاصی و گنہ گار مگر اللہ کا کرم خاص ہے کہ وہ رؤف و حکیم بلکہ عزیز و رحیم جس نے میرے عیب و گناہ کو لوگوں میں بطور ہنر و ثواب معروف کیا میں بے سواد ہوں اور بے بضاعت بھی۔ لیکن اس کے باوجود مجھے اس خاتون گرامی و جلیل القدر جسے دنیا "محترمہ مخدومہ مہر بانو" کے نام نامی اسم گرامی سے جانتی ہے جو اس حقیقت امر کے سبب کہ موت جس سے نہ انکار ممکن ہے اور نہ فرار، آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، کچھ عرض کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ تقریباً چالیس سال میں اور میرا کنبہ آپ کی ذاکری سے مستفید ہوتا رہا اور جس خلوص کے ساتھ آپ نے ہم پر کرم فرمایا اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ دل یہ چاہتا ہے کہ میں راضی برضا بزرگ و برتر ثابت قدم رہنے والی باعمل خاتون گرامی و جلیل القدر کی بارگاہ میں سلام پیش کروں اور عرض کروں کہ حق ادا نہ ہو سکا آپ کی بارگاہ میں معافی کا طالب ہوں۔

آپ کا ہمارے خانوادے پر بہت بڑا احسان ہے کہ میری سب سے چھوٹی بیٹی بضعۃ الزہرا عرف بیبی کو جس محبت و چاہت اور خلوص سے وہ اپنے گھر کی بڑی بہو بنا کر لے گئیں اس سے کہیں زیادہ محبت و پیار انہوں نے میری بیٹی کو دیا اور اپنی اس بہو کو اپنی اولاد سے زیادہ چاہا اور اس کا حد سے زیادہ خیال رکھا اور ہر موقع پر ہمیں بہت عزت بخشی۔ مختصراً میں یہ سمجھتا ہوں کہ مودت قربیٰ مانند خون آپ کے جسم مقدس میں رواں تھی۔ احکام محمدؐ و آل محمدؐ پر روزانہ زندگی میں تا بہ مقدور تابع رہیں۔

ہزاروں فتنہ خوابیدہ بہر امتحان اٹھے
مگر در سے ترے الفت کے متوالے کہاں اٹھے
(راجہ محمد امیر احمد محجوب)

اے پاکیزہ و پرہیزگار خاتون آپ پر سلام ہو، اے وہ خاتون جس کی محبت اور چاہت حسین علیہ السلام کے لئے بڑے بڑے دشوار گزار اور صبر آزما مرحلوں پر ظاہر و آشکار ہوئی۔ سخت سے سخت مصائب کو قبول و برداشت کیا۔ کراچی میں وہ پر آشوب دور اور آپ کا لیاقت آباد تشریف لانا اور ذاکری فرمانا آپ ہی کا کام تھا۔ اللہ بہ طفیل محمدؐ و آل محمدؐ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ چہار معصومین علیہ السلام میں جگہ عطا فرمائے، سورۂ فاتحہ کی درخواست ہے۔

عالمہ باعمل، ذاکرہ مہربانو

محترمہ سیدہ معصومہ

مہربانو خالہ گو ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن ان کی یاد اب بھی دامنگیر ہے۔ اس یاد کو استوار کرنے کے لئے مرحومہ کے صاحبزادوں نے ان کی پہلی برسی پر ایک کتابچہ شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے اور خالہ سے تعلق رکھنے والوں کی یادداشتیں جمع کرنا چاہتے ہیں میں بھی ان کے بے حد اصرار پر یہ کوشش کر رہی ہوں۔

مہربانو خالہ سے ہماری شناسائی مجالس حسینؑ کے ذریعے ہوئی جو ہمارے گھر میں محرم الحرام میں ہوا کرتی ہیں۔ میری والدہ نے کس طرح مہربانو صاحبہ کو بحیثیت ذاکرہ اہلبیتؑ دریافت کیا مجھے نہیں معلوم کیونکہ اس وقت میں عمر کے اس حصے میں تھی جب گھر کے معاملات میں کسی بھی طرح سے شریک نہ تھی۔ پڑھائی کا زمانہ تھا اور مجالس میں شرکت صرف اسکول کی چھٹی والے دن ہی میں ہوتی تھی۔ کراچی میں ان دنوں بہت کم خواتین ذاکرہ اہل صف تھیں مگر ان سب کو چھوڑ کر میری والدہ مہربانو کی شیدائی تھیں۔ جب ہم لوگوں نے اپنی رہائش گاہ بدلی تو خالہ کی قیام گاہ سے فاصلہ بڑھ جانے کے باوجود وہ ہمارے یہاں عشرہ محرم کی مجالس کے علاوہ دیگر مجلسیں پڑھتی رہیں اور یہ سلسلہ میری والدہ کی وفات کے بعد بھی قائم رہا۔

سانحہ کربلا جو ایثار و قربانی کا مرقع ہے اہل دل کے لئے سوز و گداز کے سینکڑوں پہلو لئے ہوئے ہے۔ کوئی حادثہ دنیا میں ایسا نہیں ہے جس پر اتنے آنسو بہائے گئے ہوں جتنے واقعہ کربلا پر جناب سیدہ کے گھرانے کے انسانی تاریخ اور اسلامی اقدار پر جہاں بے پناہ احسانات ہیں وہیں فن خطابت کو ایک نئی روش ملی۔ ذاکرین چودہ سو سال سے اس اندوہناک واقعہ کو ہر دور میں زندہ

رکھے ہوئے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو غم حسین کو متاع جاں بنا کر کارگہہ حیات میں رواں دواں ہیں۔ مہرپا تو بھی ان ذاکرین کے زمرہ میں آتی ہیں۔ جنہوں نے "خون حسینؑ میں لقمہ کوتر" نہیں کیا۔ مجالس میں ان کی مصروفیت وقت کے ساتھ بڑھتی گئی مگر ان کی زندگی دنیاوی آسائشوں سے جیسے پہلے دور تھی ویسے ہی آخری وقت تک رہی۔

خالہ کچھ سالوں سے عارضہ قلب میں مبتلا تھیں ڈاکٹرز انہیں مشورہ دیتے تھے کہ اپنی مصروفیت کم کر دیں مگر وہ بھلا کب ان پابندیوں کو مانتیں ان کا تو اوڑھنا بچھونا ہی ذکر محمدؐ و آل محمدؐ تھا۔ خالہ سے ملاقات ہوتی یا ٹیلیفون پر بات ہوتی ائمہ معصومینؑ کی ایک دو روایت ضرور سننے کو ملتی۔ جب اور جہاں بھی ذاکری کے لئے بلایا گیا کبھی بھی انکار نہیں کیا۔ ان سالوں میں خالہ ہمارے یہاں جب بھی مجلس پڑھنے آتیں میں سارے وقت ان کے لئے دعا کرتی رہتی کہ خدا کرے خالہ خیریت سے واپس جائیں۔ مصائب پر وہ شدت جذبات سے بے قابو ہو جاتیں اور میری پریشانی بڑھ جاتی کہ کہیں خالہ کو دورہ نہ پڑ جائے۔

مجلس پڑھنے کا ان کا انداز آج کل کی ذاکراؤں سے مختلف تھا۔ دیکھا جا رہا ہے کہ مجلس خواہ مردانی ہو یا زنانی دونوں جگہ جب تک نعرہ بازی نہ ہو دوسروں کے عقائد پر ڈھکے چھپے انداز میں چوٹیں نہ ہوں حاضرین کو "مزا" نہیں آتا ہے۔ جبکہ خالہ اپنی مجلسوں کو فضائل و مصائب محمدؐ و آل محمدؐ تک محدود رکھتی تھیں جب اتنا زیادہ مواد پڑھنے کے لئے موجود ہو تو کیا ضرورت ہے کہ نعرہ بازی میں وقت پورا کیا جائے۔ ان کی ذاکری صرف اور صرف حصول ثواب کے لئے تھی بقول فیض بھرتپوری

نفس پرور کوئی انساں تو نہیں ہو سکتا
مال و زر حاصل ایماں تو نہیں ہو سکتا

یقیناً یہ ان کی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کی اولاد نے مذہبی تعلیم کو بھی اپنایا۔ ان کی روح شاد ہو گئی ہو گی جب ان کی سوئم اور چہلم کی مجالس کسی اور نے نہیں بلکہ باقر رضا اور حسن رضا نے پڑھی۔

اپنے خاندان کی بچیوں کے لئے مشعل راہ تھیں اور آج ناہید' شہلا' سکینہ' غم حسین کو سینے سے لگائے ذکر اہل بیت کا پرچم تھامے ہوئے ہیں۔

میرے خاندان میں خالہ نہ صرف ایک ذاکرہ اہلبیت ' کی حیثیت سے پہچانی جاتی تھیں بلکہ وہ اپنے اوصاف حمیدہ کے سبب بھی سب کو عزیز تھیں۔ محبت یگانگت اور عجز و انکسار کی صفات ان کے خمیر میں داخل تھیں۔ خلوص سے مل کر سب کے دل میں جگہ بنالی تھی ان کے انتقال پر ہم سب ایک صدمے سے دوچار تھے اور محفل مرتضیٰ میں مختلف خواتین کی آوازیں جو میرے کان میں آرہی تھیں ان سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ نہ صرف ایک بہترین ذاکرہ تھیں بلکہ ان کی ذاتی صفتوں نے بھی لوگوں کو ان کا گرویدہ بنادیا تھا۔

آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر ان کی یاد زندگی کے ساتھ رہے گی اور یاد وہی لوگ رکھے جاتے ہیں جن کی ساری زندگی بے سود نہ رہی ہو۔ دولت نہ ہو' ذرائع مسدود ہوں' وسائل زیادہ نہ ہوں' پھر بھی ایسے عمل کر جائیں جو انسانیت کی لاج رکھ لیں۔ ان کے اٹھ جانے سے ہم سب ایک ایسی ذاکرہ سے محروم ہو گئے جو "عالم باعمل" کے مصداق تھیں' خدائے بزرگ و برتر انہیں جوار ائمہ معصومین میں جگہ دے۔ آمین

شکوہ نہ کیا' ہر حال میں شکر پروردگار کرتیں

محترمہ فضہ ظفر (ہمشیرہ مظفر جمانی)

وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گی اپنے کردار کی وجہ سے سادگی اور چہرے پر نور ان کا خاصہ تھا۔ کبھی زبان سے کسی بات کا شکوہ نہیں کیا ہمیشہ ہر حال میں پروردگار کا شکر ادا کرتی رہیں۔ وہ جب بھی بات کرتیں اہلبیت کی معرفت کے باب کھلتے چلے جاتے۔ ان کے خمیر میں ان کی فطرت میں اتنا عشق اہلبیت اور اتنی معرفت اہلبیت تھی میں ان کو جب سے جانتی ہوں جب سے وہ میرے نانا حاجی داؤد ناصر کے بنگلے پہ مجلس پڑھتی تھیں۔ اس بات کو 52 سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ زمانے میں بڑے اتار چڑھاؤ آئے مگر میں نے انہیں کبھی تبدیل ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ ہمارے خاندان کی ذاکرہ تھیں۔ لیکن خاص بات یہ کہ جب ہم کسی اور ذاکرہ سے مجلس پڑھواتے تو وہ سب سے آگے آ کر بیٹھتی تھیں اور

پوری مجلس فضائل میں اس ذاکرہ کو دل سے داد دیتیں۔ ان کے ایک ایک جملے کو سراہتی تھیں اور مصائب میں بہت روتی تھیں۔ وہ جس مجلس میں بھی ہوتی تھیں اس مجلس کی کامیابی کی ضمانت ہوتیں۔ مجلسوں کی زینت تھیں وہ مجلس کی شان تھیں۔

طویل عرصہ ہمارے درمیان رہنے کے باوجود انہوں نے کبھی کسی شے کا تقاضا یا فرمائش نہیں کی۔ یہ سب کچھ جو میں لکھ رہی ہوں حقیقتاً دل کی گہرائیوں سے لکھ رہی ہوں۔ میں نے ہمیشہ ان کو مسکراتا ہوا پایا ان کی آنکھوں میں چمک دیکھی۔

جب بزم آمنہ کی تشکیل ہوئی تو انہوں نے بڑی جانفشانی سے کام کیا اور مجلس کے علاوہ بزم آمنہ میں انہوں نے جو سوشل کام کیا وہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا شدید محنت کرتی تھیں میں نے بھی

ان کے چہرے پر حزن کے آثار یا چہرے پر ناگواری نہ دیکھی۔

انہیں دل و جان سے یقین کامل تھا کہ اہلبیتؑ ہی کے ذریعے ہماری بخشش ہوگی اس طرح خدا پر توکل تھا جب بھی انہوں نے کسی کام کا ارادہ کیا تو اس کی تکمیل ہوئی۔ جتنی بھی خدمات ان کی تھیں اہلبیتؑ نے اسے قبول کیا۔ میری بہت ہی بڑی خوش نصیبی تھی کہ میں ان کے جنازے میں شریک ہوئی۔ بڑی شان و شوکت سے ان کا جنازہ اٹھا۔

یقیناً نہ سوال ہوا ہوگا اور نہ جواب‘ وہ ہاتھوں ہاتھ بی بیؑ کی خدمت میں چلی گئی ہوں گی۔

مہربانو باجی کی یاد میں

محترمہ امام فاطمہ

آج میں ایسی ہستی کے بارے میں لکھنا چاہتی ہوں جو میری عزیزہ بھی تھیں اور ذاکرہ بھی چونکہ میری رہائش شکارپور سندھ میں تھی تو تعلیم کے لئے کراچی آنا پڑا۔ جب میں میٹرک اور انٹر میں تھی تو مہربانو باجی طاہر والا پیٹرول پمپ ناظم آباد میں ایک یا دو بجے کے درمیان مجلس پڑھتی تھیں میں اسلامیہ کالج سے سیدھی مع کتابوں کے طاہر والا ان کی مجلس سننے کے لئے پہنچ جاتی تھی پھر سندھ چلی گئی اور 1987 میں کراچی آ کر فیڈرل بی ایریا میں مکان خریدا جہاں مہربانو باجی بھی رہتی تھیں محرم کا مہینہ جب شروع ہوا تو میں اپنے گھر کی مجلس ان سے پڑھوانے کے لئے ان کے گھر گئی تو بہت ہی محبت سے ملیں اور میرے گھر انہوں نے مجلس پڑھی' اگلے سال مجلس پڑھنے کا کہنے کے لئے میری ہمت نہیں ہو رہی تھی مجھے معلوم تھا کہ وہ بہت مصروف رہتی ہیں اچانک ایک دن میری خالہ زاد بہن کوثر باجی آئیں اور کہنے لگیں کہ تم نے مہربانو باجی سے مجلس پڑھنے کا ابھی تک نہیں کہا وہ تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔ یہ سن کر میں خوشی سے اچھل پڑی یہ مولا نے مجلس پڑھنے کا خود انتظام کر دیا۔ کہنے کا مقصد کہ ذاکرہ سے ہر سال کہنا پڑتا ہے کہ آپ ہمارے ہاں مجلس پڑھ دیں۔ بعض کہہ دیتی ہیں کہ ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے کہ مہربانو باجی کی ڈکشنری میں "نہ" کا کوئی لفظ ہی نہیں تھا۔

آئمہ محرم کی مجلس ہو یا میلاد یا مجلس کسی بھی امام کے بارے میں پڑھتی ہو دونوں پر انہیں عبور حاصل تھا آئمہ طاہرین کی شان میں مجلس یا میلاد پڑھنے کا ان کا انداز ایسا تھا کہ ان کے الفاظ کے ذخیرہ سے انسان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ دل چاہتا تھا وہ پڑھتی رہیں اور ہم سنتے

رہیں۔ آج وہ ہم میں نہیں ہیں اچانک ان کے چلے جانے سے سب ان کے چاہنے والے یقیناً اداس ہیں ایک شعران کی یاد میں ہے۔

اے گوہر نایاب تجھے لاؤں کہاں سے
تھی ہم سے زیادہ تری جنت کو ضرورت

آج میرا دل ان کے بارے میں لکھتے وقت کچھ زیادہ ہی اداس ہے یہ مختصر الفاظ ان کے لئے بہت کم ہیں ان میں جو خوبیاں تھیں اگر لکھنے بیٹھوں گی تو کئی صفحے بھر جائیں گے اب اگر ہم کسی سے اپنے گھر مجلس پڑھنے کا کہیں گے اور وہ محترمہ ہم سے مجلس پڑھنے کو انکار کردیں گی تو ہمیں فوراً مہر باتو باجی یاد آجائیں گی جن کے پاس منع کرنے کا کوئی لفظ ہی نہیں تھا اس وقت میرے ذہن میں کچھ شعر کے الفاظ آرہے ہیں۔

مہر باجی الٰہی قبر میں آرام دے
پنجتن کا واسطہ اور واسطہ عباسؑ کا

زندگی وقف ذاکری کردی

محترمہ لیلیٰ جعفری

آہ پیاری مہر یا تو آپا کو ہم سے جدا ہوئے پورا ایک سال ہونے کو ہے لیکن لگتا ہے کہ ابھی بھی ہمارے سامنے بیٹھی ہیں۔ اور ان کا ہنستا مسکراتا چہرہ ہمارے سامنے ہے۔ جب بھی کہیں مجلسوں وغیرہ میں جاتی ہوں تو ان کی بہت یاد ستاتی ہے ان کا انداز بیان خوش اسلوبی اور خاص طور پر مسکراتا چہرہ بہت یاد آتا ہے۔

میری ملاقات کا سلسلہ اس طرح نکلا کہ جب میں نصیر آباد میں آئی تو مجھے مجلسیں پڑھوانی تھیں اور میں سوچ رہی تھی کہ کسی اچھی ذاکرہ سے پڑھوائی جائے اور میری ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ مجلس میں آنے والے لوگ کچھ علم لے کر جائیں لہٰذا میں محلے میں ایک مجلس میں گئی تو میں نے مہر یا تو آپا کو پڑھتے ہوئے دیکھا تو میرا دل بہت خوش ہوا اور جیسا میں نے سوچا تھا ویسا ہی پایا تو مجلس ختم ہونے کے بعد میں نے ان سے ملاقات کی اور اپنا مدعا بیان کیا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ انہوں نے بہت ہی خوش اسلوبی اور محبت بھرے انداز میں ہامی بھر لی اور میں بہت خوش ہوئی۔

میرے یہاں آپ نے بہت ہی عمدہ مجلسیں پڑھیں اور میرے عزیز و اقارب کو بھی اتنی پسند آئیں کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہر سال آپ ہی سے پڑھوایا کروں گی۔

آپ ایک بہترین ذاکرہ امام حسینؑ تھیں اور جس طرح سے وہ ذکرِ امامؑ کرتی تھیں اور جس طرح سے وہ شیدائی تھیں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے آپ عقل و شعور کی ایک درسگاہ تھیں اور محبت اور پیار کا بحرِ بیکراں۔

ان کے پڑھنے سے مجھے جو فائدے ہوئے وہ یہ ہوئے کہ میری بچیاں جو کہ چھوٹی تھیں ان کی تقاریر سے اس قدر مستفید ہوئیں کہ وہ ان کے لئے درسگاہ کا درجہ بن گئیں اور مجھے اپنی بچیوں

کو کوئی بھی ایسی تعلیم دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور یہی ان کی تقاریر کی خاص بات تھی کہ ہر وقت ان کا ہنستا مسکراتا چہرہ بہت ہی عمدہ طریقے سے بات کرنا جس سے ہر بڑا و بچہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

جہاں ملتیں بڑے پرتپاک طریقے سے ملتیں اور یہی باتیں مجھے بڑی گھائل کرتی تھیں اور میں ہی نہیں میرے سارے گھر والے آپ کو بے حد پسند کرتے تھے جس طرح سے آپ ذکر امام حسینؑ کرتی تھیں آپ نے اپنے آپ کو ذکر امام حسینؑ کے لئے بالکل وقف کر دیا تھا۔

3 صفر کو آپ اپنے یہاں بی بی سکینہؑ کا تابوت جس طریقے سے نکالتی تھیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ بی بی کے تابوت کا اہتمام کرتی تھیں اور آگے آگے جس طرح سے سینہ کوبی کرتی جاتیں کہ صاف لگتا تھا کہ آپ حقیقی عاشق حسینؑ ہیں یہی نہیں ہر مجلس میں آپ کا طریقہ کار وہی ہوتا تھا اور آپ اسی طریقہ سے گریہ کرتی تھیں کہ ایک سچے عاشق حسینؑ کی مثال لگتی تھیں۔

ان کے نیک اعمال ان کی اولاد در اولاد میں بھی نمایاں نظر آئے خاص طور پر ان کے بڑے بیٹے جن کا نام حسن رضا صاحب ہے ان کا رجحان بھی اپنی مادر گرامی کو دیکھ کر اس طرف راغب ہوا اور آپ نے دینی تعلیم حاصل کی۔ یہ اثر آپ کی نواسی میں بھی آیا اور وہ بھی ذکر امام حسینؑ کی شائق بنی۔

ہمیں یقین ہے کہ باغ جناں میں ہوں گی جناب فاطمہؑ کے ساتھ ساتھ ہوں گی وہ۔

ذاکرہ مہربانو
سماجی شخصیات
کی نظر میں

بزم آمنہ

فاطمہ منزل لائنز ایریا، کراچی

تاریخ : ________ حوالہ ________

بزم آمنہ اور ذاکرہ مہربانو

ذاکرہ محترمہ تسیم بیگ

(نائب صدر، بزم آمنہ)

ذاکرہ مہربانو باجی مرحومہ بہت مجبتی، ہنس مکھ آل محمد کی یاد میں مگن رہتی تھیں۔ مجلس سننے کا اتفاق تو کم ہوا کیونکہ ذاکرین خود اتنا مصروف رہتی ہیں کہ دوسرے ذاکرین کو سننے کا موقع نہیں ملتا۔ لیکن امام بارگاہ محفل مرتضیٰ میں مجلس سننے کا اتفاق ہوا۔ ان کی تقاریر میں عظمت آل محمد کا ذکر کچھ اس طرح سے ہوتا تھا کہ خود بخود لوگوں کے دل در اہلبیت کی طرف جھک جاتے تھے اور بے اختیار زبان پر درود وسلام کی صدائیں بلند ہونے لگتی تھیں۔

۸۳ء میں "بزم آمنہ" کی بنیاد پڑی وہ زمانہ بہت پر آشوب تھا فرقہ وارانہ فساد کی وجہ سے بہت سی بستیاں تباہ ہو گئی تھیں۔ لوگ پریشان تھے گھر کا سامان یا لٹ گیا یا جل گیا بے آسرا خواتین اور بچے تھے۔ بزم آمنہ کی عام خواتین ہر ممکن کوشش کر کے لوگوں کو دوبارہ ان کے گھروں میں آباد کرنے کی جستجو میں لگی تھیں۔ کرفیو کے دوران بھی مہربانو باجی اور ذہین باجی ایسے گھروں میں ان کی ضروریات کے سامان پہنچاتی تھیں اور ان لوگوں کو تسلی اور دلاسے دیتی تھیں۔ یہ انہیں کی ہمت تھی کہ ایسے سخت حالات میں بے خوف وخطر اپنی جانوں پر کھیل کر دوسروں کی مدد کرتی تھیں۔

مجلس سننے کی بہت شوقین تھیں میری بھتیجی سیمیں آغا جہاں بھی مجلس پڑھتی تھی مہر بانو باجی اس کی مجلس میں بڑے شوق سے جاتی تھیں چاہے وہ کتنے ہی دور دراز علاقے میں ہو اور ہمیشہ اس کو دعا دیتی تھیں کہ تمہاری نسلوں میں یہ شوق "ذکر اہلبیتؑ" قیامت تک قائم رہے۔

مجھے یاد ہے صادقین ہال میں یوم خواتین کے سلسلے میں سیمینار منعقد تھا ان کی بھتیجی ناہید جو بزم آمنہ کی آفس انچارج کمپیئرنگ کر رہی تھیں، مہر بانو باجی آخر میں آئیں کہ مجھے اپنا خواب سنانا ہے اور پھر انہوں نے شائستہ زیدی صاحبہ کو بزم آمنہ کی خواتین کو مخاطب کر کے اپنا خواب بیان کیا۔ اور بہت پر جوش انداز میں کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ نے بزم آمنہ کی تمام خواتین کو بڑے اعلیٰ درجے دیئے ہیں شائستہ زیدی صاحبہ اور ہم لوگ ہنس رہے تھے کہ آپ نے یہ خواب بہت اچھا دیکھا اب ہم لوگ مطمئن ہو جائیں گے کہ خدا نے ہمارے کاموں کو پسند کیا۔

اس کی خبر نہیں تھی کہ مہر بانو باجی اتنی جلدی داعی اجل کو لبیک کہیں گی جب میں محفل مرتضیٰ گئی تو سارے عزیز گریہ وزاری میں مصروف تھے۔ ایک صاحبہ جو باہر سے آئیں تھیں اور انچولی کی تھیں میں نے ان سے پوچھا تو کہنے لگیں کل تک تو ٹھیک تھیں کسی اپنی عزیزہ کی شادی میں مصروف تھیں اچانک کچھ طبیعت خراب ہو گئی انہوں نے بتایا کہ ان کے بیٹے بھی مجلسیں پڑھتے ہیں، یہ ان کی اہلبیتؑ طاہرین سے وابستگی اور محبت تھی کہ انہوں نے اپنے خاندان کی بیٹیوں، بھانجیوں بھتیجیوں اور بیٹے تک میں ذکر حسینؑ ابن علیؑ کو جاری وساری رکھا۔

خدا ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور شہیدوں کے زمرے میں شمار کرے کہ حدیث رسالتمآبؐ ہے کہ جو میرے اہلبیتؑ کی محبت پر مرا وہ شہید مرا۔ جو میرے اہلبیتؑ کی محبت پر مرا وہ مغفور مرا۔

مہربانو سراپا عجز وانکسار

عابدہ بائی تھاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریفیں اس ذاتِ واحد کے لئے ہیں جو بے طلب عطا کرنے والا ہے۔ اور بے پایاں کرم کا مالک ہے۔ نہ کوئی اس کے فیصلے کو رد کر سکتا ہے۔ نہ کوئی اس کی عطا کو روک سکتا ہے او رنہ کوئی اس جیسی شے ایجاد کر سکتا ہے۔

محترم قارئین ذکر مقصود ہے ایک ایسی ذاکرہ اور مقررہ کا جواب ہمارے درمیان میں موجود نہیں۔ محترمہ مہربانو صاحبہ کو میں نے بے پناہ سادہ اور ہمیشہ عجز وانکساری کی حالت میں دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اگر کوئی کمی کو محسوس کیا تو اس کو پورا کرنے کی خاطر خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی رہنمائی کو قبول کیا ہے اور آج کے دور میں آدمی کو "مکمل انسان" ماننے کی یہ بڑی دلیل ہے کہ وہ اپنے اندر آگے بڑھنے کے جذبے کو اور علم حاصل کرنے کی جستجو اور جدوجہد کو ماں کی آغوش سے لیکر لحد کی آغوش تک جاری رکھے۔

مرحومہ مہربانو صاحبہ کی ذاکری اور تقریر سے نہ صرف پاکستان کے عزادار بلکہ غیر ممالک کے یعنی کینیڈا اور افریقہ، برطانیہ، امریکہ، گلف کے مومنین بھی مستفید ہوئے ہیں۔ محترمہ کی ذاکری کا ایک مخصوص انداز یہ بھی تھا کہ آپ اپنی تقریر کے دوران حاضرین مجلس کو قرآن پاک کے سورۃ اور آیات کے فضائل اور فائدوں سے بھی فیض یاب کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجلس کے اختتام پر لوگ منبر کے نزدیک ہی آپ کو گھیر لیتے تھے۔ لیکن کبھی بھی مرحومہ کے ماتھے پر شکن اور ناراضگی کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ایک ہر دلعزیز ذاکرہ حسین تھیں۔ میرے نزدیک مرحومہ کے اس خلاء کو پُر ہونے میں ایک عرصہ لگے گا۔

آخر میں مرحومہ مہربانو صاحبہ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ مرحومہ کو جنت الفردوس میں بی بی سیدہ النساء العالمین جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حواریوں میں شامل رکھے اور مرحومہ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ

محترمہ فرزانہ نفسی صاحبہ (اہلیہ مولانا شیخ یوسف نفسی)

کسی انسان کو جاننے کے لئے یوں تو ساری زندگی بھی کم ہوتی ہے لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے ساتھ گزارے کچھ دن ہی اس شعر کی حقیقی تصویر بن جاتے ہیں۔

میں اس نام کا نہ لوں اور لوگ پہچانیں
کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

مہر بانو بھی ایک ایسی ہی شخصیت تھیں ان کے ساتھ گزارے وہ چالیس دن میں کبھی فراموش نہیں کرسکتی جو 1989 جون / جولائی میں حج بیت اللہ کے سلسلے میں ایک یادگار سفر کی صورت گزرے۔ ہم دونوں ایک ہی کمرے میں تھے۔ ان کی پر لطف گفتگو اور انداز میں اپنائیت کا احساس ہوتا۔ ہم دونوں نے پندرہ عمرے ایک ساتھ ادا کئے۔

اس سفر کے دوران میں نے ان کی شخصیت میں ہر وہ اعلیٰ خوبی پائی جو کسی باکمال انسان کا وصف ہوسکتا ہے۔ حلیم، متین، سادہ، بھولی بھالی، انسان دوست، خوش اخلاق، دین سے محبت کرنے اور اپنے عمل سے اس کی جانب دوسروں کو بلانے اور راغب کرنے والی ایسی باکمال ذاکرہ کی تعریف کے لئے میرے جذبات زیادہ ہیں اور الفاظ کم۔ مہر بانو جیسی دلوں میں ہمیشہ زندہ رہنے والی شخصیت کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید دیکھے نہ ہوں مگر ایسے بھی ہیں

محفل کی رونق چلی گئی

محترمہ مرضیہ راجپار صاحبہ

ذاکرہ مہربانو جب سے گئیں ہیں ہماری محفل مرتضیٰ کی رونق چلی گئی ایک خاص لطف تھا ان کے ساتھ۔ ہم سب کو انتظار رہا کرتا تھا کہ ایک مومنہ مجلس پڑھنے آ رہی ہے مہربانو باجی کی خوبیاں اور صفات اور میرا جو قلبی تعلق ان سے تھا میرے پاس کوئی لفظ نہیں ہے اس کے اظہار کے لئے۔ جب بھی محفل جاتی ہوں تو باقاعدہ منبر رسولؐ پر ان کا چہرہ نظر آتا ہے۔ بہت سیدھی سادھی بھولی تھیں ان کے چہرے پر بہت نور تھا۔ کبھی کسی دوسرے پر اپنے آپ کو فوقیت نہ دیتی تھیں نہ کسی سے تکبر کیا۔ کسی کی خوشامد بھی نہیں کرتی تھیں۔ وہ خوش ہونے اور خوش کرنے والی بی بی تھی۔ مسکرانا اور سب کے ساتھ بات کرنا بڑے چھوٹے سب سے اس انداز سے کہ سب یہ سمجھتے کہ مجھ ہی سے زیادہ دوستی ہے۔ جب سے گئی ہیں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے کہ ان کا چہرہ میری نظروں کے سامنے نہ ہو۔ اتنی خلیق اور ایسی ذاکرہ حسینؑ ہم نے آج تک نہیں دیکھی۔ جسے کبھی غصہ نہ آئے۔ کسی پر برہم نہ ہو۔ جب بھی کہیں قریب میں آنا ہوتا میرے پاس ضرور آتیں اتنی مصروفیت والی کہ بار بار یا حسینؑ یا حسینؑ کہتیں؛ کبھی آقا حسینؑ آقا حسینؑ ان کے لبوں پر رہتا۔ عاشق تھی حسینؑ کی۔ نام حسینؑ آ جائے تو رونے لگ جاتیں ان کا گریہ اتنا دلگداز تھا اور ایسا پرسوز تھا کہ اس کو سن کر اور انہیں دیکھ کر سب روتے تھے۔ اب وہ کہاں' ہم کہاں وہ سیدھی جنت میں گئی ہوں گی وہاں آل محمدؐ کے قریب ہوں گی۔ یقیناً بی بی فاطمہ زہراؑ کے ساتھ ہوں گی۔

خدمت خلق اور مولانی مہربانو

خیرن بائی باٹلی والا

ہر ملنے والے کے دل میں ان کے لئے خاص عزت اور مقام ہے۔ ان کا انداز بڑا فطری تھا۔ ان کی کمی ہر ملنے والا محسوس کرتا ہے غریبوں اور محتاجوں سے ان کی خاص ہمدردی تھی جس کے لئے وہ کئی لوگوں کے ذریعے سے فلاحی کام کرتی تھیں کئی گھرانوں کے راشن کا انتظام، تنگدست اور محتاج لوگوں کے لئے پیسے کا انتظام، بے سہارا بیماروں کے لئے علاج و معالجہ وغیرہ جیسے فلاحی کاموں کی ذمہ داری انہوں نے اپنے ذمہ میں لی ہوئی تھی۔ یہ سارے وہ کام ہیں جو مولانی مہربانو ذاکری کی مصروفیات کے علاوہ انجام دیتی تھیں۔

ذاکرہ مہربانو
سوز خوان و نوحہ خوان
(خواتین کی نظر میں)

خوبیوں کا گلدستہ......ذاکرہ مہربانو

سیدہ مبشرہ عادل (مرثیہ خواں)

فاؤنڈر اینڈ ایڈمنسٹریٹر سرسید چلڈرن اکیڈمی

مہربانو باجی مجلس کو واقعاً عبادت سمجھتی تھی بڑی عقیدت و معرفت کیساتھ مجلس میں بیٹھتی تھیں مجلس کے مقابلے میں کسی شے کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں مجلس کے آداب واحترام کو خاص اہمیت دیتی تھیں اکثر اپنی مجالس میں عزائے حسینؑ کے ثوابات اور مجالس کی اہمیت پر زور دیتیں ان کے نزدیک سب سے زیادہ لائق احترام فرش عزا تھا اس کا تقدس ان کے پیش نظر رہتا۔ ایک سوگوار کی حیثیت سے مجلس میں بیٹھتی تھیں انہیں دیکھ کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ واقعی کوئی غمزدہ اور سوگوار پرسہ دینے کے لئے بیٹھا ہے۔

فرش عزا پر صرف مجلس سے متعلق بات کرتیں اور دنیا کی کوئی بات فرش عزا پر کرنے سے اجتناب کرتیں۔ بہت خلوص سے تعریف کرتیں۔

جتنی دیر ہم سوز وسلام یا مرثیہ پڑھتے توجہ سے سنتیں۔ جب فضائل کے اشعار آتے تو ہر ہر شعر پر دل کھول کر داد دیتیں اور مصائب میں تو ان کے رونے کی درد بھری آواز ایک سماں پیدا کر دیتی تھی۔

مختصر یہ کہ مہربانو باجی بہت ہی پر خلوص خاتون تھیں ان میں کوئی دکھاوا یا بناوٹ نام کو نہیں تھی محبت سے ملتی تھیں کسی غرض سے نہیں ملتی تھیں خوبیوں کا مجموعہ تھیں مجلس ان کی زندگی تھی اور ہر مجلس میں انہیں یہ یقین کامل ہوتا تھا کہ شہزادی کونینؑ یہاں پرسہ لینے کے لئے موجود ہیں۔ یقیناً ایسی عزادار اور ذاکرہ جب دنیا سے گئی ہوں گی تو شہزادی نے اپنی بارگاہ میں طلب کرلیا ہوگا۔ خدا مہربانو باجی کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

یاد

ہر دلعزیز ذاکرہ اہلبیتؑ مہر بانو صاحبہ

شاہین نقوی (دختر آباد نقوی)

آج بظاہر میری ذاکرہ خالہ مہر بانو ہماری نظروں کے سامنے نہیں مگر میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ آج بھی ہماری نظروں کے سامنے زیب منبر ہیں ذاکر حسینؑ زندہ جاوید ہے کل دنیا میں جہاں جہاں فرش عزا پران کی طلبی ہوئی وہاں وہاں انہوں نے ذاکری کی عقیدت کے پھول نچھاور کئے اور بی بی کو ان کے لال کا پرسہ دیا اور آج تو خوش نصیبی کی انتہا ہے کہ میرے مولا نے کیا مرتبہ بخشا ہے کہ وہ خود بی بی کے سامنے ذکر فضائل و مصائب آل محمد کر رہی ہیں۔ میرا تو یہی تصور ہے جب میں نے اپنے والد سوز خواں آباد محمد نقوی کا کفن میں ملبوس چہرہ دیکھا ان کے آخری سفر کی تیاری دیکھی امام بارگاہ سے یہ اعلان کہ آباد نقوی کا انتقال ہو گیا اور اب ان کا جنازہ تیار ہے میں بہت روئی مگر فوراً ہی میرے مولا نے مجھے تسلی دی کہ پہلے اعلان دنیا میں مجلس پڑھنے کا ہوتا تھا مگر آج عرش پر مجلس پڑھنے کا بلاوا ہے اور میرے ذہن میں فوراً ہی یہ آواز گونجی

مجلس شبیر ہے جنت میں یہ اعلان ہے
آگئے آباد نقوی سوز خوان اہلبیتؑ

میرا اور خالہ مہر بانو کا مجلسوں میں اکثر و بیشتر ساتھ رہا خاص طور سے عابدہ خالہ لکھنو والی کے ہاں سوز خوانی ہم بیٹھ کر کرتے تھے اور ذاکری ہماری خالہ مہر بانو کرتی تھیں۔ عجیب حسین رشتہ ہمارے درمیان تھا اور ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہو جاتے تھے وہ اتنی پیار کی نظر ہم پر ڈالتی تھیں کہ میرے پاس الفاظ نہیں۔ وہ سادگی کا پیکر تھیں جس وقت وہ مجلس شروع کرتیں تو فضا سوگوار ہو جاتی تھی آواز میں درد آنکھوں میں آنسو مولا کے مصائب اس طرح بیان کرتیں کہ جیسے وہ خود

کربلا میں موجود ہوں اس طرح بین کر کے مصائب پڑھتی کہ ہر سننے والی کی گریہ کی آوازیں بلند ہو جاتی تھیں۔ فضائل عام فہم اور بہت ہی سادہ سے الفاظ ہوتے کہ ہر ایک کی سمجھ میں آ جائے۔ نوجوان لڑکیاں بھی بہت توجہ سے سنتی تھیں ان کا شفیق اور مسکراتا وہ چہرہ یاد آ رہا ہے ان کی کمی کا احساس ہمیشہ رہے گا ان کی یاد کبھی ہمارے دلوں سے محو نہ ہوگی۔ خداوند عالم ان کے اہل خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ہم سب ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اتنی خوش نصیب ماں تھیں کہ انہوں نے اپنا ورثہ ذاکری اپنی اولاد تک پہنچایا۔ خاص طور سے ان کے صاحبزادے حسن رضا رضوی صاحب سے مل کر یہ احساس ہوا کہ واقعی وہ خوش نصیب ماں تھیں کہ ان کو اتنی قدر داں اولاد ملی۔ ان کی اپنی ذاکرہ ماں سے بے لوث محبت کا ثبوت یہ کتاب ہے جس میں نہ صرف اس میں انہوں نے اپنی ماں کے کلام کو زندہ رکھا ہے بلکہ اس میں انہوں نے اپنی ماں کے چاہنے والوں کو بھی عزت بخشی ہے یقیناً یہ میری عزت افزائی ہے کہ مولا کی اتنی مقبول ذاکرہ مہربانو کے لئے خراج عقیدت پیش کروں۔

ایک قطعہ ان کی یاد میں

ذاکرہ شبیرؑ کی عزادار مہربانو تھیں
عشق حیدر ہی میں سرشار مہربانو تھیں
چھوڑ کر روتا ہوا اپنے محبوں کو گئیں
کربلا والوں کی غمخوار مہربانو تھیں

مہربانو پیکرِ عزم ووفا

مہربانو شاہِ دیں کی ذاکرہ

ذاکرہ شاعرہ نیر فاطمہ

(صاحب بیاض)

مہربانو پیکر عزم و وفا
مہر بانو شاہ دیں کی ذاکرہ
غم میں شہ کے جس طرح روتی تھیں وہ
خلد میں پائیں گی وہ اس کا صلہ
حشر میں رومال اشکوں سے بھرا
لے کے آئیں گی جناب سیدہؑ
اور بخشے جائیں گے سارے گناہ
پیش داور بہر شاہ کربلا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو اس دنیا میں آیا ہے اسے وقت مقررہ پر واپس بھی جانا ہے اور ازل سے یہی ہوتا آیا ہے کہ جس کی طلب ہوگئی وہ اپنے پیاروں، دوستوں اور چاہنے والوں کو تڑپتا چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

لیکن کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے اخلاق، کردار، خلوص وعمل سے ایسے نشان چھوڑ جاتی ہیں جو ناقابل فراموش ہوتے ہیں ان ہستیوں میں سے ایک محترمہ مہربانو باجی مرحومہ تھیں جو آج ہمارے درمیان نہیں، لیکن ان کا سراپا تصور کی حدوں پر چھایا ہوا ہے۔ ان کا دھیمے دھیمے لہجے میں گفتگو کرنا، مسکرانا، محبت نچھاور کرنا نظروں میں رقص کناں ہے۔

وہ ایک مخلص ذاکرہ تھیں ان کو دنیا کی تعریف دکھاوے اور تصنع کی ضرورت نہیں تھی وہ نام حسینؑ پر گریہ کرنا اور ذکر کرنا اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی تھیں وہ دوران تقریر جن اشعار کا سہارا لیتی تھیں وہ زیادہ تر مولائے کائنات کی مدح میں ہوتے تھے اور جب لوگ خوش ہو کر نعرے لگاتے تھے تو ان کا چہرہ خوشی سے کھل جاتا تھا۔ مجلس میں مصائب کربلا پر سامعین سے زیادہ وہ خود روتی تھیں اور مجلس تمام ہونے کے بعد بھی گریہ جاری رہتا تھا۔ مجھ سے بیحد محبت کرتی تھیں اور جس محفل میں مجھے دیکھتی تھیں خوش ہو جاتی تھیں کہ تم پڑھو گی اگر میلاد ہے تو میرا منہ چومتی تھیں اور اگر نوحہ خوانی ہو تو ہمیشہ یہ کہتی تھیں "دل چاہتا ہے تم پڑھتی رہو اور میں روتی رہوں"۔

حسن اتفاق کہ جب ان کا انتقال ہوا تو میں اپنے بیٹے کے پاس کویت گئی ہوئی تھی وہاں اٹھارہ غدیر کے جشن میں ایک صاحبہ نے مجھے بتایا کہ مہر بانو باجی کا انتقال ہو گیا جب میرے پڑھنے کی باری آئی تو میں نے ان کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھوایا اور ویسے بھی میں ان کے لئے ایصال کرتی ہوں۔ خداوند عالم مرحومہ کو غریق رحمت فرمائے اور اپنے مقام خاص مین جگہ دے۔

جب محرم آئے گا مجالس ہوں گی نام حسینؑ لیا جائے گا مصائب کربلا بیان ہوں گے مہر بانو باجی کا نام ضرور زبان پر آئے گا اور یہی ان کی معراج ہے۔

خدا غریق رحمت کرے

محترمہ زبیدہ سلطان واثق

ملیانی مہربانو سے ہم سب لوگ بہت متاثر تھے۔ دل میں ان کے لئے بہت عزت ہے حق بات تو یہ کہ بڑی خداداد صلاحتیں قدرت نے انہیں عطا کیں تھیں جب سنتے تو بہت لطف آتا تھا اور ہمیں سیکھنے کو ملتا تھا۔ میں اور منیرہ بائی مرثیہ اور نوحہ پڑھتے تھے اور وہ ذاکری کرتی تھیں اس حوالے سے اکثر مجالس میں ملاقات ہوتی تھی۔ اسی طرح میلاد میں ہم مناجات پڑھتے اور وہ تقریر کرتی تھیں لہٰذا ملنا جلنا ہوتا رہتا تھا۔ ان کے اندر لوگوں سے ہمدردی کا جذبہ بہت تھا۔ وہ اکثر کہتی تھیں کہ جو اچھی باتیں خود کو معلوم ہیں وہ دوسروں کو بتاؤں خاص طور کہتی تھیں کہ جھوٹ سے پرہیز کرو۔ غرض عام گفتگو ہو یا مجالس اخلاقیات ان کا موضوع سخن ہوتا تھا۔ خدا انہیں غریق رحمت کریں۔

ذاکرہ مہربانو
قومی اداروں
کی نظر میں

MEHFIL-E-MURTAZA
[illegible], BLOCK B, OFF SIR SYED ROAD,
P.E.C.H.S., KARACHI-[illegible] (PAKISTAN)

PHONE: [illegible]
FAX: [illegible]
E-mail: [illegible]
URL: [illegible]

To,
The Family Member of Late Mohtarma Zakira Meharbanu

Marhuma Mohtarma Zakira Meharbanu was a famous Zakira who recited majlis and milads at Mehfil-e-Murtaza since its inception.

She was extremely famous amongst the community ladies as a very humble, honest and simple Zakira-e-Hussain (a.s) locally and overseas.

Her demise has left an empty void in our Hearts and Minds. She will always be remembered. May Allah bless her soul through the wasilah of Chahardah Masoomeen (a.s) and Shohada-e-Kerbala. Ameen

And give family courage to bear this irreparable lost.

Mehfil-e-Murtaza

Iqbal M. J. Khaku
(Hon. Secretary)

To

The family Members of Late Mohtarma Zakira Meharbanu

Marhuma Meharbanu was the resident Zakira of Mehfil-e-Murtaza Ladies Section for the past 30 yrs. She was a humble and honest lady and had a gentle and effective way of reciting majlises.

Marhuma Saheba selflessly served the community. She was very welll known for her trust and honesty as people used to give her donations for sadqas and sehmasadaat to be distributed to the poor sadaats and poor people. At Mehfil-e-Murtaza, she was always present at the sufra of Panjtan A.S without fail. Whenever she was called to recite majlises at Mehfile Murtaza, she would be obliged and come without fail even in the heat without worrying about her health.

One week before she died, she recited majlis at the sufra at Mehfil-e-Murtaza. We all miss her voice and her presence which we can never forget.

May Allah reward her in the life hereafter with an eternal place in Heaven with the sadqa of Sayyeda Fatima S.A and Shohada-e-Kerbala A.S (Ameen)

Fatima Yusuf Ranji
Chairlady
Tyalibhai

Mehfil-e-Murtaza Ladies Committee

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ANJUMAN-E-MOHAMMADI QADEEM (REGD)
Head Office :
Karachi, Pakistan
Call:

انجمن محمدی قدیم

Ref: AMQ/

Date:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے

من مات علی حب آل محمد مات شہیدا

"جو اہلبیتؑ کی محبت میں مرتا ہے وہ شہید ہے"

بخدمت جناب مولانا سید حسن رضا رضوی مدظلہ صاحب، کراچی (پاکستان)

مکرمی السلام علیکم مزاج گرامی

بعد سلام کے عرض ہے کہ آپ کی والدہ ذاکرہ مہر بانو صاحبہ بنت ابرار حسین صاحب زوجہ سید موسیٰ رضا صاحب کا مورخہ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۷ مطابق ۶ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ کو کراچی میں انتقال ہو گیا۔ یہ خبر سن کر بہت افسوس ہوا ہے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) مرحومہ نے اپنی زندگی عزاداری سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے وقف کی ہوئی تھی پاکستان کے بڑے بڑے شہروں خصوصاً کراچی کی امام بارگاہوں میں وہ عشرہ محرم کی زنانی مجالس میں خطاب فرمایا کرتی تھیں جو مومنات کے لئے مشعل راہ ہے۔ ان کے انتقال سے ایک خلا پیدا ہو گیا جو عرصہ دراز تک پُر نہ ہو سکے گا اس کے علاوہ دنیا کے بڑے بڑے ملک جن میں امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، تنزانیہ، کینیا، دبئی، ابوظہبی، وغیرہ شامل ہیں، مومنات کی جانب سے منعقدہ مجالس عزا میں خطاب فرما کر فروغ حسینیت کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ مرحومہ کی شفقتیں، محبتیں، تقویٰ و خلوص کے علاوہ مئے حب آل محمدؐ میں سرشار اور دولت دین و دنیا سے مالدار رہیں۔ ماں کا کتنا بڑا مرتبہ ہوتا ہے ایسی فرشتہ صفت ذاکرہ مومنہ کا غم بالخصوص آپ کو نیز دیگر فرزندان و دختر اور جملہ عزیزوں کو ہوا ہے وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ان کی یاد ہمیشہ دلوں میں باقی رہے گی۔ یقیناً مصائب شہیدان کربلا ہم سب کے غم کا مداوا

ہیں ذکر امام مظلوم ہی تسکین قلب کا باعث بنے گا۔

انجمن ہذا کے سرپرست اعلیٰ محترم سید فیض علی نقوی (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ) نیز جملہ سرپرست صاحبان اراکین مجلس عاملہ وممبران آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور مرحومہ کی مغفرت کے لئے دست بدعا ہیں کہ خداوند عالم بہ طفیل چہاردہ معصومینؑ مرحومہ موصوفہ کو جوار فاطمہ زہراؑ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے خصوصاً آپ کو نیز جملہ پسماندگان کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی قوت عطا کرے۔ آمین ثم آمین

شریک غم

سید نفیس حسین رضوی

(سید نفیس حسین رضوی)
بانی انجمن محمدی قدیم رجسٹرڈ
۲۲۳ متقین انڈسٹریل ہوم حسین آباد گجھار
نمبر 1 کراچی ۱۸ (پاکستان)
موبائل نمبر: 0300-2951582

ذاکرہ مہربانو بحیثیت عزادار

محترم حسن صغیر عابدی صاحب

مرکزی جنرل سیکرٹری آل پاکستان شیعہ ایکشن کمیٹی

ذاکرہ مہربانو صاحبہ کو عام طور سے تمام مومنین فقط ذاکری کے حوالے سے جانتے ہیں لیکن در حقیقت ذاکری سے بھی پہلے وہ ایک حقیقی عزادار تھیں خود ذاکرہ مہربانو کی نظر میں عزاداری کی اتنی اہمیت تھی کہ وہ اپنی مجالس میں کہا کرتی تھیں کہ "عزاداری ایک بہت بڑا شرف ہے۔ دنیا کی کوئی عزت اور عظمت عزادار امام حسینؑ کے مرتبے کا مقابلہ نہیں کرسکتی اس لئے کہ عزادار کا خاص رشتہ، خاص تعلق، آقا حسینؑ سے ہوتا ہے"۔ اور یہ ذاکری کا شرف بھی انہیں عزاداری ہی کی وجہ سے عطا ہوا تھا۔ اس لئے انھوں نے اپنے کلام میں کہا ہے کہ:

تری عطا کا اثر ہے مری عزاداری
مری دعا کا اثر ہے تری عزاداری
جناب فاطمہؑ آتی ہیں روز اس گھر میں
جہاں بھی ہوتی ہے مظلوم کی عزاداری
بڑا ثبوت ہے مظلوم سے محبت کا
جو خوش نصیب ہیں کرتے ہیں وہ عزاداری

اور حقیقتِ حال بھی یہی ہے کہ ایک عام شیعہ میں اور عزادار میں بڑا واضح فرق ہے شیعہ دس روز تک مجالس میں چلا جاتا ہے۔ لیکن عزادار وہ ہے جو فقط مجالس میں شریک ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ مجالس کی تلاش میں رہتا ہے۔ وہ عزاداری میں شامل ہونے کی جستجو میں رہتا ہے۔ عزادار، عزا کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا عزادار باقاعدہ انتظار کرتا ہے کہ مجلس کب اور کہاں ہوگی تاکہ میں پہلے سے اس میں پہنچ جاؤں عزادار پورے ہفتے، شب جمعہ کا انتظار کرتا ہے کہ شبِ جمعہ آئے تو

میں نمازِ مغربین اس مسجد میں ادا کروں جہاں ساتھ ہی نماز کے بعد امام بارگاہ، ضریح اور غازی عباس علم کی زیارت ہو جائے۔ اور پھر مسلسل کئی امام بارگاہوں میں شہزادی کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ہوئے بی بی کو پرسہ دیتے ہوئے پھر اپنے گھر واپس جاؤں۔ یہ عزاداری جو حاصل حیات ہے۔ یہ ہم تک اتنی آسانی سے نہیں پہنچی اس کی راہ میں بزرگوں کی بڑی قربانیاں ہیں۔ شاعرِ اہلبیت عروج بجنوری مرحوم نے کہا:

ہم نے خیرات میں یہ پھول نہیں پائے ہیں
خونِ دل صرف کیا ہے تو بہار آئی ہے

حقیقت یہ ہے کہ جس انداز سے ہمارے والدین نے عزاداری ہم تک پہنچائی ہے اور جو انسیت اور جو تعلق ہمارا عزاداری سے قائم کیا ہے۔ افسوس کہ ہم اپنی اولادوں میں وہ تاثر پیدا نہ کر سکے۔ آخر میں میری سب سے بڑی دعا یہ ہے کہ خدایا مہر بانو صاحبہ کو جنھوں نے عزاداری کی ترویج و تبلیغ کے لیے میں اپنی زندگی کو وقف کیا ہے۔ مرحومہ کی اولاد اور ہم سب کی اولادوں کو نسلاً بعد نسلاً وہی جذبۂ عزاداری عطا فرما جو ہمارے بزرگوں میں تھا۔ آمین

فون نمبر: [illegible]

انجمن کاروانِ حسینؑ (رجسٹرڈ)

۵۔ اے۔ ۹/۲۲، ناظم آباد، کراچی

حوالہ نمبر .... مورخہ ....

محترم جناب محمود حسین

اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ اور بارہ ائمہؑ میں ایک کو بھی ایسا خلق نہیں کیا جس کے متعلق کہا جا سکے کہ کتنے اچھے ہیں نہ کسی کے لینے میں نہ دینے میں' سر جھکائے آتے ہیں سر جھکائے جاتے ہیں۔ سیرت حبیبؐ خدا بھی یہی رہی کہ دوٹوک امر بالمعروف نہی عن المنکر کی خاطر نعوذ باللہ عرب پر بنو ہاشم کی سرداری برباد کروا کر شعب ابی طالب میں تین سال محصور ہو گئے لیکن سچ کو سچ ہی کہا۔

ایک یورپین مفکر نے لکھا کہ علیؑ کا قتل ان کی حق کی خاطر شدت پسندی کے سبب سے تھا اور مولاؑ کا ارشاد ہے کہ دیکھو دنیاوی منفعت تمہیں حق کی راہ سے نہ موڑ دے۔

اب ایسے میں ذاکرہ مہرباتو مرحومہ اور ان جیسے ذاکرین پر آفرین ہے جو "یتلوا علیھم آیتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ" کو عین مجلس سمجھتے ہیں۔

محترم شہریار عابدی صاحب برسرِ منبر فرما رہے تھے کہ قم مقدس کے درس خارج یافتہ مولوی صاحب کو افریقہ بلایا گیا دوسرے دن بریفنگ دی گئی کہ فقط نیگر جسم پر ٹاٹو بنوائے کھدوائے یہودیوں عیسائیوں سے نکاح بغیر نکاح سیدانیوں و مومنات پر اور ان کے لواحقین پر تنقید نہیں کرنا۔ بس اللہ رسولؐ کی باتیں کر کے کربلا پر رلا کر اتر جانا' ورنہ ۔۔ ان مولانا صاحب نے فرمایا کہ ورنہ آپ مجھ سے کار مکان تنخواہ لے کر واپس بھیج دیں گے اور یہ مجھے منظور ہے۔ ناچیز نے شہریار رضا صاحب سے یہ نہیں پوچھا کہ جو Vacancy فل ہوئی اور وہاں کون صاحب براجمان ہیں۔ اس

سے بدتر بات محترم شیخ سلیم صاحب نے ایک خطیب نماز جمعہ جامع مسجد باب النجف میں بتائی کہ آقائے ہاشمی رفسنجانی نے خطبہ نماز جمعہ ایران میں بتایا کہ امریکی رسالے کے مطابق امریکہ میں اس سال ایک کروڑ بچے پیدا ہوئے جن میں بیشتر ماموں بھانجی چچا چچی ماں بیٹے بھائی۔باپ بیٹی کے ملاپ سے ہوئے۔ عرصہ حمل پیدائش پرورش اور اس معاشرے میں کاروکاری میں مولوی صاحبان سے پوچھا کہ ایسے ماحول میں آپ حضرات اہل خانہ کے ساتھ مراجعت فرمانے کے لئے پر تول رہے ہیں کیسے بچیں گے بچائیں گے' کیا یہ وہی دن تو نہیں کہ یہودی کی بکری مینگنی کے بجائے اشرفیاں دے گی۔اب ایسے بے تر کیے ماحول میں مجلس ایک رٹی رٹائی ہوئی بات ہوئی او رکراچی میں باریک مختصر اونچے لباس اللہ رسولؐ سے کھلی بغاوت کھلا اعلان جنگ کس قدر پر ہول بات ہے کہ اصحاب رسولؐ و ائمہؑ میں بلال' بوذر' قنبر سلمان مقداد میثم وحبیب و حر جون وہب کلبی وغیرہ وغیرہ کی صف میں ایک بھی بنو ہاشم نہیں کربلا کے اٹھارہ بنو ہاشم دراصل بھائی بیٹے بھتیجے بھانجے ہیں۔ہمت کر کے یہ بھی لکھ دوں کہ عرب پر صدیوں کی سرداری نے بنو ہاشم کو روٹیاں لگا دی تھیں کہ وہ حق کی خاطر شدت پسند امیر المومنینؑ کی نصرت ابوذر و میثم کی طرح قریب تو کیا دور سے بھی نہ کر سکے۔اس زمانے کے سادات و مومنین تو دور سے بھی نظر آ رہے ہیں۔

اس مختصر تحریر میں ذاکرہ مہر یا تو کے خیالات مومنین کی حالت پر ان کا پڑھنا' ہماری آج بھی ضرورت ہے۔ناچیز نے ان کے فرزند مولانا سید حسن رضا رضوی صاحب سے عرض کی کہ ان کی والدہ سے متعلق کتاب فقط ایصال ثواب کی روایت نہ بنے بلکہ ذاکرہ کورس کرنے والی طالبات کے لئے مشعل راہ بنے۔ مثلاً اخلاقیات کے تحت ایک ذرا سی بات مگر دریا کو کوزے میں بند کر دیا کہ تبرک کے لئے 100 نکالنے کے بعد وہ 100 روپے صاحب خانہ کے نہیں رہے اب تبرک مال امام ہے اس پر صاحب خانہ کا اتنا ہی حق ہے جتنا دیگر شرکائے مجلس کا اور بغیر تفریق دور قریب امیر و غریب' بقول مولانا سید باقر رضا رضوی صاحب کہ اماں تبرک پر دل کھول کر خرچ کرنے پر زور دیتی تھیں۔ مرحومہ اس بات پر فکر مند رہتیں کہ تہذیب و اخلاق سے عاری نہ اچھا مسلمان مومن نہ

اچھا انسان، نہ شوہر نہ بیٹا نہ باپ چہ جائیکہ تکمیل اخلاق والے رسولؐ کی میت والے حسینؑ کا عزادار۔ ایک مجلس برسی میں بحیثیت سامع تھیں ذاکر نے اسی مشترکہ مجلس میں سوئم والے مرحوم کو نظر انداز کیا حالانکہ مرحوم کے اہل خانہ کا غم تازہ اور مجلس میں دفتر اور محلے کے غیر افراد بھی شریک۔ کیونکہ ذاکر کو لفافہ برسی والوں نے دیا۔ ذاکرہ مہربانو کا دل بھی رویا اور زبان بھی۔ ناچیز بھی ایسے ہی بداخلاق باگناہ باعلم ہر ایک ذاکر کو توجہ دلا چکا ہے۔ دو چار پشت سے حلقہ محبت و مودت آل رسولؐ کے گرفتار فوجی حضرات کے گھر مجلس برسی میں خاموشی نظم و ضبط مجلس کے بعد پوچھا تو پتہ چلا کہ اہل خانہ اور پوتوں پوتیوں نواسوں، نواسیوں نے اپنی دادی نانی مرحومہ کے ثواب کی خاطر قضائے عمری کی نمازیں بانٹ کر پڑھیں ایک ایک ہفتے کے روزہ ایصال ثواب کئے، اسکول پاکٹ منی خیرات کی جب کہ ذاکرہ مہربانو مرحومہ جدی پشتی سادات کے ہاں گئیں تو بریانی کہاں سے پکوائی، وہاں سے کیوں نہیں! ایسے شور وغل میں مجلس ہوئی۔

ذاکرہ مہربانو مرحومہ مومنین کی تربیت کے لئے ذاکرین کی تربیت کو لازم سمجھتی تھیں۔ متمول آبادیوں اور غیر متمول آبادیوں کے اسکولوں کے ٹیچر نصاب کتاب میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے لیکن ہماری ہر دو جگہ کی مساجد امام بارگاہوں، عزاخانوں میں نصاب ٹیچر کورس دورانیہ پرچہ کمرہ امتحان ممتحن سب ایک پھر یہ فرق کیوں؟ اس کے لئے مرحومہ کوشاں رہیں کہ اچھے عزادار کے لئے پڑھا لکھا خوشحال ہونا معاون ہے۔ اگرچہ خلوص شرط اول ہے۔

کہتی تھیں کہ نماز تو یزید کی فوج بھی پڑھ رہی تھی کہ حسینؑ کو جلدی قتل کرو نماز پھر قضا نہ ہو جائے اور رو بھی رہی تھی لیکن یہ دونوں عمل نماز اور رونا شرافت انسانی کے لئے کافی نہ ہوئے ان اعمال سے اطاعت خدا اور مودت اہلبیتؑ ظاہر نہیں ہوئی۔ مرحومہ زور دیتی تھیں کہ جو لوگ پر ہول شب عاشور امام مظلوم کو چھوڑ کر چلے گئے وہ بھی جنت کے حقدار کہ حسینؑ مظلوم نے زبان دی کہ وہ اپنے نانا کی امت کے بروز حشر شفاعت کے ضامن ہیں۔ تو جن لوگوں نے حسینؑ کے ساتھ شہادت پائی اپنے گھر خاندان نسل کو یزیدیوں کے ظلم کے حوالے کیا ان کو بھی فقط جنت دینا عدالت سے

دور ہے۔ لہٰذا یقیناً انہیں جنت میں قرب حسینؑ کا شرف بھی ملے گا۔

ذاکرہ مہربانو مرحومہ مجلسی ادب و آداب' سلیقے کی بڑی خواہاں رہیں' لب لباب کچھ اس قسم کا ہوتا تھا کہ اگر مجلس عزا ملٹری اکیڈمی کاکول میں ہو اگر جلوس عزا سوگ اور تہذیب کا ملاپ ہو تو فرد گھر افراد کے لئے مجلس و جلوس مدرسہ ثابت ہوں گے۔

ناچیز کو خیال گزرا کہ مین گولیمار روڈ پر بس کھڑی کر کے کہ چپل والی گلی سے اندر نہیں جا سکتی لہٰذا چپلوں کی چوری کے ڈر سے بس میں رکھ کر اور پون میل لمبی گندی گلیوں سے گزر کر مسجد و امام بارگاہ جعفریہ پہنچ کر فرش کو نجس گندہ یا کراہیت والا کیا' چائے کی پیالیاں توڑیں یا ادھر ادھر کرسیوں ٹیبلوں کے نیچے رکھ دیں کہ مزید ٹوٹ کر ڈیکوریشن کے بل میں اضافہ کریں اور پھر نجس گندہ یا کراہیت والے فرش کو چوم کر منہ پر مل کر علم پنجے ذوالجناح پر لگائے' واپس ہو لئے' ناچیز مولاؑ کے صدقے انجمن کاروان حسینؑ کے ساتھ شب داریوں میں سو فیصد شرکت کرتا ہے' مخالف نہیں لیکن مخلص لیکن اپنے بے توجہ مومنین سے ہاتھ ملانے پر رکتا ہے لہٰذا سوچتا ہے کہ کہیں ہم مخلص لوگ بے خیالی میں امام زمانہؑ سے ایسے ہاتھوں ہاتھ نہ ملا بیٹھیں۔ کراچی بھر میں شادی بیاہ میں قالینوں کے نیچے بچھنے والی پلاسٹک کی چٹائیاں پاک محرم والے نشتر پارک میں بچھا دیتے ہیں تو ان نجس یا گندی چٹائیوں کی وجہ سے ہم نشتر پارک جانا چھوڑ دیں یا اپنے مجلسی امور کی اصلاح کی فکر کریں۔

ناچیز احسان مند ہے مولانا سید حسن رضا رضوی کا کہ انہوں نے مجھے اپنی والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کی خاطر مرتب کی گئی اس کتاب میں شامل کیا اور میری درخواست قبول کی کہ میری اس تیج کی تحریر کو شامل کیا جائے کہ میں اس کتاب کو فقط ایصال ثواب نہیں بلکہ ذاکرہ کورس کے مدرسوں کے لئے داخل نصاب تحریر کرتا ہوں کہ دیگر نے بھی روایتی ایصال ثواب کے مضامین کے بجائے تنقیدی نظر رکھی۔

ناچیز ۱۹۷۵ء میں میٹل موٹرز کراچی میں ملازم تھا مناظرہ مابین ایک مومن و مسلمین ہوا۔

مخالف گولیمار کے رہائشی ڈینیل صاحب عیسائی مسلک تھے۔ ان کا فیصلہ آج تک حافظے کا جھومر ہے کہ 8 ربیع الاول کا جلوس شکل وصورت طور طریقے ادب؛ "اُم نظم ونثر کی بلاغت کے ساتھ" جبکہ بارہ ربیع الاول کا جلوس ان کے محلے سے کراچی کے محلوں کے لوگوں پر مشتمل منظر پیش کرتا ہے لیکن اب مجھ ناچیز کی یہ دعا شدت اختیار کرتی جارہی ہے کہ یا اللہ ذاکرہ مہربانو مرحومہ اور ان جیسے دیگر ذاکرین کی کمی کو پورا کر جو اپلائیڈ کیمسٹری کی طرح اپلائیڈ مذہب پر زور دیتے تھے۔

امریکہ کی فقط ایک یونیورسٹی سے 48 یہودیوں نے درس خارج کی ڈگریاں حاصل کیں یعنی وہ ڈگری کے حساب سے درس خارج یافتہ ہیں لیکن کام امریکہ C.I.A میں بھرتی ہو کر ایران اور دنیا بھر کے شیعوں کے خلاف کام کرنا۔ لہٰذا کیا ناچیز کو ہمت کرنی چاہئے کہ یہ لکھے کہ فقط درس خارج یافتہ ہونا کافی نہیں۔ بہر حال طوالت سے بچنے کے لئے اس کتاب ایصال ثواب کے ساتھ ساتھ ان کتب ایصال کا ذکر بھی کرنا واجب ٹھہرا کہ "ہم نیکی اور نیکی کے آثار بھی لکھتے جاتے ہیں" اور ذاکرہ مہربانو مرحومہ کی نیکیوں کے آثار ہمارے سامنے ان کے صاحبزادوں مولانا سید حسن رضا رضوی' مولانا سید باقر رضا رضوی اور مولانا سید حیدر رضا رضوی' کی صورت میں موجود ہیں اور خود ذاکرہ مہربانو مرحومہ کے الفاظ میں کہ کسی نے ان سے ان کی کیسٹ مانگی تو انہوں نے ذاکر اولادوں اور اپنی شاگردوں کے نام لیکر کہا کہ یہی لوگ میرے کیسٹ ہیں۔ میں نے مولانا حسن رضا صاحب سے سن کر سوچا کہ ایسے ذاکرین ہوں اور وہ اپنے گھر خاندان کو تزکیے کی طرف بلائیں تو فرداً فرداً گھر خاندان کے بدلنے سے معاشرہ بدل جائے اور یہی کار ثواب ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب اور انکی آل کے صدقے ذاکرہ مہربانو مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین ثمہ آمین)

ناچیز

محمود حسین

انجمن کنیزان زہراؑ (رجسٹرڈ)

6/3 نزد جعفریہ امام بارگاہ گولیمار نمبر 1 کراچی

تاریخ______ حوالہ______

محترمہ قدیر صاحبہ

(صاحب بیاض انجمن کنیزان زہراؑ)

جس زمانے سے محترمہ ذاکرہ مہربانو صاحبہ کی ذاکری کی ابتداء ہوئی اسی زمانے سے وہ کراچی میں خواتین کی انتہائی معروف ماتمی انجمن 'انجمن کنیزان زہراؑ (رجسٹرڈ) کی صدر منتخب ہوئیں' مجھے انجمن کی پرانی رکن اور صاحب بیاض ہونے کے حوالے سے ان کے قریب رہنے کا موقع ملا انجمن کے لئے ان کی بے مثال کارکردگی اور فعالیت کی وجہ سے میں مرحومہ کی معتقد رہی ہوں جو بے لوث خدمات انہوں نے عزاداری کے لئے اور خاص طور پر انجمن کے لئے ہر ہر مرحلے پر انجام دی ہیں وہ واقعتاً قابل ستائش ہیں۔

اس انجمن کی تشکیل میں چند خواتین کا کردار قابل ذکر ہے۔ انجمن کی جنرل سیکریٹری سیدہ نایاب فاطمہ نقوی جن کا پچھلے سال کینیڈا میں انتقال ہوگیا انجمن کی ایک اہم عہدیدار ذاکرہ ذہینہ جعفری صاحبہ جو اب سے دو سال قبل انتقال کر گئیں اور انجمن کے ان بانیوں میں سے انجمن کی خزانچی سیدہ بلقیس بیگم رضوی صاحبہ کا بھی چند سال ہوئے انتقال ہو گیا۔ جن کے شوہر نفیس رضوی صاحب انجمن محمد قدیم کے بانی ہیں۔ اسی طرح حضور بیگم صاحبہ جن کا شمار انجمن کی فعال ارکان میں ہوتا تھا وہ بھی انتقال کر گئیں۔ ان تمام مرحوم مخلص مومنات کی خدمات تادیر یاد رکھی جائیں گی۔

لیکن خصوصیت سے صدر انجمن ذاکرہ مہربانو صاحبہ جو انجمن کی روح رواں تھیں' انجمن کے آفس کا مسئلہ ہو یا کوئی داخلی معاملہ' چندے کا مسئلہ ہو یا انجمن کی مجالس سے متعلق کوئی بھی کام' تمام امور کو مہربانو صاحبہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود جس حسن خوبی سے انجام دیتیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

انہی خدمات کی بدولت وہ ہمارے لئے زندہ ہیں اور زندہ رہیں گی۔

ذاکرہ مہربانو
عزاداروں کی نظر میں

دوسروں کے دکھ درد سمجھنے کی صلاحیت

محترمہ خیر النساء مرحومہ

اللہ تعالیٰ دنیا میں کچھ ایسے لوگوں کو بھی تخلیق کرتا ہے جو صرف انسانیت کی بھلائی اور ان کے دکھ درد کو سمجھنے کی ایک خاص صلاحیت لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ مہرپا تو خالہ بھی انہیں میں سے ایک تھیں۔ میرا ان کا ساتھ پچھلے پندرہ سالوں سے تھا اس عرصے میں میں نے انہیں ایک شفیق خاتون پایا' ایسے لوگ اب بہت کم نظر آتے ہیں بلکہ نایاب کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

اللہ نے انہیں ایک دردمند دل اور ایک پاکیزہ دماغ عطا کیا تھا وہ بلا تفریق اپنے پرائے امیر غریب ہر ایک سے اپنائیت سے پیش آئیں۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ جس کی وہ مستحق تھیں۔

(نوٹ:۔ یہ تاثرات رقم کرنے کے ایک ہفتہ بعد خیر النساء صاحبہ کا انتقال ہوگیا)

مہربانو......ایک مخلص دوست

محترمہ معصومہ بھگت صاحبہ

سوچتی ہوں مہربانو ذاکرہ کے بارے میں لکھنا کہاں سے شروع کروں، وہ وقت شدت سے یاد آتا ہے جب 20 سال پہلے ہم محفل مرتضٰی میں الفاظ قرآن کے معانی اور تفسیر صادقہ آنٹی سے تقریباً دو سے ڈھائی سال تک سیکھتے تھے۔ ہفتہ میں دو بار ملتے تھے۔ اس زمانے میں ہم بہت زیادہ قریب ہو گئے تھے اس کے بعد مجلسوں میں ملنا، امامؑ کے مصائب اور فضائل کے بارے میں دوسرے علماء کی کتب اور تقاریر کے بارے میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ مہربانو کے جانے سے میں ایک مخلص دوست سے محروم ہو گئی۔ وہ بھی ہمیشہ اپنے سننے اور ملنے والوں کو یاد رکھتی تھیں۔

کوئی 8 سال پرانی بات ہے کہ میں ایک مجلس میں ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئی تھی اس دن میری طبیعت بڑی بوجھل تھی۔ مہربانو جب مجلس پڑھنے کے لئے منبر پر بیٹھیں ابھی مجلس شروع کرنے ہی والی تھیں کہ ان کی نظر مجھ پر پڑی۔ فوراً میرا حال پوچھا کہ کیوں کونے میں بیٹھی ہو کیا طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ مجلس میں بیٹھے سب لوگوں کا مڑ کا دیکھنا مجھے اچھا نہیں لگا لیکن فوراً دل میں خیال آیا کہ اس کو کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے ایسے بے شمار واقعات ہیں جنھیں میں قلمبند کروں تو مضمون بہت زیادہ طویل ہو جائے گا۔

غرض امامؑ کے غم میں ایک بے تحاشہ رونے والی جو مجلس ختم ہونے کے بعد بھی کتنی دیر تک بین کرتی رہتیں کہ دوسرے بھی ان کے بین سن کر ان کے ساتھ ساتھ رو پڑتے تھے۔

مختصر یہ کہ مہربانو کے جانے سے میں نے ایک بہترین اور مخلص دوست کو کھو دیا جس کی کمی کبھی بھی پوری نہیں ہو سکے گی۔ لیکن ساتھ ساتھ اس بات کا یقین ہے کہ کیونکہ وہ امامؑ کی عزادار تھیں انھیں جنت میں ضرور ایک اعلیٰ مقام پر فائز کیا جائے گا۔ آمین

مجھے ہمیشہ بیٹی کہتیں

مجھے انہوں نے اپنی بیٹی بنایا ہوا تھا اور ہمیشہ بیٹی ہی سمجھتی تھیں

محترمہ ناصرہ افضل صاحبہ

اس عظیم بی بی مہر یا نو صاحبہ کے لئے لکھوں جو ہم سب پر کتنی مہربان تھیں۔ جو اپنے سارے غم چھپا کر ہمیشہ مسکراہٹ لئے دوسروں کا سہارا بنی رہیں۔ ان کی ہر بات میں پیار جھلکتا کبھی بھی ان کے چہرے پر غصہ یا ناراضی نہ ہوتی۔

کبھی کبھی وہ میرے گھر آتیں مجھے ہمیشہ بیٹی کہہ کر بلاتیں ہم دونوں ساتھ کھانا کھاتے پھر وہ مجھے قصے اور اچھی اچھی باتیں سناتیں اور ان کی ہر بات سے معرفت اہل بیت بڑھتی وہ عاشق حسین تھیں اور صحیح معنوں میں شہزادی فاطمہ زہرا کی کنیز تھیں۔

میری زندگی کا یادگار قصہ بن گیا جب انہوں نے بتایا کہ ایک دن وہ مجلس پڑھنے کسی کے گھر گئیں لوگوں نے زیور زرق برق کپڑے پہن رکھے تھے۔ میں نے مجلس پڑھی گریہ کیا لیکن کوئی بھی نہ رویا کسی کی آنکھ میں آنسو نہ آیا۔ جب میں گھر واپس گئی تو دل کی عجیب حالت کہ بی بی یہ کیسی مجلس تھی کہ کوئی نہ رویا اس غم میں نہ کھایا نہ پانی پیا۔ ایسی ہی لیٹ گئی عالم کشف میں ایک آواز سنی کہ روتا کون جب ہم ہی اس مجلس میں نہیں آئے تھے دیکھا نہیں کیسے زرق برق کپڑے لوگ مجلس میں پہنے ہوئے تھے۔

بس اس دن سے ہر مجلس میں میں نے یہ پڑھنا شروع کیا۔

یوں مجلس شبیرؑ میں بن ٹھن کے نہ آؤ
شبیرؑ کے ماتم کو تماشہ نہ بناؤ

کہتی ہیں یہ زہراؑ کہ مرا دل نہ دکھاؤ
اوروں نے رلایا ہے مجھے شیعوں تم نہ رلاؤ

میرا اسلام ہو اس مومنہ پر ہم عورتوں کو کتنا کچھ دیا اور خدا کا شکر ہے کہ مجھے ان کی آخری رسوم میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

میری پروردگار سے دعا ہے کہ مرحومہ کو جنت میں سیدہ عالمؑ کے پاس جگہ دے ان کی قبر کو نورانی کرے ان کے درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کو نیک بنائے۔ اگر شاعر کے اس شعر کو مہریا تو صاحبہ کے لئے لکھوں تو کچھ غلط نہ ہوگا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مسکراہٹیں بکھیرنے والی

محترمہ خدیجہ کوکل (ہمشیرہ مصطفیٰ کوکل)

مہربانو مرحومہ سب کی بڑی عزت کرتی تھیں سب سے بڑی بات یہ کہ کبھی بھی اپنی پریشانی اپنا دکھ درد لوگوں سے بیان نہیں کیا۔ مشکلات مسائل سب کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن اپنی تمام تکالیف و مشکلات کے باوجود ان کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔ وہ کہتی تھیں کہ اپنی تکلیف اور پریشانی کسی کو بتانا ایسا ہے کہ گویا اللہ کی شکایت بندوں سے کرنا۔ ہر حال میں اللہ کا شکر کرتیں اور اللہ پر بھروسہ اور یقین ان کا سب سے بڑا سہارا تھا اور یہی ان کی مجالس کے موضوع ہوا کرتے تھے۔ اہل بیتؑ کی حقیقی معرفت رکھتی تھیں اسی لئے آج تمام لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے ایک مقام اور عزت ہے۔ خدا مہربانو ملیانی کے درجات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

نمونہ عمل......ذاکرہ مہربانو

محترمہ نجیہ کوکل صاحبہ

سچ پوچھیں تو ذاکرہ مہربانو جیسا میں نے پوری زندگی میں کوئی دیکھا نہیں۔ مخلص، بہت ہمدرد۔ یہ ان کے نام کا اثر تھا کہ بہت محبت کرنے والی تھیں انہیں دنیا سے کوئی سروکار نہیں تھا دنیا کی کسی چیز کی پروا نہیں تھی اور نہ دنیا کی چمک دمک سے کوئی غرض۔

ہاں اگر کسی بات کی فکر تھی تو یہ کہ میں زیادہ سے زیادہ مجلسیں پڑھ جاؤں تاکہ شہزادی کونین کے دفتر میں لکھا جائے۔ روحانیت ایسی کہ ہم سب کے درمیان ایک نمونہ عمل تھیں۔

قابل رشک زندگی تھی وہ

مسز رشیدہ الطاف ڈوسا

مولائی مہربانو صاحبہ محفل مرتضیٰ کی زینت تھیں ان کے جانے کے بعد ایک ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جسے ہر ایک محسوس کر رہا ہے ہر وقت نیکیوں کی طرف مائل رہنے والی' نیکیوں کی دعوت دینے والی اور خصوصاً ان کا مسکراتا ہوا چہرہ ہم سب کے لئے باعثِ مسرت تھا۔ ان کی پوری زندگی قابل رشک تھی جو انہوں نے خدمت امام حسینؑ میں گزاری دل پاک و پاکیزہ' انتہائی سادہ زندگی' کسی کے خلاف کبھی کوئی بات نہ کرنا' سب سے مسکرا کر ملنا ہر ایک کا ادب و عزت کرنا' یہ وہ صفات تھیں جن سے انہوں نے اپنے تمام ملنے والوں کے دل جیت لئے تھے اور سب کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔

مہربانو مولائی کی جدائی کا صدمہ گہرا ہے۔ ان کی یاد ہر لمحہ ساتھ ہے' خدا انہیں چہاردہ معصومینؑ کے وسیلے سے جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔ آمین

سیدہ سلمیٰ گیلانی

چوہدری معصوم آباد فارم جمال دین والی روڈ تحصیل صادق آباد ڈسٹرکٹ رحیم یار خان

چمنِ ذاکری کا مہکتا پھول

سیدہ سلمیٰ گیلانی صاحبہ (صادق آباد)

عظیم المرتبت ذاکرہ اہلبیت محترمہ مکرمہ عالی مرتبت وجلیل القدر ذاکرہ کے لئے مرحومہ لکھتے ہوئے دل دکھ رہا ہے کہ ایک سخن ور و پر خلوص اور مؤدت اہلبیت سے سرشار ذاکرہ سے زمانہ محروم ہوگیا۔

محترمہ مہربانو صاحبہ ایک متاثر کن خطیبہ تھیں آپ طویل عرصے سے قیام پاکستان کے فوراً بعد سے خدمتِ عزاداری سے وابستہ تھیں۔

محترمہ مہربانو کی ذات کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے کیونکہ وہ عرصہ دراز سے چمنِ ذاکری میں مہک رہی تھیں۔ لہٰذا خواتین میں ان کا بڑا نام ومقام ہے۔ خاص طور سے بزرگ خواتین نہ صرف ان سے اچھی طرح واقف ہیں بلکہ وابستگی وعقیدت رکھتی ہیں۔ محترمہ نہ صرف کراچی بھر میں پہچانی جاتی ہیں کہ شاید ہی شہر کراچی کا کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں آپ کی آواز نہ گونجی ہو۔ بلکہ اپنے شہر اور ملک سے باہر بھی آپ کو خطاب کی سعادت بارگاہ حسینؑ سے عطا ہوئی ہے۔ امریکہ، کینیڈا، دبئی، شارجہ اور براعظم افریقہ کے ممالک تنزانیہ، کینیا وغیرہ میں اور دیگر مقامات پر اپنے خطابت کے بے پناہ شوق لٹائے۔

آپ بے لوث و بے عذر ذاکری فرماتی تھیں۔ نہایت مصروفیت و بیماری میں جو مجالس پڑھنے کے لئے تشریف لے آتی تھیں۔ آپ عشقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے اس قدر سرشار تھیں کہ دل وجان سے

محمدؐ وآل محمدؐ پر فدا تھیں اور ذکر فرماتی تھیں اور صرف حسینؑ سے نہیں حسینیوں سے صرف عزاداری سے نہیں عزاداروں سے بھی بے پناہ عقیدت رکھتی تھیں۔

محترمہ مہر بانو صاحبہ نہ صرف اپنے دور کی مشہور و بے مثل ذاکرہ تھیں بلکہ شاعرہ بھی تھیں اور مدحِ اہلبیتؑ میں حسن شاعری بھی فرماتی تھیں یقیناً زمانہ آپ کو طویل عرصہ یاد رکھے گا۔

رب العزت اس عظیم ذاکرہ کو اپنے جوارِ رحمت کے سائے میں رکھے اور ان کے فرزند عزیز جناب حسن رضا صاحب اور تمام اولاد و لواحقین کو صبر عطا فرمائے اور شہزادیٔ کونین صلوٰۃ اللہ علیھا اپنے لال کی ذاکرہ و محمدؐ وآل محمدؐ کی شاعرہ کو بہ طفیل چہاردہ معصومینؑ جوارِ معصومینؑ میں بلند سے بلند درجہ عطا فرمائے۔ (آمین)

اخلاص سے لبریز، سیرت زہرؑ پہ کاربند

محترمہ عاصمہ حسنین نقوی صاحبہ
(اہلیہ شہید مولانا علی حسنین نقوی)

انسان مرکز دارض وسماں نائب خدا تخلیق خداوندی کا شہکار ہے اس کے دو روپ ہیں عورت اور مرد۔ انسان ہونا دونوں میں مشترک ہے۔ عورت مرد بعد کی تقسیم ہے۔ معاشرتی المیہ ہے کہ عورت کو صنف نازک کہا جاتا ہے۔ مگر یہی عورت جب راہ الہیٰ کی مسافر بنتی ہے تو بڑے بڑے مرد آہن اپنی جگہ رہ جاتے ہیں اور یہ بہت آگے بڑھ کر کبھی آسیہؑ کبھی حاجرہؑ کبھی آمنہؑ اور کبھی فاطمہ سلام اللہ علیہا بنتی ہے اور جب یہی عورت بطور انسان اپنے انس ومحبت کی پاسداری کرتی ہے تو اس کی مختصر سی آغوش لامحدود مکتب میں بدل جاتی ہے اور یہ "الہیٰ درس گاہ" بن کر انبیاء و اولیاء کے ظہور کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ یہ وہ مقام جو ہرگز کسی مرد کے نصیب میں نہ آیا ہے اور نہ ہی آئے گا۔ "مہریانو" یعنی محبت سے بنی ہوئی انس ومحبت ومہربانی کا مظہر" "راہ الہیٰ" کی مسافر خواتین کے نقش قدم پر چل کر بطور "عورت" اپنی پاسداری کرنے والی اپنے انس ومحبت ایثار وقربانی کے جذبے کو اللہ اور اسکے رسول کی مرضیوں کے مطابق استعمال کرنے والی "ایک حقیقی مسلمان عورت" کی فی زمانہ سچی اور پکی عکاس۔ مہریانو شرافت کے اس مقام پر فائز کہ جہاں بطور ماں ان کے قدم جنت نشان...... کیوں؟ ہر ماں عورت ہے مگر ہر عورت ماں نہیں ہر ماں ماں ہے مگر ہر ماں میں ماممتا نہیں۔ ماں کے قدموں تلے جنت ہے مگر ہر ماں کے قدموں تلے جنت نہیں۔ اس ماں کے قدموں تلے جنت ہے جو اخلاص سے لبریز اور سیرت زہراؑ پر ہو...... مہریانو...... مامتا ہے بھرپور

"ماں" یعنی مخلص۔اولاد کو مخلوق خدا سمجھ کر اپنے "ماں" ہونے کے فرض کو نبھانے والی عظیم ماں یعنی حضرت فاطمہؑ کے نقش قدم پر چلنے والی اس کی گواہ ان کی اولاد بھی ہے۔اور وہ تمام لوگ جن کے درمیان انہوں نے زندگی بسر کی۔

موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہہ جائے گا

ہاں فقط نام حسینؑ ابن علیؑ رہ جائے گا

نہ صرف حسینؑ بلکہ حسینؑ سے وابستہ ہونے والے بھی اپنا ذکر باقی رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔مہربانو...... میری نگاہ میں ان کے کئی روپ بہترین ہیں مگر سب سے قیمتی اور نایاب شرف ہے ذاکرہ اہلبیتؑ ہونا یہ کردار سب کرداروں پر حاوی ہے۔یہ کردار اس قدر روشن اور جاندار ہے کہ اس کے آئینے میں مہربانو...... کے دیگر کردار با آسانی دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں۔مہربانو کے سامعین ان کی آواز وعلم و ذکر کے لاتعداد گواہ ہیں۔لوگ بادشاہوں اور اعلیٰ عہدیداروں سے نسبت پر فخر محسوس کرتے ہیں کیا کہنے...... مہربانو...... کے شاہوں کے شاہ حسینؑ ابن علیؑ سے اس دنیا میں نہ صرف اپنی نسبت دی بلکہ اس نسبت کو شہرت بخشی۔

کوئی عورت زیادہ ہی پاسدار ہو گی تو خواتین میں مشہور ہو جائے گی۔کوئی ماں بہترین ہو گی تو خاندان میں معروف ہو جائے گی مگر کیا شان ہے ذاکرِ حسینؑ کی زندگی تو زندگی موت کے بعد بھی اس کا ذکر ختم نہیں ہوتا۔مہربانو...... اس کی بہترین مثال ہیں۔یہ الفاظ ان کی شخصیت کو صحیح طور پر متعارف تو نہیں کرواسکتے کہ......

کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

مگر مہربانو کی "زندگی" کے گواہ اور ان کی نسبتِ حسینؑ کے شرف کی یہ تصدیق ہے۔یقین ہے کہ جیسے "یہاں" امام حسینؑ نے اپنا "نام" دیا ہے "وہاں" امام حسینؑ انہیں اپنے ساتھ بلند "مقام" دیں گے۔انشاءاللہ

یہ وعدہ ہے حسینؑ ابن علیؑ کا

وہ مسکراتا چہرہ نظروں سے اوجھل ہو گیا

مسز خیر النساء لاکھانی (والدہ مولانا شبیر میثمی)

آج سے کوئی چالیس برس قبل میری ملاقات ایک ایسی خاتون سے ہوئی جو کہ بہت ہی خوش مزاج با اخلاق اور ہونٹوں پر بہت ہی لطیف مسکراہٹ رکھتی تھیں۔ جن کا نام محترمہ مہربانو صاحبہ تھا جو کہ ایک بہترین ذاکرہ اہلبیت تھیں اور بالخصوص ہمارے خوجوں میں بہت ہی مشہور تھیں۔ ان کی خوش اخلاقی کی وجہ سے ہم دونوں یعنی میں مسز خیر النساء لاکھانی اور وہ مہربانو صاحبہ میں بہت اچھی دوستی ہو گئی۔ وہ ذاکری کرتی تھیں اور میں ماتم کروایا کرتی تھی۔ لہٰذا ہم دونوں کی خوب دوستی رہی۔ کچھ عرصے کے بعد میرا ابوظہبی اپنے شوہر کے پاس جانا ہو گیا اور تب ہم دونوں میں کچھ عرصے کی جدائی رہی لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مجالس کے سلسلے میں ذاکرہ مہربانو کا دبئی آنا ہوا اور وہاں آتے ہی انہوں نے میرا پتہ ڈھونڈ نکالا اور مجھ سے ملنے ابوظہبی آ گئیں۔ عرصے دراز کی جدائی کے بعد ہم دوبارہ ملے۔ مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ ہم نے ساتھ کھانا کھایا اور پھر خوب باتیں ہوئیں۔ باتوں ہی باتوں میں کچھ بچوں کی بات نکلی تو میں نے ذاکرہ صاحبہ سے پوچھا کہ اچھا یہ بتایئے کہ آپ کے بچے کتنے ہیں تب ہی مہربانو صاحبہ بولیں ماشاء اللہ سے میرے پانچ بچے ہیں۔ پانچ بچوں کا سن کر میں بے اختیار بول پڑی کہ میرے بھی پانچ بچے ہیں میں نے تو اپنے دو بچوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے قم بھجوا دیا ہے۔ یہ بتایئں کہ آپ نے اولادوں میں سے کتنا خمس نکالا۔ یہ سنتے ہی محترمہ مہربانو صاحبہ بولیں مسز لاکھانی میں آپ کی بات نہیں سمجھی۔ تب میں نے ان سے کہا کہ بھئی خدا نے آپ کو پانچ اولادوں سے نوازا تو اب آپ نے کتنے بیٹوں کو دینی تعلیم کے لئے وقف کیا۔ تب ہی مہربانو صاحبہ بولیں ارے بھئی آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ دی میرا تو بڑا ہی دل چاہتا ہے کہ میں اپنے بچوں کو بھی ایران بھیجوں لیکن کس طرح سے اور کیسے داخلہ ہوگا۔ پھر میں نے ان کو بتایا کہ میرے بیٹے شبیر میثمی اور مجیر محمد میثمی دونوں قم میں مقیم ہیں دینی تعلیم کے لئے۔

اگر آپ خواہشمند ہیں تو میرے بیٹوں سے رابطہ قائم کریں وہ ضرور آپ کی مدد کریں گے۔ یہ تمام بات چیت ہونے کے بعد وہ پاکستان آ گئیں اور بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن تھوڑے عرصے کے بعد ہی مجھے اطلاع ملی کہ ان کے دو بیٹے مدرسہ دار الحکمہ میں داخل ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد ان دونوں میں سے ان کا ایک بیٹا قم چلا گیا پڑھنے کے لئے" تو مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ تیسرے بیٹے کو بھی بھیجنا چاہتی تھیں لیکن ان کے عزیز رشتہ داروں نے کہا کہ کیا سارے بیٹے خمس میں نکال دوں گی یہاں اپنے پاس بھی کسی کو رکھوں گی۔ سب کو ملا بنا کر کیا کرو گی۔ خیر وقت گزر گیا اور محترمہ کے دونوں بیٹے جب پڑھ چکے اب لوگوں کی سرگزشت شروع ہو گئی کہ ان کو کون نوکری دے گا۔

مہربانو صاحبہ کچھ فکر مند ہوئیں لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے میں ان کے ایک بیٹے کو نماز جماعت پڑھانے کے لئے محفل شاہ خراسان کراچی میں کہا گیا۔ ذاکرہ صاحبہ بہت ہی خوش ہوئیں اور شکر خدا بجا لائیں۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں دوسرے بیٹے کو بھی کوئی مطالعہ قرآن کے سلسلے میں کچھ کام مل گیا۔ یوں دونوں کا کام خدا کے فضل سے ہو گیا۔ واقعی اللہ چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا۔ وہ تو کن فیکون کا مالک ہے' جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت۔

اس زمانے میں کراچی تھوڑے عرصے رہنے کے بعد میں اپنے بیٹوں کے پاس قم چلی گئی۔ لیکن محرم میں میرا کراچی آنا جانا رہتا تھا۔ تب ہی میری ملاقات پھر ایک مجلس میں ذاکرہ مہربانو صاحبہ سے ہوئی میں نے بچوں کا احوال پوچھا تو ساری تفصیل بتائی۔ مجھے انہیں خوش دیکھ کر خوشی ہوئی۔

بہت عرصہ بعد اچانک ایک روز مہربانو صاحبہ کا فون آیا اپنی نواسی کی شادی کا بلاوا دیا اور مجھے بہت اصرار کیا کہ میں ضرور شادی مین شرکت کروں۔ الغرض میں شادی میں گئی ذاکرہ مہربانو صاحبہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مجھ سے گلے لگیں کہ ارے آپ شادی میں آئیں مجھے بہت خوشی ہوئی۔ ان کے چہرہ پر خوشی دیکھ کر میں بھی بے حد خوش ہوئی۔ لیکن کس کو خبر تھی کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے اور یہ مسکراتا چہرہ میری نظروں سے ہمیشہ ہمیشہ اوجھل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس تقریب کے پانچ روز کے بعد ایک دن اطلاع آئی کہ ذاکرہ مہربانو کا انتقال ہو گیا مجھے بے حد صدمہ ہوا۔

مہربانو باجی ہمارے لئے ہر رشتہ تھیں

محترمہ جبین صاحبہ

جن سے روشن ہو قلب کی دنیا

آدمی ماہتاب ہوتے ہیں

مہربانو باجی کے بارے میں کچھ بھی کہا جائے وہ کم ہے وہ اتنی محبت کرنے والی شخصیت تھیں جن کی نظیر اس مادہ پرست دنیا میں ملنا مشکل ہے۔

ہمیں آج بھی یاد ہے 1985 کا وہ تاریکی کا زمانہ جب لالوکھیت میں فرقہ ورانہ فسادات ہوئے اور اس فساد کی زد میں ہم لوگ آ گئے۔ اور ہمارا گھر جل گیا۔ ہم لوگ بے گھر اور بے سہارا ہو گئے۔ اس مشکل کے وقت مہربانو باجی روشنی بن کر ہمارے سامنے آ گئیں۔

انہوں نے ہم کو ذہنی، جسمانی اور روحانی، مالی سہارا دیا۔

کڑی دھوپ میں شجر سایہ دار تھیں وہ 1985 سے لیکر آج تک وہ ہماری شفیق اور ہمدرد تھیں۔ ان کے جانے کے بعد ہم ایک محبت کرنے والی شخصیت سے محروم ہو گئے اور ان کی کمی ہم ہمیشہ محسوس کریں گے لیکن وہ ہماری یادوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ اور ان کی محبت کی خوشبو ہم ہمیشہ محسوس کریں گے

ہماری آخری ملاقات کے دوران انہوں نے کہا کہ اب ہمارے دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے یہ جملہ سن کر ہمارا دل بیٹھ گیا اور ہم نے بے ساختہ کہا کہ خدا آپ کو سلامت رکھے آپ کو ہماری عمر بھی دیدے ہمارا دکھ سمجھنے والا کون ہے یا ہم کس کے پاس جائیں گے تو انہوں نے بڑے یقین کے ساتھ کہا کہ خدا کسی کے راستے بند نہیں کرتا اگر ایک راستہ بند ہو تو دس راستے کھول دیتا ہے۔

انہوں نے ہمیشہ ایک ماں کی طرح ہم سے شفقت کی ایک بہن کی طرح ہمارا درد محسوس کیا ایک بھائی کی طرح ہماری ذمہ داریوں کو محسوس کیا۔ غرض کہ وہ اپنی ذات میں ہمارے لئے ہر رشتہ تھیں۔

شفیق و مہربان ماں

مسز ناہید حسین (ایڈن والا)

مہر یا تو آنٹی کو دیکھ کر ایک انتہائی شفیق اور مہربان ماں کا خیال آتا تھا ان کے چہرے پر ہر وقت ایک مسکراہٹ ہوتی تھی مجلس پڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اپنے سننے والوں سے گفتگو کر رہی ہیں۔ جب بھی ان سے کسی مسئلے کے بارے میں بات کی ہمیشہ ایک سکون کا احساس ہوا۔

ایک دفعہ میں نے ان سے کہا کہ مہر یا تو آنٹی مجھے موت سے بہت خوف آتا ہے یہ کیسے ختم ہوگا تو انہوں نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ بی بی موت بھی کوئی ڈرنے کی چیز ہے۔ اور موت سے متعلق ایک واقعہ سنا دیا۔ غرض انکے نزدیک موت کوئی غیر مانوس یا انہونی چیز نہیں تھی بلکہ وہ مطمئن پر سکون تھیں اور موت کا استقبال خوش دلی سے کرنے والوں میں سے تھیں۔

ان کی مجالس میں بہت ہی سادہ الفاظ ہوتے تھے کہ ایک عام سی گھریلو عورت بھی آرام سے سمجھ لے۔

اللہ جانے اس وقت کسی بلند درجے پر بیٹھی ہوں گی ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ کتنا بلند مقام ان کو ملا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں رکھے اور بہت خاص تحائف سے نوازے۔

سامعین کی معلومات میں اضافے کا باعث

مسز شاہین سجاد / مسز بتول ایاز

وہ نہایت ملنسار خاتون تھیں؛ وہ کسی کو جانتی ہوں یا نہ جانتی ہوں انتہائی محبت سے ملتی تھیں اور ہمیشہ مسکراتے ہوئے نظر آتی تھیں۔ کبھی تو غصہ میں یا کسی سے ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔ ان کی خوبیوں نے انہیں دوسروں سے ممتاز بنایا۔

ان کی مجالس میں وقت گزرنے کا احساس بالکل نہیں ہوتا تھا۔ اتنی سحر انگیز ہوتی تھیں کہ بس دل یہ چاہتا تھا کہ وہ مسلسل پڑھتی ہی رہیں اور ہم اسی طرح سنتے رہیں مجلس کے درمیان ائمہؑ کے حالات و واقعات کے بارے میں انداز بیان اتنا دلچسپ ہوتا تھا جس سے سامعین کی معلومات میں مسلسل اضافہ ہوتا تھا بالخصوص قرآنی سورتوں کے بارے میں بھی بتاتی تھیں کہ قرآن کی مختلف سورتیں پڑھنے کے فوائد کیا ہیں۔ اور کن حالات اور کن مشکلات میں ہم کونسا سورۃ پڑھیں تو حالات میں بہتری آئے گی۔ غرض تبلیغی اور درسی مجالس جس سے ہر ایک مستفید ہوتا تھا۔

ذاکرہ مہربانو
اہل محلہ کی نظر میں

ذراک
The Perceptionist
Cell: 0300-8134391
E-mail: derrak@hotmail.com
تاریخ______

خالہ مہر بانو

محترم سلمان صدیقی صاحب

ہم نے انہیں ہمیشہ خالہ کہا اور سچ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی آخری سانس تک اس محبت و شفقت بھرے لفظ اور رشتے کی لاج رکھی۔ ہم ان کے پڑوسی تھے۔ یہ بات میں بہت فخر سے تحریر کر رہا ہوں کیونکہ یہ امر ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ ہم ان کے پڑوسی تھے۔ کہ ان کی شخصیت ایک ایسے سایہ دار درخت کی مانند تھی جو ہر راہ چلتے فرد کو سایہ فراہم کرتا ہے۔ جبکہ ہم تو اس سایہ دار درخت کے دامن میں اُگے ایک چھوٹے پودے کی طرح تھے جو ایک تناور درخت کے قرب کو اپنے لئے بڑا سہارا سمجھتا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو ان کے پڑوسی "تھے" اس لئے بھی لکھا ہے کہ انہوں نے ہمیں بہت ہی مختصر وقت میں پڑوس کے مرتبے سے اٹھا کر اپنے قرابت داروں اور اپنے انتہائی قریبی رشتہ داروں کی صف میں شامل کر لیا تھا اور یہ منصب ہمارے اہل خانہ کو کم و بیش 35 سال ان کے آخری دم تک حاصل رہا اور اس کا تسلسل اب بھی قائم ہے کہ ان کی اولادوں کی نگاہوں میں بھی اسی رواداری' خلوص اور مروت کا جذبہ بدرجہ اتم ہمارے لئے موجود ہے۔ فیڈرل بی ایریا کراچی کا وہ فلیٹ اور اس کے مقابل ہمارا بھی گراؤنڈ فلور کے فلیٹ اور ان ہر دو فلیٹوں کے باہر اگی ڈم ڈم کی باڑ آج بھی خالہ مہر بانو کی انکساری' دردمندی اور انسان دوستی کے جذبے کی گواہی دے سکتی ہیں۔ ہم چھوٹے تھے میری والدہ مرحومہ سے ان کی قربت اور لحاظ حقیقی بہنوں کے تعلق سے کچھ کم نہیں تھا۔ کوئی مجلس ذکر کی کوئی محفل ایسی نہ تھی کہ جس سے واپسی پر تبرک کا ایک حصہ ہمارے

گھر کے دسترخوان پر نظر نہ آتا ہو۔ اور سچ تو یہ ہے ہم بہن بھائی تو جیسے منتظر رہتے تھے کہ خالہ مہربانو کب آئیں گی اور کب ہمیں تبرک بھیجیں گی۔ شہر سے باہر یا ملک سے باہر کسی دوسرے ملک سے واپسی پر میری والدہ کے لئے کوئی تحفہ اور ہم بچوں کے لئے کوئی سوغات لانا گویا ان کی ذمہ داری میں شامل تھا۔ گھر کے کسی بڑے یا کسی بچے کی بیماری کی صورت میں دن میں کئی کئی بار پوچھنا' پانی دم کر کے بھیجنا' نقش بھیجنا جیسے ان پر لازم ہو جاتا تھا۔ ہم کئی بہنیں بھائی سب چھوٹے چھوٹے اور حسن رضا' حیدر' باقر' جعفر بھی چھوٹے کم و بیش ہمارے ہم عمر تھے۔ ہم لڑتے جھگڑتے بھی رہتے مگر آفرین ہے کہ خالہ مہربانو نے کبھی اپنے بچوں کی طرف داری کی ہو' ہمیشہ اپنے بچوں ہی کو ڈانٹ ڈپٹ کی' اور ہمارے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔ وضعداری' انکساری' رکھ رکھاؤ اور نرم گفتاری' یہ وہ اوصاف ہیں جن کے عملی نمونے کے طور پر خالہ مہربانو کی شخصیت کو مثال کے طور پر بلا مبالغہ اعتماد سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ ملک کی انتہائی نامور ذاکرہ اور عالمہ ہونے کے باوجود انہوں نے عام زندگی میں کبھی اپنی علمیت یا شہرت یا بلند سماجی مرتبے کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ انکی ایک بڑی خوبی تحمل مزاج سامع کی تھی وہ کسی کے طویل بیانیے کو اتنی توجہ اور انہماک سے سماعت کرنے کی اہلیت اور ظرف رکھتی تھیں کہ سنانے والے کی زبان تھک جاتی مگر ان کی سماعت گرانی محسوس نہ کرتی۔ غالباً وہ اس مقولہ کی نہ صرف قائل تھیں بلکہ اس کی عملی تفسیر تھیں کہ "دکھ کہنے والوں سے دکھ سننے والے لوگ بڑے ہوتے ہیں"

میری ان سے آخری ملاقات ان کی نواسی کی شادی کے موقع پر کئی سال کے بعد ہوئی۔ میں ان سے ملنے اسٹیج کی طرف بڑھا جہاں وہ اپنی نواسی کے ساتھ تشریف رکھتی تھیں۔ مجھے دیکھ کر وہ بیماری' اور کمزوری کے باوجود کسی کا ہاتھ پکڑ کر بعجلت اسٹیج سے نیچے اتر آئیں اور کسی بچھڑی ہوئی اولاد کی طرح مجھے لپٹا لیا۔ دیر تک فرداً فرداً گھر کے ہر فرد کی خیر و عافیت دریافت کر کے میری والدہ مرحومہ کو یاد کرتی رہیں۔ ان کی باتیں اس طرح کرتی رہیں گویا وہ آج بھی ان کے نہ ہونے پر تاسف ہیں۔ خالہ مہربانو نے بہت پر اعتماد طور پر بطور ذاکرہ کئی بار مجھ سے کہا کہ سلمان تمہاری

والدہ علیہا جنت میں ہیں اس عورت نے انتہائی کمزور مالی حیثیت' تنگ دستی اور مشکل وقت میں تم سب کی پرورش جس عزت نفس کے ساتھ کی ہے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج تم سب بہنیں بھائی انتہائی خوشحال' آسودہ اور باعزت زندگی گزار رہے ہو' اور اس کا صلہ انہیں بھی جنت کی صورت میں ملا ہے اور میں نے خود انہیں خواب میں کئی مرتبہ مسرور دیکھا ہے۔ خالہ مہربانو آپ کے کہنے پر میرے لئے یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور مجھے یہ اندازہ لگانے اور یقین رکھنے میں بھی کوئی عار نہیں ہے کہ خود آپ نے بھی جس وضع داری' رکھ رکھاؤ' عزت نفس اور اخلاقی اقدار کی انتہائی پاسداری کے ساتھ اپنی اولاد کی پرورش کے ساتھ ایک قرابت دار کی حیثیت سے ہماری پرورش میں بھی حصہ لیا ہے۔ اس کا نتیجہ ہماری اور آپ کے تمام بچوں کی کامیاب زندگیوں سے ظاہر ہے اور میں چشم تصور سے پورے یقین کے ساتھ آپ کو بھی جنت کے بلند ترین درجوں میں اپنی والدہ کے ساتھ گزشتہ سے پیوستہ قرابت داری کے اسی بندھن میں بندھے' پرسکون اور خوش و خرم ہمیشگی کی زندگی بسر کرتے دیکھ رہا ہوں۔ خدا آپ کے درجات کو میری دعاؤں سے زیادہ بلند رکھے۔

(آمین)

آہ پھپھو

محترم نظر اکبر
(ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پاکستان)

برادرم حسن رضا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بطور نمائندہ خانوادہ حسن اکبر مرحوم اور تائید فاطمہ مرحومہ اپنے اور اپنے والدین کے تعلق سے مرحومہ مہربانو صاحبہ کی یاد میں اپنے تاثرات قلمبند کروں۔

میں مرحومہ مہربانو صاحبہ کو صرف اور صرف اپنی پھوپی کی حیثیت سے جانتا ہوں ان کا ذاکرہ اہلبیت ہونا تمام لوگوں کے لئے ایک عمومی رشتہ ہے۔ میری پھپھو ہونا تھیں اس عمومی رشتے میں ایک اضافی حیثیت کا حامل ہے۔ جو میرے اور میرے گھر والوں کے لئے قابل فخر و ناز ہے۔ اللہ سب لوگوں کو اتنی محبت کرنے والی پھپھیوں سے نوازے۔ لفظ پھپھو کے معنی وہی لوگ جانتے ہوں گے جن کی کوئی پھوپی ہے عجیب اتفاق ہے کہ میرے والد مرحوم حسن اکبر صاحب کی کوئی سگی بہن نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں پھپھو کے معنی ہی نہیں پتا تھے جب تک ہماری ملاقات مہربانو پھپھو سے نہیں ہوئی تھی۔

زندگی میں پہلی مرتبہ میں مہربانو پھپھو کو ان کے گھر فیڈرل کیپٹل ایریا سے اپنے گھر بارہ صفر کی سالانہ مجلس عزا کی ذاکری کے لئے لیکر آیا تو ان سے ملاقات ہوئی۔ یہ بات تقریباً 1969 کی ہے جب مجھے اس بات کا ادراک بھی نہ تھا کہ ذاکری کیا چیز ہوتی ہے اور مجلس عزا کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ ان کے فیڈرل کیپٹل ایریا سے ہمارے گھر تک کے پندرہ سے بیس منٹ کے سفر میں جس محبت اور پیار سے وہ مجھ سے گفتگو کرتی رہیں وہ میرے لئے ایک لطیف احساس تھا ان کی محبت اور شفقت اتنی دوررس تھی کہ ان کو اپنے گھر مجلس میں ہر سال لانے کی ذمہ داری میں بصد شوق ہر سال پوری کرنے کا منتظر رہتا۔ یہ سلسلہ 1969 سے 1985 تک بغیر کسی تعطل کے

جاری رہا اور ہمارے گھر والوں کی خوش قسمتی کہ ہماری پھپو 1985 میں ہمارے پڑوس میں مستقل سکونت پذیر ہوگئیں۔ اس دن سے جب تک پھپو زندہ رہیں میں اور میرے گھر والوں کو ان سے زیادہ محبت' پیار اور ہمدردی کرنے والی کوئی دوسری شخصیت میسر نہیں آئی۔ اور اب تو ظاہر ہے جس بے حس زمانے میں ہم زندگی گزار رہے ہیں ان جیسی سچی محبت کرنے والی شخصیت کا میسر آنا ناممکن ہے۔

پھپو اور ہماری والدہ (مرحومہ تائید فاطمہ) میں قدر مشترک دونوں کا ذاکرہ حسینؑ اور عزادار ہونا تھا۔ اور پھپو کے لئے کسی شخص سے محبت اور پیار کے لئے کسی خصوصیت کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ سوائے اس کے کہ اس شخص کا عاشق حسینؑ ہونا اور عزاداری حسینؑ برپا کرنا۔

نصیر آباد میں عزاداری کی ابتداء جن چند گھروں سے ہوئی ان میں ہمارا گھر اور ہمارے گھر میں ہماری والدہ کا عشق حسینؑ مثالی تھا اور ہمارے گھر میں ہونے والی عزاداری کے باعث پھپو مرحومہ کی ہم سے والہانہ محبت اور دعاؤں کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ ہمارے گھر میں خیر و برکت کے ہونے کا ایک فطری عمل تھا۔

اگر میں یہ کہوں کہ آج خدا نے ہم کو دنیا میں جن توفیقات سے بوسیلہ محمدؐ و آل محمدؐ نوازہ ہے اس میں ہمارے والدین کی محنتوں کے ساتھ ساتھ پھپو مرحومہ کے دل سے نکلنے والی مسلسل دعاؤں کا بہت بڑا اثر ہے تو یقیناً میں کسی دروغ گوئی یا تصلی سے کام نہیں لے رہا۔

1993 میں میری والدہ کے انتقال کے باعث جو خلاء میرے بچوں کی زندگی میں محرم اور اس میں شمولیت کے حوالے سے پیدا ہوتا تھا اس کی کو میری پھپو مرحومہ نے مکمل طور پر پر کر دیا تھا۔ ثانی فاطمہ اور تویشا کو چار پانچ سال کی عمر میں انتہائی اعتماد کے ساتھ مجلس عزا میں رباعی پڑھنے کی تربیت پھپو کے علاوہ اور کوئی نہیں دے سکتا تھا۔ پھپو کے انتقال سے صرف ایک روز قبل وہ بہت خوش تھیں کہ ان کی نواسی کی شادی کی تقریب بخیر و خوبی مکمل ہوگئی۔ میرے تینوں بچے منتظر' ثانی اور تویشا مہریا تو پھپو کے پاس ثمینہ کے ساتھ گئے اس دن بھی انہوں نے میرے بچوں سے رباعیاں سنیں

اور ان کو خوب سینے سے لگا کر شاباش دی۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ زندگی کی آخری سانس تک فروغ مجلس کے عمل میں اس طرح سے مصروف کار تھیں کہ وہ ہر آنے والی نسل میں عشق حسینؑ کو منتقل کرتی رہیں۔ پھپھو کا بلا تفریق سن وسال کم عمر بچوں میں محبت حسینؑ کا جذبہ پیدا کرنا اور ان کا چھوٹی چھوٹی باتوں میں حسینیت کے حوالے سے حوصلہ بڑھانا ایک ایسی خصوصیت تھی جو میں نے ان کے علاوہ کسی اور ذاکرہ اہلبیتؑ میں کم کم دیکھی ہے۔ ہر ذاکر اور ہر شاعر اہلبیتؑ پہلے سامعین کی قابلیت اور تعداد کا حساب لگاتا ہے اور پھر ذکر حسینؑ شروع کرتا ہے۔ پھپھو اپنے عشق حسینؑ کے اظہار کے لئے معصوم بچوں سے بھی ایسے گفتگو کرتی تھیں جیسے یہ سب سمجھ رہے ہوں۔ کمال یہ ہے کہ نصیر آباد کے لاتعداد بچے اور بچیاں بغیر کسی شعوری کوشش کہ محض صرف اور صرف مہربانو پھپھو کی صحبت اور محبت سے اب بڑے ہو کر ذاکرِ حسینؑ بن گئے ہیں اور آج وہ اپنی اس حیثیت پر ناز بھی کرتے ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ نصیر آباد کی ایک درجن سے زائد ذاکرات اہلبیتؑ ہر مجلس کی تیاری سے پہلے میری پھپھو کی غیر موجودگی کو شدت سے محسوس کرتی ہوں گی۔

میرے نزدیک مہربانو پھپھو کا کردار ہمارے سامنے عہد حاضر کے ان کامیاب اور انعام یافتہ مومنین کے جیسا ہے جن کے بارے میں سورۃ الحمد میں خدا ہم سے بار بار دعا کرنے کو کہتا ہے کہ

اھدنا الصراط المستقیم O صراط الذین انعمت علیھم

کاش خداوندا کریم ہم تمام عزادارانِ حسینؑ کو بالعموم مرحومہ مہربانو صاحبہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور بالخصوص ان تمام ذاکرات اہلبیتؑ جن میں ذکر حسینؑ کو منبر سے جاری کرنے کی صلاحیت کو اجاگر کرنے میں مہربانو پھپھو کی خصوصی کاوشیں شامل ہیں انہیں چاہئے کہ وہ مرحومہ کی طرح ہر آنے والی نسل میں عشق حسینؑ کو اس طرح سے منتقل کریں جس طرح مرحومہ نے ان ذاکرات اہلبیتؑ کے دل و دماغ میں حسینیت کے صحیح تصور کو بیدار کیا۔

تیز دھوپ میں سایہ دار تناور درخت...... مہربانو آپا

شمیمہ بیگم (اہلیہ محفل)

میرے لئے تو حرفِ دعا ہو گیا وہ شخص
سارے دکھوں کی جیسے دوا ہو گیا وہ شخص
یوں بھی نہیں کہ پاس ہے میرے وہ ہم نفس
یہ بھی غلط کہ مجھ سے جدا ہو گیا وہ شخص

ہماری پیاری آپا مہربانو ان کا نام ذہن میں آتے ہی مجھے رشید قیصرانی کے یہ چند اشعار ذہن میں آ گئے کچھ لوگ جب تک حیات ہوتے ہیں تو زمین پر انجمن کی حیثیت رکھتے ہیں اور رخصت ہو جائیں تو دل کے آسماں پر ستارے بن کر چمکتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دل اندر سے کہتا ہے کہ وہ ابھی ہمارے درمیان ہی ہیں رخصت نہیں ہوئے میں جب جب مہربانو آپا کو یاد کرتی ہوں تو ان کی میٹھی میٹھی مسکراہٹ لوگوں کے مسائل کو سن کر ان کے چہرے پر کچھ دیر پریشانی کے آثار اور پھر ہمت سے بھرپور چہرہ ذہن کے روشن دان سے ابھرتا ہے۔

وہ ہمارے لئے ایک ایسی مسیحا تھیں جن کے دامن میں ہمارے آنسو شانوں پر دکھی لوگوں کا وجود ہوتا تھا جن کی اولین خواہش لوگوں کے غم و فکر کو ہنسی مسکراہٹ میں تبدیل کر دینا' ہم اپنے دل کی بات کہہ کر ان سے بے فکر ہو جاتے تھے کیونکہ نہ تو بات کہیں بازگشت کرتی تھی اور نہ آپا مہربانو کبھی ہم پر جتاتی تھیں۔

وہ یقیناً اپنے بچوں کی ماں تو تھیں مگر وہ اپنے سے وابستہ ہر شخص کی دوست' ہمدرد اور ساتھی تھیں تمام لوگوں کی بات اتنی توجہ اور محبت سے سنتیں کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا کہ وہ ان کے زیادہ قریب ہیں' دن ہو رات ہو صبح و شام ہو اللہ کی محفل کہیں بھی لگا لیتیں اور ہمیں بھی اللہ کے خاندان کا حصہ

اس محبت سے سناتیں کہ یہ گماں نہ ہوتا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دور ہیں۔

اگر وقت لوٹ سکے یا پلٹ سکے تو ہم ایک بار پھر مہربانو آپا کی آغوش کا ہی انتخاب کریں کچھ لوگ تیز دھوپ میں سایہ ہوتے ہیں اور وہ ہمارے لئے ایک تناور درخت تھیں۔

مجھے ان کی چند باتیں اتنی پسند تھیں کہ آج بھی یاد آتی ہیں کہ اپنا مسئلہ کہہ کر ہم بھول جائیں، مگر وہ پتہ نہیں کیسے وہ بات اللہ تعالیٰ سے منوالیتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتے اور دوسری بات یہ کہ کتنے ہی لوگ تھے کہ جنھوں نے ان کو ماں، بہن، بیٹی اپنا غمگسار بنا رکھا تھا اور وہ ان کی سوچ پر پورا بھی اترتی تھیں۔

ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اب اس دعا سے تحریر کا اختتام کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح مہربانو آپا نے دنیا میں رہ کر ہمارے اور دیگر لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کیں اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے بلند درجات میں جگہ عنایت کرے اور ان کے گھر والوں کو ان کی طرح روحانی خدمت پر مامور کرے۔ (آمین ثم آمین)

خاتون کے روپ میں فرشتہ

محترمہ وردانہ رئیس ہاشمی (سینئر سائنٹفک آفیسر)
(پی سی ایس آئی آر، لیبارٹریز)

آہ ہماری خالہ جان ایک پل میں ہم سے بچھڑ گئیں ہمہ وقت دوسروں کے کام آنے والی دوسروں کو دعا دینے والی ایک لمحہ میں اپنے لیے کوئی کام لیے بغیر کوئی دعا کروائے بغیر اپنے آخری سفر پر روانہ ہو گئیں۔ وہ نہ صرف اپنے گھر والوں بلکہ ملنے والوں اور محلے والوں کو سوگوار چھوڑ گئیں۔

وہ ایک خاتون نہیں ایک فرشتہ تھیں۔ پچھلے ۲۵ سالوں میں ہم نے ان کا ہر روپ دیکھا۔ گھر کے لحاظ سے وہ ایک اچھی بیوی، شفیق ماں اور بہترین ساس تھیں۔ ایک عورت کے اتنے سارے رشتوں کو خوش اسلوبی سے، سمجھداری سے صبر و تحمل سے سنبھالنے کے علاوہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھیں وہ پوری چلتی پھرتی لائبریری تھیں۔ ہر موضوع پر حدیث و فقہ کے حوالوں سے گھنٹوں بات کرتی تھیں۔ ان کے پاس بیٹھ کر بات کرنے سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سکون مل گیا ہے دل کو تسلی ہو گئی ہے۔ ہر مسئلے کا حل حدیثوں سے بیان کرتی تھیں۔ اسی قدر دعا دیتی تھیں کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اب ہمیں کوئی پریشانی نہیں آئے گی۔

پچھلے ۲۵ سالوں میں ہم نے ہمیشہ ان کے منہ سے ہر ایک کے لیے دعائیہ کلمات ہی سنے ہیں وہ ایک عورت نہیں فرشتہ تھیں۔ ان جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ خدا ان کی مغفرت کرے ان کے درجات بلند کرے اور ان کو آخرت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

بیمثل پڑوسن......مہربانو آنٹی

محترمہ رابعہ معین صاحبہ (اہل محلہ)

چند دن پہلے کی بات ہے کہ حسن رضا کا فون آیا وہ میری والدہ کے انتقال پر تعزیت کر رہے تھے اور میری نظروں کے سامنے حسن رضا کی والدہ مہربانو کا مسکراتا چہرہ تھا جن سے میری آخری ملاقات ان کے انتقال سے صرف ایک دن پہلے ہوئی تھی یہ ایک طویل ملاقات تھی کیونکہ خاندان چار سال پہلے دوسرے گھر میں منتقل ہو گیا تھا ہم کم از کم بیس سال یا اس سے زیادہ ساتھ رہے۔ دونوں گھروں کے درمیان چند فٹ کا فاصلہ تھا دونوں گھروں کے گیٹ ایک دوسرے کے سامنے کھلتے تھے۔ قدر مشترک پڑھنے کا شوق اور کتابیں پہلی ملاقات شروع ہی کتابوں کے ذکر سے ہوئی تھی۔ کیونکہ ان کے صاحبزادے حسن رضا نے ہم بہنوں کو بس میں سفر کے دوران کتابیں پڑھنے والی بہنوں کی حیثیت سے تعارف کرا رکھا تھا۔ ایک طویل عرصے کے ساتھ نے یہ باور کروایا تھا کہ اعلیٰ ڈگری یافتہ ہونا تعلیم یافتہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتا علم کو اپنے اندر جذب کرنے اور پھیلانا ہی علم ہوتا ہے۔ یہی کام مہربانو صاحبہ کرتی تھیں۔ مہربانو صاحبہ ذاکرہ تھیں اور تمام عمر یہی کیا' اپنی اولاد کو تعلیم دلوائی۔ ایک مہربان ماں ہمارے لئے بہترین پڑوسن تھیں۔ غم میں شریک' خوشیوں میں خوش' روایات کی پاسداری' دعوتیں کھلا کر خوش ہونا' ان کا معمول زندگی تھا' بچوں کی شادی میں ہماری شرکت ہوتی۔

سادے نقوش اور سادہ پردے دار وجود یہ مہربانو تھیں' لیکن ان کے سفر دیار غیر' زیارتیں ان کے علم کی بنیادیں تھیں' ان کا حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنا' عزاداری اس میں بھی علم کی جھلک ملتی تھی' میں نے ان کی مجالس میں شرکت کبھی نہیں کی لیکن پڑوسی کی حیثیت سے ان

کی مجالس سننے کو ملیں دل کی مریضہ ہونے کے باوجود وہ بہانے ڈھونڈتی تھیں کہ ذکر غم عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی اور اہل بیت کریں' حالانکہ اکثر ڈاکٹر ان کو اس سے روک دیتے تھے مگر ان کا عشق ذاکری اس سب پر حاوی ہو جاتا تھا۔

ان کے پڑوسی گواہی دیں گے کہ وہ غیبت سے دور رہتی تھیں اپنے گھر کے معاملات اپنے تک محدود رکھتی تھیں دوسروں کی دل آزاری سے حتی المقدور دور بھاگتی تھیں' ہم تینوں بہنوں سے خاصی انسیت (باوجود یہ کہ ہمارا ان سے مذہبی تعلق نہیں تھا) بہت خوش ہو کر ملتیں۔ آخری ملاقات ان کی خواہش پر میں خاص طور پر ان سے مل کر آئی اور وہ چپکے سے دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔ اللہ تعالٰی انہیں جوار رحمت میں جگہ دے' ہمارا گھرانہ ان کے غم میں ان کی اولاد کے ساتھ ہے۔ ان کی اولاد سے میری درخواست ہے کہ اپنی والدہ کی رواداری' علم دوستی کو زندگی کا مقصد بنائیں اور اپنی شفیق ماں کے لئے ثواب جاریہ بنیں۔

دلکش اندازِ بیان، دلسوز مصائب پر قادر

ذاکرہ مہربانو

عابدہ بیگم (لکھنو والی خالہ)

آج سے تقریباً ۳۰ سال پرانی بات ہے میں نے ایک ذاکرہ کا بہت تذکرہ سنا کہ وہ بہت خوبصورت مجلس پڑھتی ہیں۔ میرے دل میں بھی ان کی مجلس سننے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ میری ایک محلہ کی خاتون مجھے ایک مجلس میں لے گئیں۔ اس مجلس سے جس ذاکرہ نے خطاب کیا وہ مہربانو باجی تھیں۔ ان کا اندازِ بیان اس قدر دلکش تھا کہ پوری مجلس کے دوران تمام اہلِ مجلس دم بخود ان کو سنتے رہے۔

انہوں نے اہلبیتؑ کے فضائل ایسے مخصوص انداز میں بیان کیے کہ مسلسل نعرہ صلوٰۃ کی صدائیں بلند ہوتی رہیں اور جب انہوں نے مصائب بیان کیے تو کوئی آنکھ ایسی نہیں تھی کہ جس سے آنسو رواں نہ ہوئے ہوں۔

مجلس ختم ہونے کے بعد میری مہربانو باجی سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اپنے گھر مجلس پڑھنے کے لئے کہا۔ انہوں نے میرے گھر کے عزاخانے پر پہلی مجلس 11 صفر کو پڑھی۔ اس کے بعد ان سے مختلف موقعوں پر ملاقات ہوتی رہی۔

کچھ عرصے کے بعد انہوں نے ہمارے محلے نصیر آباد میں گھر خرید لیا اور اسی جگہ پر مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ان کے اس جگہ آنے سے نصیر آباد کی مجالس کی رونقیں بڑھ گئیں۔ میرے گھر کی سالانہ مجلس عزا جو کہ ۱۵ صفر کو ہوتی ہے اس سے انہوں نے کئی دفعہ خطاب کیا۔ ان کے مصائب پڑھنے کا انداز ایسا دلسوز تھا کہ اہل مجلس کے ساتھ ساتھ در و دیوار سے بھی گریہ کی آوازیں آتی ہوئی

محسوس ہوتی تھیں۔

وہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ میں ایک کتاب ہوں جو چاہے مجھ سے معلومات حاصل کرے۔ اس بات کا ثبوت ان کی بھتیجیاں ناہید اور شہلا عباس ہیں جو کہ ان کی شاگرد ہیں اور آج کل مجالس سے خطاب کر رہی ہیں۔

ان کا انتقال ہم سب کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے میری خداوند تعالی سے دعا ہے کہ وہ ان کو جوار معصومہ کو جنت میں جگہ اور ان کے وارثوں کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

ذاکرہ مہر بانو بحیثیت معلمہ

افضال بانو
لیکچرار مہران گرلز کالج

جہاں ذاکرہ مہر بانو کی ذاکری عزاداری اور سوشل خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی وہاں وہ بحیثیت معلمہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ انہوں نے متعدد خواتین میں ذاکری کا شوق اور جذبہ پیدا کیا۔ اور نئی ذاکراؤں کی مسلسل رہنمائی کرتی رہتیں۔ اس سلسلے میں خواتین ذاکرائیں ان سے براہ راست اور اکثر ٹیلیفون پر مجالس کی تیاری کے سلسلے میں مدد لیتی اور آپ ان کی مجالس بھی تیار کراتیں۔

فقط یہی نہیں کہ منبر سے علم کی راہوں کو دوام بخشتی رہیں بلکہ عزاداری کے سلسلے میں حل من کی صدا کے جواب میں ایک مسلسل تحریک تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ عزاداری روتے پیٹنے کے ساتھ ساتھ دلوں کے اندر حریت اور آزادی کی شمع روشن کرنا کا نام ہے۔ اے حسینؑ کے چاہنے والوں تذکرہ حسینؑ کو آگے بڑھاؤ" یہ کام بحیثیت ذاکرہ حسن خوبی سے انجام دیا۔ لیکن بحیثیت استاد کام کی عملی کیفیت پر بھی بڑی گہری نگاہ رکھتیں تھیں۔ ہمیشہ ذکر کا انداز نہایت سلیس اور دلوں کو متاثر کرنے والا ہوتا تھا۔ وہ کہتی تھیں کہ ذکر حسینؑ یقیناً تمہیں کامیابی و کامرانی عطا کرے گا پس اپنے خدا پر توکل کرو علم میں کامل و اکمل تھیں' موضوع کو پر لطف انداز میں پھیلانا اور سمیٹنا ان کا خاصہ تھا۔ چہرے سے تھکن کا احساس نہ ہوتا۔ اپنے کثیر علم کے باوجود ہمیشہ کہا کرتی تھیں کہ تھوڑا سا علم مجھ ناچیز کے پاس ہے خدا کا شکر ہے۔ اپنے علم سے قرب وجوار کے لوگوں کو ہر حال میں فیض پہنچایا اور بچوں اور نوجوان نسل پر خاص توجہ آپ کی زندگی کا اہم موقف تھا۔ کبھی سخت لہجہ میں نسل نو سے گفتگو

نہ کی۔ لہجہ کی نرمی اخلاق کی بلندی بہترین احساسات و جذبات کے سائے میں ہر بچہ ہر نوجوان ہر عمر رسیدہ آپ سے بہت قریب تھا۔

نوجوانوں میں ذکر حسینؑ کی فضیلت اور قرآن کی جستجو اور تلاوت کا شعور پیدا کیا۔ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے۔ جس طرح تم اپنے دل کی حفاظت کرتے ہو اس دل سے بھی غافل نہ ہو۔ جو اس کی تلاوت کرے گا امان میں رہے گا۔ اور اگر فقیری اور محتاجی سے بچنا چاہتے ہو تو سورۂ واقعہ کی تلاوت بھی ترک نہ کرنا۔ موذی جانور اور دشمن کے حملوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو ورد آیت الکرسی کو ترک نہ کرنا۔ اور اے پیارے بچوں اور نئی نسل کے پروانوں سورۂ اعلیٰ کو زبانی یاد کرلو اور مولائے کائنات حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ سورۂ اعلیٰ میں کیا تبرکات ہیں تو وہ ایک ایک دن میں کئی مرتبہ سورۂ اعلیٰ کی تلاوت کریں۔ تقریباً محلہ کے ہر بچے نے سورۂ اعلیٰ کو زبانی یاد کیا اور اپنے علم میں اضافہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ نسل نو کو نہج البلاغہ' صحیفہ کاملہ' اقوال امامؑ دعائے توسل کا ورد اور اجتماعی دعا کا احساس دلایا اور بروز منگل محلہ میں مجلس اور دعا کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ کا کہنا تھا کہ اے نوجوانو! علم کے ساتھ ساتھ روحانی علم سے فیض یاب ہوتے رہو۔
آپ نے بحیثیت استاد بچوں اور نسل نو کے حوصلوں کو بلند کرنے کے ساتھ ساتھ کئی شاگرد تیار کئے۔ اتنی مصروفیات کے باوجود جب استاد محترم کے پاس جاؤ تو چہرے پر عجیب خوشی کا احساس نظر آتا۔ جس کے باعث شاگردوں کا حلقہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ذاکرہ مہربانو نے بحیثیت معلم غربت کے فلسفے کو بڑی خوبصورتی سے آشکار کیا۔ آپ نے بتایا کہ میں بیمار ہوں اور ڈاکٹر نے بتایا کہ دل کی مریضہ ہوں لہٰذا گفتگو آہستہ کروں۔ اور بھی زور سے رؤں نہیں اس دن آپ نے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا خدا ایسی غربت کسی کو نہ دے۔ ہم تو جیتے ہیں صرف غم حسینؑ کے لئے۔ ہائے میں اپنے آقا کا جی بھر کر ماتم نہ کرسکوں گی۔ بہت بے چین اور مضطرب تھیں۔ لیکن ہمت سے کام لیا۔ وقت کے ساتھ علاج بھی ہوا اور دعا بھی۔ اور پھر ہر ایک نے دیکھا کہ معجزہ کہ یہ علم دینے والی معلمہ دل کی مریضہ تو ضرور بنی لیکن آخری لمحہ تک نہ ذکر کرنا چھوڑا نہ پرسے داری میں کمی آئی۔ صف عزا پر جی

بھر کر گریہ کیا اپنے آقا کا حق بھر کر ماتم کیا اور آنے والی نسلوں پہ یہ واضح کر دیا کہ ماتم حسینؑ میں دل کھول کر رونے سے خدا ہزاروں مشکلیں حل کر دیتا ہے اور صحت و تندرستی عطا کرتا ہے۔ ایسے علم دینے والوں کے کردار کو خدا ہمیشہ سربلند کرتا ہے۔ آج وہ ہم میں نہیں لیکن ان کا ایک ایک الفاظ آج بھی اہل محلہ کے ہر گھر میں رہنمائی کر رہا ہے ایسے لوگ کبھی مرتے نہیں بلکہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

تربیت کا بہترین نمونہ

تنویر (اہل محلہ)

مہربانو باجی ایک عظیم ہستی ایک بہترین ذاکرہ ایک شفیق مہربان بزرگ جو اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ انہیں ہم علم کا دریا کہیں تو بے جا نہ ہوگا میں نے جب بھی ان سے کسی موضوع پر بات کی با اطمینان پایا۔ ایک دن میں نے کہا باجی مجلس تو بہت ذاکرہ پڑھتی ہیں لیکن علم کسی کسی کے پاس ہوتا ہے کہنے لگیں بی بی دراصل جس خلوص سے آل محمدؐ سے تمسک رکھو گی ویسی ہی عطا ہو گی اکثر اپنی مجالس میں قرآن کی سورتوں کے فوائد بتایا کرتی تھیں جس سے تمام خواتین بغور سنا کرتی تھیں اور فائدہ اٹھاتی تھیں اگر کبھی کسی کام سے میں ان کے گھر چلی گئی تو انداز گفتگو اچھا ہوتا تھا ایسے اچھے جملے ہوتے تھے کہ میرا دل ان کے پاس سے اٹھنے کو نہ چاہتا تھا مثلاً یہ جملہ بھی آج تو کوئی ایسی نیکی ہو گئی کہ مومنوں سے ملاقات ہو رہی ہے وہ محبت وہ خلوص اب ہم کبھی نہیں پا سکیں گے بعد مجلس بچیوں میں سے کسی بچی سے کہہ کر دعائے فرج پڑھواتا گویا تربیت کا بہترین نمونہ تھا اور ایک دعا جو وہ زیارت کے بعد خود پڑھتی تھیں وہ مجھ پسند تھی وہ یہ ہے۔

اے عزادارو بعد مجلس غم\
سب نے جی بھر کے کرلیا ماتم\
خوش ہوا رب آسمان و زمین\
میں دعا مانگوں سب کہیں آمین\
سارے مومن جہاں میں شاد رہیں\
یا الٰہی وہ بامراد رہیں\
پاس آئے نہ ان کے بیماری\
ہوں نہ مقروض یہ نہ ناداری

جیتے جی یہ جہاں بس چین کریں
رات دن مجلس حسینؑ کریں
نیک اولاد دے انہیں زر دے
بعد مرنے کے خلد میں گھر دے
سخت نزع نہ کوئی زحمت ہو
وقت آخر علیؑ کی زیارت ہو
منتظر ہیں تمام اہل یقیں
جلد تر ہو ظہور مہدیؑ دیں

پچھلے سال رمضان سے پہلے میں اسلام آباد جا رہی تھی تو عندلیب کے ہاتھ ایک قصیدہ رمضان کے بارے میں لکھا اور میرے پاس بھجوایا کہ وہاں امام حسنؑ کے میلاد میں پڑھنا۔ کسی بھی ہنگامہ کے بارے میں سنتی تو مجلسوں میں سورہ فیل کی تلاوت کروا کر امن وسلامتی کی دعا کرواتی تھیں اور خدا کے فضل وکرم سے آنے والی گردشیں وبلیات ٹل جایا کرتی تھیں چونکہ بزم آمنہ کی سیکرٹری تھیں اکثر مومنات ان کے گھر پر اپنے مسائل لیکر آتی تھیں اور وہ دامے درمے سخنے ان کے مسائل حل کرتی تھیں۔ یوں کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ ہم نصیر آباد کی مومنات ایک عظیم اور مہربان ماں سے محروم ہو گئیں۔ خداوند کریم سے التجا ہے کہ پروردگار ان کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

یادوں سے خوشبو آئے

نتیجہ فکر: اصغری بیگم

مہر یا تو...... ایک ایسی ہستی جو کہ پیار و محبت کا سرچشمہ تھیں، جس کی لغتِ زندگی میں نفرت، بے مروتی اور بے حسی جیسے الفاظ نہ تھے، جس کا مشن پیار، محبت اور الفت بانٹنا تھا، جس کے دامن میں بے انتہا وسعت تھی۔

میں اصغری بیگم آپ کے ساتھ اپنی کچھ یادیں بانٹنا چاہتی ہوں میری مہر یا تو باجی سے ملاقات کوئی بہت پرانی نہیں ہے لیکن جب میں ان سے ملی تو ذرا سا بھی احساس نہ ہوا کہ ہم ابھی چند دن پہلے ملے ہیں۔ کچھ اس طرح سے وہ میرے ساتھ پیش آئیں کہ اجنبیت کا احساس ہی نہ رہا۔ جب میں اس محلے میں آئی تو کوئی مجھے نہیں جانتا تھا لیکن مہر یا تو ایک ایسی شخصیت تھیں جنہوں نے مجھے پورے محلے میں ایک پہچان دی، نہ صرف خود خیال رکھا...... بلکہ ہر ایک سے میری پہچان کروائی...... کبھی اگر بیمار پڑ جاؤں تو اپنی بیٹی عندلیب کو خبر گیری کے لئے بار بار میرے گھر بھیجتیں بلکہ اکثر خود سیڑھیوں تک آ کر میری خیریت پوچھتی تھیں، ایک بار جب ہسپتال میں داخل ہوئی تو ہر جگہ میری صحت یابی کی دعا کرائی اور جب میں گھر واپس آئی تو محلے کا کون سا فرد تھا جس کو انہوں نے میری عیادت کے لئے نہ بھیجا۔ چاہے مجلس ہو یا میلاد و دعا ہر جگہ مجھے سب سے آگے کرتا کہ نوحہ یا منقبت پڑھیں۔

مجھے وہ وقت خوب اچھی طرح یاد ہے جب ان کی نواسی کی شادی تھی تو ہر تقریب میں نہ صرف بلایا مجھے اپنے پاس بٹھایا اور عزت بخشی۔

وہ لمحہ میں بھول ہی نہیں سکتی جب ان کے انتقال کی اچانک خبر آئی...... پہلے تو یقین نہ آیا لیکن جب ہم ان کی آخری رسومات میں شرکت کے لئے محفل مرتضیٰ گئے تو ان کا چہرہ دیکھا جس کے گرد نور کا ہالہ تھا، چہرے پر اطمینان اور سکون کی روشنی اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ جو محبت اہلبیت

میں دنیا سے جاتے ہیں ان کے چہرے روشن ہوتے ہیں۔

مہربانو...... سے میرا اٹوٹ رشتہ تھا جو نسل کا نہ تھا...... ان سے میری قربت تھی قرابت داری نہ تھی...... ان سے میرا رشتہ تھا رشتہ داری نہ تھی۔ بس اس کے...... اور میں کیا کہوں کہ وہ میرے لئے کیا تھیں...... اب وہ نہیں ہیں تو کیا کہوں کہ یہ دنیا میرے لئے کیا ہے۔ میں اپنے اور ان کے رشتے کی وضاحت ایک شعر سے کرتی ہوں کہ

ذکر مولاؑ کے سبب لوگ مجھے جانتے ہیں
اس سے بڑھ کر کوئی پہچان کہاں سے لاؤں

خدا انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت میں بھی ذکر حسینؑ کرنے کی سعادت دے۔

آمین ثم آمین

ذاکرہ مھربانو
اپنے خانوادے کی نظر میں

معروف ومقبول ذاکرہ بارگاہ حسینؑ......مہربانو مرحومہ

سوانحی احوال

اقبال کاظمی

مؤسس مرثیہ فاؤنڈیشن کراچی (پاکستان)

محترمہ مہربانو مرحومہ غیر منقسم برطانوی ہند کے صوبے راجپوتانہ (حالیہ نام راجھستان) کی جائے ریاست بھرت پور میں اپنے مرحوم دادا مرزا عباس حسین کوتوال شہر بھرت پور کی مشہور و معروف حویلی میں پیدا ہوئیں۔ مرزا عباس حسین مرحوم کی یہ حویلی بھرتپور شہر کے مشہور ادب پرور محلے "گھیر سید صاحب" میں تعمیر کی گئی تھی۔ محلہ گھیر سید صاحب راقم الحروف کے آباؤ اجداد نے آباد کیا تھا۔ محلہ گھیر سید صاحب کی اس حویلی کا تذکرہ راقم الحروف نے مہربانو مرحومہ کے تایا جناب مولانا مرزا غضنفر حسین عروجؔ بھرت پوری مرحوم کے غیر مطبوعہ مراثی پر مشتمل اپنی کتاب "عروج المراثی" (شائع کردہ ۲۰۰۲ء) صفحات ۱۱۳ اور ۱۱۴ پر بھی کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

"کوتوال صاحب نے اپنے عہد عروج میں اپنے قیام کے لئے جو حویلی محلہ گھیر سید صاحب میں تعمیر کرائی وہ گردش زمانہ کے سبب مکمل نہیں ہو سکی۔ اس حویلی میں دیوار گیر الماریوں پر مشتمل ایک نہایت وسیع اور کشادہ مربع کمرہ بطور کتب خانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ان کی نادر اور نایاب کتابیں محفوظ تھیں۔ شعر و ادب اور علوم مذہبی سے حد درجہ شیفتگی و وابستگی کا ہی نتیجہ تھا کہ کوتوال صاحب مرحوم نے اپنے اس فرزند اکبر کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ بھرت پور میں تو ایسے ادارے درس گاہیں موجود نہیں تھیں جہاں عربی فارسی اور دین و مذہب اور فلسفہ و منطق کی اعلیٰ تعلیم کا اہتمام کیا جا سکے اس لئے انہوں نے بچپن سے ہی اپنے اس ہونہار فرزند کی تعلیم و تربیت پر ذاتی طور پر خود بھی توجہ دی اور گھر پر ہی بہترین اساتذہ کو مقرر کیا۔ تعلیم و تربیت کے اس خصوصی اہتمام

اور ہونہار طالب علم کی ذاتی استعداد اور فطری ذوق وشوق کے طفیل کوتوال صاحب مرحوم کے یہ ذہین طالب علم فرزند بڑے ہو کر مولانا مرزا اختر حسین عروج کہلائے اور علمی ادبی اور مذہبی اعتبار سے بھرت پور کی نمایاں ترین شخصیت گردانے گئے۔ کیا ہندو کیا مسلمان سب چھوٹے بڑے احتراماً حضرت عروج کو مولانا ہی کہا کرتے تھے۔ اس خانگی تعلیم وتربیت کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ اگرچہ عروج بھرت پوری کسی مستند دینی اور مذہبی درسگاہ کے سند یافتہ نہیں تھے مگر بھرت پور کے شیعان حیدر کرارؑ کی جملہ دینی اور مذہبی رہنمائی کا فریضہ بھی وہی انجام دیا کرتے تھے۔ نماز عیدین کی امامت' اعمال عاشورہ کی باجماعت انجام دہی' مجالس عزا کی ذاکری' پیدائش اور موت سے متعلق مذہبی فرائض و رسوم اور نکاح خوانی وغیرہ غرض تمام مذہبی فرائض بھی وہی انجام دیتے تھے۔

مہربانو مرحومہ میرے والد شاعر اہلبیت سید تفضل حسین رئیس مرحوم ریاست بھرت پور کے حقیقی پھوپی زاد بھائی مرزا ابرار حسین مرحوم کی دختر نیک اختر تھیں اور میری چھوٹی بہن ممتاز فاطمہ مرحومہ کی ہمجولیوں میں تھیں۔

مہربانو مرحومہ کی صحیح تاریخ پیدائش تو محفوظ نہیں رہ سکی البتہ پاکستانی شناختی کارڈ کے مطابق سال پیدائش 1935ء درج ہے جو کم و بیش صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مرحومہ کے والد مرزا ابرار حسین مرحوم کوتوال مرزا عباس حسین کے چھوٹے فرزند تھے۔ مولانا مرزا اختر حسین عروج بھرپوری' مرزا عطا حسین مرحوم اور مرزا شبیر حسین مرحوم مہربانو مرحومہ کے تایا تھے۔ مرزا ابرار حسین مرحوم بھرت پور ریاست کی کونسل میں سرکاری ملازم تھے۔ گھر کی جملہ مردانہ عزاداری کا اہتمام مرزا ابرار حسین مرحوم انجام دیا کرتے تھے۔ حویلی سے ملحق امام باڑے کی عمارت تھی جس میں علم نصب ہوتے تھے اور مردانی مجلس منعقد ہوا کرتی تھیں۔ خود بھی ان مجالس میں تحریری روایت خوانی اپنے مخصوص خوشگوار لحن میں پیش کیا کرتے تھے۔ ریاست کی کرکٹ ٹیم کے اہم رکن تھے۔ اور بہترین بولر تھے۔ راقم الحروف نے ان کو بھرت پور کے سرکاری کلب کی گراونڈ پر کرکٹ کھیلتے دیکھا ہے۔ راقم

الحروف نے مولانا مرزا غضنفر حسین عروج بھرتپوری کی کتاب "مراثی عروج الراقی" میں بھی بھرتپور کی عزاداری پر باب قائم کیا ہے۔ اس بات سے اقتباس (صفحہ ۱۸ اور ۱۹) ملاحظہ فرمایئے۔

"بھرتپور میں ایام عزا میں مجالس عزا زنانی اور مردانی بڑی تعداد میں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ جہاں تک مردانی مجلس کا تعلق ہے وہ روزانہ سلسلے وار ہوتی تھیں یعنی ایک کے بعد دوسری۔ رات میں صرف تین مجلسیں ہوتی تھیں۔ پہلی مجلس بعد نماز مغربین محلہ بدھ کی ہاٹ راقم الحروف کی ننھیال میں ہوتی تھی...... اس مجلس کے بعد دوسری مجلس محلہ ندیا کے امام باڑے میں ہوتی تھی جس کا تعلق مرثیہ گو شاعر جناب اطہر جعفری مرحوم کے خاندان سے تھا۔ جناب اطہر جعفری نے کراچی میں انتقال کیا۔ تیسری اور آخری مجلس نصف شب میں گھیر سید صاحب مرحوم کے امام باڑے میں ہوتی تھی جس کا اہتمام مرزا ابرار حسین (مولانا عروج بھرتپوری کے چھوٹے بھائی) کیا کرتے تھے۔ راقم الحروف نے بچپن میں ان مجالس میں رباعیاں پڑھی ہیں۔ بھرتپور میں مشہور تھا کہ اس مجلس میں جنات شریک ہوتے ہیں اس لئے یہ مجلس نصف شب کے بعد منعقد کی جاتی ہے۔ جناب باقر زیدی (حضرت فیض بھرتپوری کے بڑے فرزند) نے اپنے ایک مرثیے بعنوان "صلح اور اسلام" میں بھرتپور کی عزاداری اور اپنے گھر کی مجالس عزا کا تذکرہ بڑے موثر انداز میں نظم کر کے تاریخ عزاداری اور تاریخ مرثیہ گوئی کے لئے محفوظ کر دیا ہے...... بند نمبر ۱۹

وہ نصف شب گھیرے کی مجلس بھی خوب تھی — ویسی نہ شرق و غرب شمال و جنوب تھی
کب درمیان وقت طلوع و غروب تھی — کیا دولت قرار برائے قلوب تھی
چائے کا اہتمام تھا پانوں کے ساتھ ساتھ — حقے کے دور چلتے تھے باتوں کے ساتھ ساتھ

بند نمبر ۲۰

سرگرمی مباحث شعر و ادب کے بعد — باتیں ادب کی ذکر عجم اور عرب کے بعد
مجلس شروع ہوتی تھی وہ نصف شب کے بعد — جتنی بھی مجلسیں وہاں ہوتی تھیں سب کے بعد
مارے تھکن کے نیند میں ہم ڈوبے ہوتے تھے — دو دو سو بند سننے اجنا بھی آتے تھے

بند نمبر ۲۱

عاشور کا جلوس جو جاتا تھا کربلا — بازار سے گزرتا تھا بستی کے جا بجا
اہل جلوس کرتے ہوئے ماتم و بکا — ہندی کلام پڑھتے تھے رستے میں نجم کا
دل جو گداز ہوتے تھے بولوں پہ نجم کے — ہندو بھی گریہ کرتے تھے نوحوں پہ نجم کے

حویلی کی زنانہ امام باڑے کی عزاداری کی منتظم اور مہتمم مہربانو مرحومہ کی نانی اماں محترمہ اماں بیگم (زوجہ مرزا عطا حسین) ہوا کرتی تھیں۔ امام باڑے کی زیب و زینت اور مجالس میں سوز و سلام و مرثیہ خوانی اور نوحہ خوانی تبرک کی تقسیم غرض جملہ مراسم عزا کی بخیر و خوبی انجام دہی محترمہ اماں بیگم کے حسن انتظام کا مظہر تھی۔ مہربانو مرحومہ کی والدہ محترمہ کلثوم خاتون جو خود بھی سوز خوانی' مرثیہ خوانی اور نوحہ خوانی بڑے پر سوز انداز میں کیا کرتی تھیں۔ ان مجالس میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا کرتی تھیں۔

چونکہ اماں بیگم خواتین میں سب سے زیادہ بزرگ تھیں اس لئے سب ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ تمام بچیوں کی تعلیم و تربیت اور بالخصوص مجلس و ماتم اور عزائی خدمات اور مراسم عزا کی بجا آوری کے لئے گھر کی اور پورے محلے گھیر سید صاحب کی زنانی مجالس کے انعقاد کے سلسلے میں سب خواتین مرحومہ اماں بیگم صاحبہ کی طرف ہی رجوع کرتی تھیں۔ بڑی عزادار حسین اور مومنہ خاتون تھیں۔ سب چھوٹے بڑے مرد اور خواتین ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ مہربانو مرحومہ کی والدہ کلثوم خاتون کا تعلق علی گڑھ کے رضوی سادات سے تھا۔

کلثوم خاتون کا انتقال بھرت پور ہی میں تقسیم ہندو پاک سے پہلے ہی ہو گیا تھا اس لئے مہربانو مرحومہ کا بچپنا اپنی نانی اماں اماں بیگم کی ہی تعلیم و تربیت میں گزرا۔ یہ والدہ محترمہ اور اماں بیگم کی ہی تربیت کا فیض تھا جو مہربانو مرحومہ کے پاکستان میں ایک نہایت اہم اور بڑی ذاکرہ کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔ مہربانو مرحومہ اپنی نانی اماں اماں بیگم مرحومہ کو اکثر و بیشتر یاد کیا کرتی تھیں۔ خود مجھ

سے جب بھی میں مہر بانو مرحومہ سے ملنے گھر گیا یا وہ میرے گھر آئیں ہمیشہ کسی نہ کسی انداز سے امامی بیگم مرحومہ کا تذکرہ ہو جاتا تھا۔ مجھے بھی میری یہ واحد پھوپھی از حد عزیز تھیں۔ اپنے تینوں چھوٹے بھائیوں کی اولاد پر جان چھڑکتی تھیں۔

1947ء کے مسلم کش فسادات

1947ء میں تقسیم ہند کے موقع پر بھرتپور میں مسلم کش خونی فسادات کے نتیجے میں مرحومہ کے والد مرزا ابرار حسین کو اپنے بھائیوں اور دیگر اہل خانہ اور اعزہ واقربا کے ساتھ تمام مال واسباب، خاندانی ذخیرہ کتب اور دیگر اثاثہ کو بے سروسامانی کی حالت میں بھرتپور سے ملحقہ شہر آگرے میں پناہ لینی پڑی۔ ان فسادات میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے جن میں راقم الحروف کے چھوٹے ماموں شاعر اہلبیت جناب مقصود حسین دولہا اور بھرتپور کے مشہور سادات کے قصبے پہرسر کے مومنین بھی شامل تھے۔ آگرہ شہر سے یہ پورا خاندان اکتوبر 1947ء میں بذریعہ ٹرین براستہ ریاست جودھ پور اور کھوکھراپار پاکستان ہجرت کر گیا۔ ایک دو سال تک تو حیدرآباد میں ہی قیام رہا جہاں سے یہ پورا خاندان اور دیگر اعزہ واقربا کراچی میں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ مہر بانو مرحومہ کے بڑے بھائی مرزا عبد عباس کو اسٹیٹ بینک میں ملازمت مل گئی۔ چھوٹے بھائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کراچی میں کسی سرکاری کالج میں بحیثیت انگلش لیکچرار مقرر ہو گئے۔ مرزا عبد عباس ماشاء اللہ حیات ہیں اور اپنی اولاد کے ساتھ فیڈرل بی ایریا میں قیام پذیر ہیں۔ اسٹیٹ بینک سے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں چھوٹے بھائی مرزا حیدر عباس کا انتقال ہو گیا ہے۔

ذاکرہ مہربانو اور فرائض ادائیگی

سید موسیٰ رضا رضوی (شوہر)

۷/ اکتوبر ۱۹۵۰ء میں معروف ذاکرہ اہلبیت مہربانو کے ساتھ میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوا۔ وہ میری سگی خالہ کی بیٹی تھیں کمسنی ہی میں ان کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ ماں کا سایہ اٹھ جانے کے بعد ان کے والد نے ماں باپ دونوں کا پیار دیا۔ باپ کی شفقت اور ماں کی محبت دونوں دیں اس لئے انھیں اپنے والد صاحب سے بے حد محبت اور انسیت تھی ان کے والد محترم مرزا ابرار حسین صاحب اپنے علاقہ ریاست بھرتپور میں مخصوص انداز میں ذاکری کیا کرتے تھے جو وہاں کے مومنین میں بہت مقبول تھی اسی طرح مرحومہ کے تایا مولانا مظفر حسین صاحب عروج جو بڑے پایہ کے عالم دین تھے۔ جو عالم بھی تھے عارف بھی تھے ان کے پاس بڑی تعداد میں مذہبی کتابیں تھیں انھیں سب "بڑے ابا" کے نام سے پکارتے تھے۔ بڑے ابا کے علمی اثرات تمام اہل خانہ پر مرتب ہوئے۔ ویسے بھی اس دور میں ٹی وی وغیرہ تو تھا نہیں۔ لہٰذا بچوں کو تمام انبیائے کرام اور ائمہ علیہم السلام کے تمام واقعات و معجزات کہانی کے طور پر سنائے جاتے تھے جو تاریخ سے آگاہی حاصل کرنے میں بڑی حد تک معاون ثابت ہوتے تھے۔ ذاکرہ مہربانو کو اپنے والد بزرگوار مرحوم ابرار حسین سے ورثے میں آقا حسینؑ کی مخصوص محبت ملی تھی۔ واقعا جس کا ایک خاص انداز تھا۔

لہٰذا جب بھی ان کی اپنے والد سے ملاقات ہوتی تھی تو وہ اپنی مجالس کے بارے میں بتانا فرض اولین سمجھتی تھیں۔ اور بہت خوش ہو کر انھیں....... پڑھی ہوئی مجالس سے متعلق بتاتی تھیں۔ کہ فلاں جگہ میں نے اس طرح پڑھا اور فلاں مجلس میں خود بخود مصائب کا جوڑ ایسے لگ گیا۔

انھوں نے بھرپور عزاداری کیا اور بڑی کثرت سے مجالس پڑھیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جائیں خصوصیت سے جس طرح انھوں نے اپنی ساس اور اپنے والد کی خدمت کی آج کے اسی دور میں کوئی بیٹی اور کوئی بہو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ ہر ہر موقع پر اپنی ہر ذمہ داری کو بحسن خوبی نبھایا۔ ۱۹۷۳ء میں پہلے میری آنکھ کا بڑا آپریشن ہوا۔ آنکھ کا

پردہ گر جانے کی وجہ سے مجھے ڈیڑھ ماہ اسپنسر آئی ہسپتال میں داخل رہنا پڑا۔ بچے چھوٹے تھے ہر روز گھر سے کھانا لے کر جاتا۔ تیمارداری کرتا پھر اسی سال ان کے والد کی زندگی کے آخری ایام میں خصوصاً جب مرض نے شدت اختیار کی تو تین ماہ ذاکرہ مہربانو نے ایسے گزارے کہ گھر کا تمام کام کاج کر کے رات وہ بچوں کو لے کر اپنے والد کے گھر ایف سی ایریا سے نصیر آباد جاتیں تمام رات وہاں جاگتیں اور صبح اٹھتے سویرے واپس گھر آتیں کہ پانچوں بچوں کو تیار کر کے پھر سات بجے اسکول بھیجتیں مسلسل تین ماہ انھوں نے اس طرح گزارے مجھے یہ یاد ہے کہ دو دفعہ ہڑتال کی وجہ سے ایسا ہوا کہ انھیں پیدل کئی میل سفر کر کے جانا پڑا اور اسی طرح واپسی ہوئی لیکن انھوں نے اپنے فرض کے آگے کسی بات کی پرواہ نہیں کی۔ اسی طرح 1975ء میں جب میری والدہ مرحومہ گھر میں چلتے چلتے گر پڑیں۔ ان کے پہلو کی ہڈی بُری طرح شکستہ ہوگئی، جب بھی تین ماہ ایسی حالت میں گزارے۔ میری والدہ آپریشن کی وجہ سے تکلیف کی شدت کی وجہ سے مسلسل تین ماہ کراہنے کی بجائے یاعلیؑ یاعلیؑ کہہ کر پکارتی رہیں۔ اس وقت بھی ذاکرہ مہربانو تین ماہ ان کے پہلو بہ پہلو رہیں ایسی حالت میں کہ میری والدہ مرحومہ کروٹ لینے کا بھی تصور نہیں کر سکتی تھیں۔

صرف مریض کو کھانا اور دوا دینا ہی نہیں۔ بلکہ اس کی ایک ایک بدلتی ہوئی کیفیت کا خیال رکھنا مریضہ کے احساسات کا خیال رکھنا۔ اس ہر کام کرتا۔

یہ فرائض کی ادائیگی کی وہ زندہ مثالیں ہیں۔ جنھیں ادا کرنے میں ذاکرہ مہربانو نے ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کی۔ لکھنے کو بہت ہے لیکن ظاہر ہے کہ میرے لئے بڑا مشکل ہے۔ خدا انھیں غریق رحمت کرے۔ اور ہر ہر خدمت کا اپنی جانب سے بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

میری سگی خالہ زاد بہن / وقار بھابی

از طرف سوگوار سید محمد احسن رضوی علیگ

سنہ ۱۹۴۲ء میں ریاست بھرتپور سید محلہ صاحب کے گھر میں ایک حویلی میں میری خالہ کلثوم مرحومہ کی رہائش تھی وہیں اپنے عزیز مرزا محمد جعفر مرحوم کے والد (مرزا احسان حسین بیگ) کے چالیسویں میں گیا ہوا تھا کلثوم خالہ مرحومہ کی حویلی میں داخل ہوا دالان میں ایک بچی تقریباً چھ سال کی چولہے پر اپلے کی آگ پر روٹی سینک رہی تھی اس بچی کا نام مہربانو تھا ماں کا انتقال ہو چکا تھا والد مرزا ابرار حسین وہیں رہائش پذیر تھے میں بھی اٹھ سال کا تھا بعد میں میری والدہ رباب بانو مرحومہ اپنے گھر کاسگنج ضلع ایٹہ محلہ رشگریزان اپنے ساتھ لے آئیں بعد میں میری بڑی خالہ کنیز زہرا مرحومہ سکندر راؤ لے آئیں جہاں کنیز زہرا کے شوہر سید لیاقت حسین رضوی جو میرے تایا تھے اور محلہ دمدمہ میں سکونت پذیر تھے پھر علی گڑھ میں حکیم تفضل حسین کے امام باڑہ میں جو اوپر کوٹ بالائے قلعہ میں آ گئے۔ خالہ کنیز زہرا ذاکرہ ماتم سے تحت اللفظ میں ذاکری کرتی تھیں اور ان کی ذاکری بیحد مقبول تھی ان کی حدیث کا ایک شعر جس پر مجلس میں تمام سوگواران حسینؑ پر کہرام برپا ہو گیا ملاحظہ ہو "بانو کو اے وزیر نیا داغ دے گئے اصغر کا ماں کے سامنے سر کاٹ لے گئے"۔

پاکستان آنے کے بعد ذاکرہ مہربانو کی شادی ذاکرہ کنیز زہرا کے بیٹے سید موسیٰ رضا رضوی سے گولیمار کراچی میں ہوئی۔ آپ کی دعاؤں سے ان کے دو بیٹے جناب حسن رضا رضوی اور باقر رضا رضوی مشہور علماء بنے۔ ذاکرہ مہربانو کی مجالس حسینؑ مظلوم اس قدر مقبول ہوئیں کہ متعدد بار امریکہ، کینیڈا، افریقہ، گلف میں خوجہ اثناء عشری جماعت کی خواتین کی انجمنیں مدعو کرتی رہیں آپ تمام زندگی عشق امام حسینؑ میں ڈوبی نظر آتی تھیں آپ نے مقامات مقدسہ میں ایران، عراق، شام کی تمام زیارتیں، حج اور عمرے ادا کئے۔ شام میں شہزادی سکینہؑ اور حضرت زینبؑ کے روضہ کی زیارت اور عمرہ ادا کیا۔ آپ اپنے بیٹے حسن رضا رضوی کی شادی پر بیحد مسرور نظر آئیں بیٹے کی رت جگے میں ساری رات تمام شرکاء کو چائے اور گل گلوں سے نوازتی نظر آئیں۔ ہاں مگر میرے منجھلے بیٹے سید ابوالحسن عرف رئیس ان کی ناگہانی موت پر ۱۵ دسمبر ۲۰۰۷ء کو مجھے میرے جوان بیٹے کا پرسہ دے رہی تھیں اور 17 دسمبر کو ذاکرہ مہربانو جنھیں میں وقار بھابی کہتا تھا اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ رئیس کی قبر ۳۷۰۳ اور ذاکرہ مہربانو کی قبر ۳۷۰۵ وادی حسین پر سورہ فاتحہ کی منتظر ہے۔

BAQUER ZAIDI

7500 Cavan court, lawrel Maryland 20707, U.S.A

ذاکرہ مہربانو

وہ کون ہے جو کراچی میں رہا ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ ذاکرات میں مہربانو کا کیا مقام ہے وہ صفِ اول کی ذاکرات میں بھی ایک خاص مقام کی حامل ہیں دنیا بھر کے ملکوں میں ان کی آواز کی گونج موجود ہے۔ ان کا حلقۂ سماعت دنیا کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھیلا ہوا ہے نہ جانے انھوں نے کتنی مجلسیں اور کہاں کہاں پڑھیں۔ بندھی ہوئی سالانہ مجالس اور عشروں کے علاوہ بھی انھوں نے بیشمار مجلسیں پڑھی ہیں۔

مولانا مرزا غضنفر حسین عروج کی سگی بھتیجی تھیں بھرتپور کی اس نابغۂ روزگار شخصیت کی آغوشِ تربیت نے مہربانو کو وہ سب کچھ دیا جو ہر کسی کو میسر نہیں آتا۔ وہ ایک عام مولوی، شاعر اور ادیب سے بڑے عالم بڑے شاعر اور بڑے ادیب تھے اتنے اچھے خطاط تھے کہ ہر سال بھرتپوری کی سالانہ نمائش میں ان کا نوشتہ پہلا انعام پاتا تھا گھر میں شعر و ادب کا چرچا عام تھا اس علمی گھرانے میں مذہب بھی ایک خاص اہمیت رکھتا تھا اور اس ماحول اور تربیت نے مہربانو کو ایک بے مثال ذاکرہ بنا دیا۔ وہ عشقِ حسینؑ مظلوم میں ڈوبی ہوئی تھیں ذاکری کے ساتھ منقبتیں اور سلام بھی کہتی تھیں مگر ان کا خاص کام جو ذکرِ اہلبیتؑ اور نشرِ علوم محمدؐ و آلِ محمدؐ پر پھیلا ہوا ہے ان کی زندگی کی نصف صدی سے بھی تجاوز کر گیا ہے وہ خالی ہاتھ نہیں گئی ہیں اپنے ساتھ ہزاروں مجلسوں کا توشۂ آخرت بھی ہے جو ان کو بلند مدارج پر فائز کرے گا اور وہ معصومینؑ کی بارگاہ میں وہ مقام تقرب حاصل کریں گی جو ان کی امید سے بھی زیادہ ہو وہ صرف اچھی ذاکرہ ہی نہیں اچھی انسان بھی تھیں۔ بیٹی، بہن، بیوی، اور اچھی ماں بھی تھیں جو چار بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑ گئی ہیں۔ لیکن جو آثار ذکرِ حسینؑ کی شکل میں چھوڑے ہیں وہ انھیں کبھی مرنے نہیں دیں گے۔ میں اپنے ان احساسات کو اپنے سلام کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں

ذکرِ حسینؑ اصل میں وجہِ حیات بن گیا
ورنہ یہ ساری زندگی عمر تھی زندگی نہ تھی

نیکیوں اور بھلائیوں کا مجسمہ......مہر بانو باجی

سید غلام عباس کاظمی (چچازاد بھائی)

مہر بانو باجی......سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے ان کا ذکر شروع کروں میری زندگی ان کے ساتھ گزری بھر پور میں ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ وہ خوبیوں اور اچھی صفات کا مجسمہ تھیں، ہمارے ساتھ جس قدر احسانات اور نیکیاں انہوں نے کی ہیں وہ ہم ہی جانتے ہیں۔

مہر بانو باجی کے والد میرے والد کے سگے پھوپی زاد بھائی تھے۔ لیکن مہر بانو باجی کی مہربانی تھی کہ انہوں نے ہمیشہ میرے ساتھ سگے بھائی کا سا برتاؤ کیا۔ اس کا اثر تھا کہ ہم نے انہیں سگی بہن سے بھی زیادہ سمجھا۔ ان کے بعد ان کی نیکیوں اور بھلائیوں کو یاد کر کے روتے ہیں آنسو بہاتے ہیں۔

انہوں نے بھی اتنا ساتھ دیا کہ کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔

مہر بانو باجی کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ مشکل سے آٹھ یا نو برس کی تھیں۔ لہٰذا میری اماں ہی نے انہیں پالا۔ ان کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ ہم ایک ہی گھر میں رہے ہر لمحہ ساتھ ساتھ گزارا۔ ان کی شادی کی تقریب بھی ہمارے ہی گھر میں ہوئی۔

وہ اپنی دانست میں مجھ حقیر کو مومن آدمی سمجھتی تھیں جب بھی کوئی مشکل کسی کے ساتھ ہوتی تو کہتیں غلام عباس تم بہت مومن آدمی ہو دعا کرنا یہ مشکل حل ہو جائے۔ انکے خمیر میں یہ بات شامل تھی کہ وہ اپنے آپ کو کمتر سمجھتیں اور دوسرے کو بہت لائق عزت' وہ امام چہارمؑ کی دعا کا یہ جملہ سناتی بھی تھیں کہ "پروردگار جتنا میرے مراتب اور درجات کو بلند فرما اتنا ہی مجھے میری نگاہوں میں پست کر دے"۔ سب سے بڑی بات یہ کہ انہوں نے کبھی بھی میری کسی بات کو رد نہیں کیا۔ میرے گھر تو مجلسیں اور میلاد وہ پڑھتی ہی تھیں یہ تو ان کا گھر تھا لیکن نہیں معلوم کتنے لوگوں کی مجلسیں سوئم

گھر تو مجلسیں اور میلاد وہ پڑھتی ہی تھیں یہ تو ان کا گھر تھا لیکن نہیں معلوم کتنے لوگوں کی مجلسیں سوئم اور چہلم کی میں نے ان سے کہہ کر پڑھوادیں۔ کبھی بھی انہوں نے منع نہیں کیا ہمیشہ میری بات کو اونچا رکھا۔

مہربانو باجی میں دکھاوا یا ظاہر داری نام کو نہ تھی جو کچھ تھا وہ دل کی گہرائیوں سے تھا اس لئے ان کی ہر بات میں خاص اثر تھا۔

رشتہ داری کے لحاظ سے میری بیوی کا بھی ان سے وہی رشتہ تھا جو ان کا مجھ سے تھا۔ لہٰذا جب سے میری بچیوں نے آنکھ کھولی ان کو خالہ بی بی کہا اور انہوں نے ہر موقع پر اسے نبھایا۔ یہ ان کا رویہ تھا کہ ہم اپنی تمام پریشانیاں ان سے کہتے تھے اور وہ اپنی پریشانیوں کی دعا کرنے کے لئے ہم سے کہتی تھیں۔ ہماری لڑکی کا جس دن دل کا آپریشن تھا بائی پاس تھا تمام دن مہربانو باجی دعائیں پڑھتی رہیں اسی طرح جب میرا ایکسیڈنٹ ہوا اور پھر میری ایک ٹانگ کٹی تو کسی کو اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا مہربانو باجی کو ہوا۔ ہر دکھ درد اور پریشانی کو وہ اپنی پریشانی سمجھتی تھیں خصوصاً انہوں نے میری ماں کا اور میرا پاسپورٹ بنوا کر ہمیں کربلا بھجوایا۔ خدا ان کی اس نیکی اور خدمت کو قبول کرے۔ ہمیں وہ زمانہ بھی یاد ہے کہ جب وہ تبرک لے کر خود آجاتی تھیں اور ہمارے اہل خانہ کو بٹھا کر مجلس کرتیں اور خود پڑھتیں۔ بھرپور عزاداری اور ذاکری کر کے اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ ہماری تو یہی دعا ہے کہ خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت اور سکون و چین نصیب کرے۔ آمین

کتابِ ماضی کے ہر ورق پر انہیں کی تصویر آویزاں ہے

ذاکرہ سیدہ قیصر مسرت رضوی

مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کس طرح سے زندگی کے ان حسین لمحوں کو لفظوں کی پوشاک پہناؤں میں کس طرح اپنے جذبات واحساسات کو جو کرچیوں کی طرح میرے شکستہ دل میں بکھرے پڑے میں سمیٹ کر یکجا کروں۔

آج جب میں اپنے ماضی کی کتاب کھول کر بیٹھی ہوں تو ہر ورق پر ان کی شفیق صورت بنتی چلی جاتی ہے کہ جن سے میرا دوہرا رشتہ تھا یعنی بہن کا بھی اور بھابھی کا بھی مجھے بڑا عجیب لگا کہ جب ان کے بیٹے مولانا حسن رضا نے مجھ سے اپنی ماں کے بارے میں تاثرات مانگے کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ اتنے اچھے ہوتے ہیں کہ ان کی اچھائیاں بیان کرنے کے لئے لفظ بہت معمولی لگتے ہیں لیکن پھر بھی مجبوراً لفظوں ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

وہ ایک ایسی رحمدل شفیق محبت کرنے والی ہستی تھیں کہ جن کی محبتوں کو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتی میں جب بھی ان کے گھر گئی انہوں نے ہمیشہ اپنی دونوں بانہوں کو پھیلا کر میرا استقبال کیا اور اس خوشی کا اظہار کیا کہ جو رسمی نہیں ہوتی بلکہ حقیقتاً اس کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور ہر ممکن میری پریشانیوں کو بانٹنے کی کوشش کی اور ہمیشہ دروازے تک مجھے چھوڑنے آئی ہیں۔

میں کیسے بھلادوں اس شخص جو مجسم اخلاق کا نمونہ تھیں اور ان کو سب سے بڑا اعزاز یہ ملا کہ وہ خودتو ذاکرِ حسینؑ تھیں ہی اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے بیٹوں میں بھی اس ورثے کو منتقل کیا جو ایک ایسا ثواب جاریہ ہے کہ جو ان تک ہمیشہ پہنچتا رہے گا۔

ان کی مجالس آج بھی ہمارے کانوں میں گونجتی ہیں میرے پاس لفظوں کا وہ خوبصورت ذخیرہ نہیں کہ جس کے ذریعے میں ان کی پوری شخصیت کو سمیٹ سکوں بس ان کے لئے تو اتنا ہی کہنا کافی

ہے کہ وہ ذاکرہ اہلبیتؑ تھیں بس میں اس دعا کے ساتھ اپنی بات کو تمام کرتی ہوں کہ جن کا ذکر انہوں نے دنیا میں ہمیشہ کیا ان کا ذکر وہ حشر میں ہمیشہ کرتی رہیں اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے آج بھی ان کی آواز آ رہی ہو۔

اے اہل عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
جب چرخ پہ آجائے نظر ماہ محرم
لہرائے عزا خانوں میں عباسؑ کا پرچم
جب شاہؑ کے ماتم کے لئے فرش بچھانا
اے اہل عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں زندہ نہیں ہوں
میں ذاکر شبیرؑ ہوں میں مردہ نہیں ہوں
ذکر شہداء کر کے مرا سوگ منانا
اے اہل عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا

ان کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی میں ان کے پاس ملنے گئی چپکے سے میرے پرس میں 200 روپے یا 500 روپے ڈال دیئے کہ یہ کرایہ ہے تمہارا ارے بھیا اتنی دور سے آنا آسان نہیں ہے آہ! اب گھر سونا لگتا ہے۔

زندگی وقف تھی عزا کے لئے
جا چکیں اب وہ کربلا کے لئے
کیسے ڈھونڈو انہیں کہاں جاؤں
یاد ان کی کہاں بھلا آؤں

آہ! سب کی چاہنے والی ان پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں۔

روحانیت اور مہربانو باجی

سیدہ سردار فاطمہ زیدی (خالہ زاد بہن)

مہربانو باجی پر بی بیؑ کا سایہ تھا یا ان کے ساتھ کوئی غیبی طاقت تھی ان کی زندگی میں ان کے ساتھ بہت سے روحانی واقعات رونما ہوئے میری رشتہ داری کیونکہ قریبی تھی دوسرے یہ کہ میرے والد محترم سید انعام حسین زیدی صاحب سے اکثر کتابوں اور مجالس کے سلسلے میں رہنمائی حاصل کرتیں اس لئے ان سے قربت تھی اور اپنے متعلق مہربانو باجی نے چند واقعات سنائے۔

مہربانو باجی شادی ہو کر اپنی سگی خالہ کے گھر آئیں ایک سال بعد ایک بیٹا محمد رضا پیدا ہوا وہ ابھی تین سال کا ہوا تھا کہ شدید بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب علاج معالجہ اور دوا کے پیسے بھی نہیں ہوا کرتے تھے لہٰذا ٹائیفائیڈ میں ساڑھے تین برس کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر اس کے بعد لوگ ان سے کہتے تھے کہ تمہارے شوہر بھی اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے ہیں لہٰذا تمہارے بھی ایک اولاد ہوئی تھی اب تمہارے مزید کوئی اولاد نہیں ہوگی۔ ایک دن مہربانو باجی بہت روئیں اور اللہ سے دعا کی پھر اللہ نے انہیں ایک بیٹی عندلیب زہرا عطا کی اور اس کے پانچ سال کے بعد پھر مسلسل چار بیٹے پیدا ہوئے ان میں سے ایک بیٹے کی شادی میری بیٹی رضیہ بانو کے ساتھ ہوئی۔ انہوں نے اپنے بچوں کو اچھی تربیت دی مہربانو باجی نے میرے گھر 16 سال مجلس پڑھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ میرے تایا کربلا معلیٰ زیارت کرنے گئے تھے میں نے ان کے ہاتھ عرضی بھیجی تھی اور اس میں لکھا تھا کہ مولا مجھے ذاکری عطا کیجئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر میں مجلس کا فرش بچھا ہے اور ایک بزرگ بیٹھے ہیں ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور انہوں نے مجھے بلایا اور وہ کتاب میرے ہاتھ میں دی۔ اور فرمایا تم نے ہم سے ذاکری مانگی تھی یہ لو۔ وہ کہتی تھیں کہ جہاں وہ بزرگ تشریف فرما ہوئے تھے میں اپنے

کرسی وہیں رکھ کر مجلس پڑھتی تھی اس کے علاوہ گولیمار کے امام بارگاہ جعفریہ میں مجلس پڑھ رہی تھی اور امام بارگاہ مومنات سے بھرا ہوا تھا اور اہلبیتؑ کا دربار میں داخلہ پڑھ رہی تھیں مجلس کے بعد انہوں نے مجھے بتایا کہ مجلس میں جو شریک تھے ان کی آوازیں الگ تھیں لیکن میرے کانوں میں کچھ بیبیوں کی رونے کی الگ سے مسلسل صدا آ رہی تھی۔ عزاداری کا بہت شوق تھا بچے چھوٹے تھے اور رات کو بچوں کو سلا کر عزاخانہ سجانے بیٹھتی تھیں جناب سکینہؑ کا تابوت جب اٹھانا شروع کیا تو پہلے سال تو کسی ذاکرہ سے مجلس پڑھوائی تھی اس کے بعد پینتالیس سال سے زیادہ مجلس خود پڑھی۔

ایک جگہ جہاں مجلس پڑھنے گئیں تھیں وہاں کے لوگوں کا دھیان بجائے مجلس سننے کے اپنے کپڑوں اور شان و شوکت اور دوسری چیزوں کی طرف مائل تھا مجلس میں جس طرح پرسہ دینا چاہیے اس طرح نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ اس طرح مجلس پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اب میں مجلس نہیں پڑھوں گی۔ میں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ کوئی بی بی ہیں جو فرما رہی ہیں کہ تم نے یہ کیوں سوچا کہ میں اب مجلس نہیں پڑھوں گی اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے تم نے سامعین کو نہیں دیکھا تھا ہم وہاں نہیں گئے تھے تو گریہ کیسے ہوتا۔

محرم میں سارا دن مجلس پڑھتی تھیں اور رات کو اپنے گھر میں مجلس پڑھتی تھیں اور مجلس سننے والوں کی یہ حالت تھی کہ سارا دن کے تھکے ہوئے ہوتے تھے لیکن پھر بھی مجلس سننے آتے تھے۔ اور ایک چیز میں نے یہ دیکھی کہ اگر مجلس میں لوگ کم بھی ہوں تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا تھا اور مجلس بہت کامیاب ہوتی تھی وہ بڑے خلوص سے عزاداری کا دور تھا۔ ہر بات میں اثر تھا خدا کرے کہ وہی خلوص پھر لوگوں میں پیدا ہو جائے۔

وہ ممانی جو مثل مادر تھیں

محترم سید حسن عباس جعفری العسکری (بمانجا)

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں بہت چھوٹا تھا اور قرآن پڑھنے اپنی نانی مرحومہ جنھیں ہم سب پیار سے اماں جان کہتے تھے ان کے پاس جایا کرتا تھا (یہ نانی جو میری والدہ مرحومہ ذاکرہ نیاز بانو اور ذاکرہ مہربانو دونوں کی سگی خالہ تھیں اور ذاکرہ مہربانو کی ساس بھی تھیں) وہ ہمیں قرآنی تعلیم دیتی تھیں اور اسی گھر میں ہماری ممانی ذاکرہ مہربانو رہتی تھیں ہم دیکھتے تھے کہ اس وقت بھی ممانی صاحبہ کا مجلس پڑھنے کا ذوق وشوق اپنے عروج پر تھا جلد ہی وہ بڑی کامیاب مجالس پڑھنے لگیں اور ان کی مقبولیت میں اضافہ ہونے لگا۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ نہ کسی استاد سے انھوں نے ذاکری سیکھی اور نہ کسی نے ان کو اس کے متعلق پڑھایا انھیں اس سے اتنی دلچسپی تھی کہ انھوں نے جلد ہی ایک بلند مقام حاصل کرلیا پھر ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ وہ اتنی کثرت سے مجالس پڑھا کرتی تھیں کہ ایامِ عزا کے علاوہ عام دنوں میں بھی ان کے پاس وقت نہیں ہوتا تھا وہ اپنی اس عبادت میں تمام عمر مشغول رہیں۔

ان کی زندگی کا محور و مرکز صرف عزاداری اور ذاکری تھی وہ دنیاداری سے بہت دور تھیں یہاں تک کہ بیماری کی حالت میں بھی وہ ذاکری اور عزاداری کو فوقیت دیتی تھیں اور یہ سلسلہ آخری دم تک جاری رہا یہی وجہ ہے کہ تمام ملنے والوں کی نظروں میں ان کا مقام بلند ہے عؔلی ہے وہ اس دنیائے فانی سے جا کر بھی ہمارے دلوں میں زندہ ہیں وہ ایک ایسی علامت بن گئیں ذکرِ اہلبیتؑ کی کہ جب بھی اہلبیتؑ کا تذکرہ ہوگا وہ ہمیں یاد آئیں گی وہ جنت البقیع کا تذکرہ بہت کرتی تھیں۔ جب میں ۱۹۷۹ میں پہلا حج کرکے آیا تھا تو انھوں نے سب سے پہلے بی بی فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی قبرِ مطہر اور جنت البقیع میں ائمہؑ کی قبروں کے بارے میں زاروقطار روتے ہوئے پوچھا تھا ہمارا جب کبھی بھی ان کے پاس جانا ہوتا تھا چاہے ان کے گھر کوئی تقریب ہی کیوں نہ ہو تذکرہ اہلبیتؑ کرنا ان کا فرضِ اولین ہوتا تھا اور غمِ حسینؑ میں بے حد گریہ وزاری ان کی خاص پہچان تھی۔

ان کی ذاکری کا سلسلہ ان کی ذات تک محدود ہو کر نہ رہا بلکہ ورثتاً ان کی اولاد میں منتقل ہوا ان کے بڑے بیٹے سید حسن رضا رضوی نے اسلامک اسٹڈیز میں ایم اے کرنے کے بعد پانچ برس تک "دار الحکمہ" نامی درسگاہ سے دینی تعلیم حاصل کی اور سات برس محفل شاہ خراسان میں امام جماعت کے فرائض انجام دیے۔ دوسرے بیٹے سید حیدر رضا رضوی بھی ذاکری کرتے ہیں۔ اور تیسرے بیٹے سید باقر رضا رضوی نے ایران کے حوزہ علمیہ سے تعلیم حاصل کی جو فاطمیہ ڈگری کالج میں لیکچرار ہیں۔ اور چوتھے بیٹے جعفر رضا جو عزاداری کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور ان کی نواسی سکینہ زہرا بھی ذاکری کرتی ہیں۔ پروردگار مرحوم کی تمام خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

ایک مثالی کردار ساز ذاکرہ

محترمہ نعیم فاطمہ کاظمی صاحبہ (چچازاد بہن)

بخدا میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں کہ میں مہربانو باجی کے بارے میں کچھ لکھ سکوں میرے خیال میں یہ وہ منزل ہے جہاں الفاظ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں ایک ایسی شخصیت کے بارے میں جو دل سے بہت قریب ہو اور اسے اپنا سب کچھ سمجھتے ہوں۔ میں نے بچپن سے انہیں مجالس پڑھتے ہوئے تقاریر کرتے ہوئے دیکھا اور سنا لیکن وہ صرف تقریر یا الفاظ کی غازی نہیں تھیں بلکہ ان کا ہر عمل دوسروں کو دعوت عمل دیتا تھا ان کی تقاریر خواتین کی کردار سازی کے لئے مشعل راہ ہوتی تھیں اور یہ حقیقت ہے کہ جو وہ کہتی تھیں اس پر پہلے سے عمل پیرا تھیں اس لئے ان کی زبان میں بڑی تاثیر تھی۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو انہیں دوسروں سے ممتاز کرتی تھی۔

رشتے میں وہ میری تایازاد بہن تھیں اور انہوں نے ہمیشہ بڑی بہن ہونے کا ثبوت دیا میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتی ہوں کہ مہربانو باجی کے سب سے چھوٹے بیٹے جعفر رضا میری سب سے چھوٹی بیٹی صبا کے شوہر ہیں جن کی تین بچیاں ہیں۔

اللہ تعالٰی میری نواسیوں اور مرحومہ کی پوتیوں کو بھی مرحومہ جیسی خوبیاں عطا فرمائے۔ دعا گو ہوں کہ پروردگار بحق محمدؐ و آل محمدؐ مرحومہ کے درجات میں اضافہ فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

ماں کا وجود رحمت پروردگار ہے

سیدہ انجم رضوی (بھتیجی)

مہر بانو...... پھپھو وہ ماں جس نے نام حسینؑ کی لوریاں دے کر اولادوں کی پرورش کی جس نے محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کی محبت کو دودھ میں پلایا جس کی اولادیں ہمہ وقت ذکر حسینؑ میں مصروف رہتی ہیں۔ جس خاندان کی زندگی کا مقصد ہی غم حسینؑ کی ترویج ہو جن کے فرزند مولانا سید حسن رضا، مولانا سید باقر رضا اور ذاکر اہلبیت سید حیدر رضا اور خادم فرش عزا سید جعفر رضا ہوں۔

وہ ماں جو خود بھی ذاکرۂ حسینؑ ہو اور ایک عزادار گھرانے کی سربراہ ہو اس کی موت نے پورے خاندان کو اداس اور افسردہ کر دیا ہے۔

مشفق و مہربان مہر بانو پھپھو نہایت خلیق ملنسار، خوش گفتار تھیں، اپنی ام گفتار میں بھی سوائے ذکر حسینؑ اور قول معصومینؑ کے کچھ نہ کہتیں۔ جب بھی ملتیں دعائیں دیتیں اور خیر و عافیت معلوم کر کے ازحد خوش ہوتی تھیں۔ دعاؤں کے ساتھ ساتھ ہمہ دم ذکر محمدؐ و آل محمدؐ کرتی تھیں۔ وہ اپنی ذات میں ایک فرد ہی نہیں بلکہ ایک روحانی تربیتی ادارہ تھیں۔ دلوں کو محمدؐ و آل محمدؐ سے شاد کرتیں۔ ان کا ایک خاص جملہ ہمیشہ کانوں کو بھلا لگتا تھا۔

''خوشا نصیب ہیں وہ لوگ جو ذکرِ حسینؑ کرتے ہیں اور زائر حسینؑ ہیں'' میری بچپن سے ہی ان سے بہت قربت رہی وہ ہمیشہ میرے کام کو سراہتیں ان کی بزرگانہ شفقتوں، نصیحتوں اور مشوروں کا میری تربیت اور کردار سازی میں بڑا دخل ہے وہ میرا Role Model بھی تھیں۔

ان کا دیا ہوا ایک انمول تحفہ جو انہوں نے میری شادی پر ''رخصتی'' نظم تحریر کی تھی میرے کمرے

میں آج بھی آویزاں ہے۔ جس کو دیکھ کر ان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

مرحومہ ذاکرہ حسینؑ کے ساتھ ساتھ ایک بہترین شاعرہ بھی تھیں جب بھی ملتیں تو اپنے لکھے ہوئے اشعار میرے والد صاحب جناب اقبال کاظمی کو ضرور سناتیں۔

مہربانو پھپھو کی موت سے جو خلا ہوا ہے وہ اب شاید ہی پُر ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جوارِ ائمہ معصومینؑ میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے خانوادے کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

آمین

دار فانی کو چھوڑ کر انجم
مہربانو نے خلد کی آباد
لب پہ اہلِ عزاء کے ہے جاری
نعرۂ مہربانو زندہ باد

مجلس ان کی زندگی تھی

عندلیب زہرا (بیٹی)

یوں تو ہر ماں اپنی بیٹی کا ساتھ دیتی ہے لیکن امی نے جس انداز سے آخری سانس تک میرا ساتھ دیا میں اس کا عشر عشیر بھی ادا نہیں کر سکتی۔ میری اولاد پر پوری توجہ دی ان کی اچھی تعلیم و تربیت کا خیال رکھا۔ اور دنیا سے جاتے جاتے میری بیٹی سکینہ زہرا کی شادی کا سارا کام انجام دیا۔ ہمیشہ آئمہ معصومینؑ کے اقوال سنا سنا کر روح کی تازگی کی باتیں کیں میرے تینوں بچوں نے بھی جب سے آنکھ کھولی میری امی ہی کو اپنی ماں سمجھا اور ان کے انتقال نے میرے بچوں کے دل پر ایسا گہرا اثر چھوڑا کہ وہ خاموش ہو گئے۔

ہر لمحہ یاد آتی ہیں نظروں کے سامنے رہتی ہیں ان کا باتیں کرنا دلجوئی اور قدر دانی کرنا اچھی اچھی نصیحتیں کرنا' ہر بات سمجھانا محبت و شفقت کرنا' میرا روز انتظار کرنا' مجھے محفلوں میں اپنے ساتھ رکھنا سکون قلب کا باعث تھا۔ ان کے جملے مجھے یاد آتے ہیں کہتیں کہ "ہم تو کھلی کتاب ہیں" اگر کبھی کسی سے تکرار ہو جاتی تو کہتیں کہ ہم تو چراغ سحر ہیں ہماری صورت کو ترس جاؤ گے۔ آخری چند سالوں میں بیماری کی وجہ سے اکیلے کہیں نہیں جا سکتی تھیں تو میں ہر جگہ ساتھ جاتی تھی۔ چاہے کتنی طبیعت خراب ہو وہ مجلس میں جانے سے نہیں گھبراتی تھیں وہی ان کی زندگی تھی ہر ملنے والا چاہے اہل محلہ ہو چاہے عزادار سب بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بخاری صاحب کے گھر (محلہ میں) تابوت کی سالانہ مجلس پڑھنے کے بعد ان سے جتنی خواتین بھی کہتی تھیں ایک ایک کر کے سب کو گروی کرتی تھیں۔ جہاں بھی جاتی تھیں میں دیکھتی تھی کہ لوگ ان کو بہت عزت دیتے تھے جیسے کسی پیر و مرشد کے قریب لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان میں بلا کی سادگی تھی اکثر لوگ

اصرار کرتے تھے کہ آپ کرسی پر بیٹھ جائیں تکیہ لگالیں یا کشن لگالیں لیکن وہ ان سب کو منع کر دیتی تھیں وہ بہت سمجھدار اور باشعور خاتون تھیں۔ بڑے بڑے مسائل کو باتوں ہی باتوں میں حل کر دیتی تھیں اسی طرح وہ بڑی بڑی باتوں کو درگذر بھی کر دیتی تھیں خاندان میں کہیں بیٹھے ہیں اور کسی نے انہیں نظر انداز کیا تو وہ خود اسے پکار کر کہتیں کہ بھئی کیا بات ہے آج تم نے ہمیں سلام نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے اوپر ظاہری عزت کا خول نہیں چڑھایا تھا اسی لئے ان کے لئے بہت سی باتیں آسان تھیں خاندان میں کسی کو بھی اگر کوئی خوشی نصیب ہوتی یا کوئی غم ہوتا تھا تو چاہتا تھا کہ سب سے پہلے انہیں بتائے۔ سب سے خلوص و محبت سے ملتی تھیں۔ لوگوں کو اہمیت دیتی تھیں دوسرے کی بات توجہ سے سنتی تھیں۔

ان کا انتقال اتنا اچانک ہوا کہ رات کو جب ہم لوگ باتیں کر رہے تھے تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صبح ایسا ہو جائے گا وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ جب طبیعت خراب ہوئی اور ہسپتال جا رہی تھیں تو اس وقت پاپا سو رہے تھے تو بات نہ ہو سکی۔ البتہ یہ کہہ کر گئیں کہ اپنے پاپا کا خیال رکھنا۔ لیکن جب گئیں تو اس وقت پاپا سے بات نہ ہو سکی پاپا کو بھی حسرت ہے بار بار پوچھتے ہیں۔

امی کے بعد سب کچھ اندھیر نظر آتا ہے ایسا لگتا ہے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں ہے۔ کتنی ہی سخت پریشانی کیوں نہ ہو لیکن ان سے مل کر ساری پریشانی ختم ہو جاتی تھی ان کے الفاظ میں زبان میں بڑا اثر تھا۔ پورے خاندان کی رونق تھیں بات کرنے میں پہل کرتی تھیں' نہیں معلوم کتنی لڑکیوں کے فون آتے تھے کوئی کہتی ہمیں فضائل بتا دیں کوئی کہتی آج مجلس پڑھنی ہے مصائب کا جوڑ کیسے لگائیں۔ ہر ایک کو لکھوانا سب کچھ بتانا وہ کہتی تھیں کہ یہ سب اشاعت دین ہے۔ ہمیں اللہ نے موقع دیا ہے تو ہم کیوں نہ بتائیں کتابوں میں اپنے کو مصروف رکھتی تھیں۔ ان کے جانے سے پورے ماحول پر اداسی چھا گئی' وہ ہماری ساری آرزوئیں اور تمنائیں پوری کرتی تھیں۔ ان کے بعد گھر قبرستان لگنے لگا ہے۔ میرا تو سب کچھ وہی تھیں میں بالکل ٹوٹ گئی میری تنہائی اور وحشت بڑھ گئی۔

انہیں میری فکر زیادہ تھی کہ عندلیب میرے بعد تمہارا کیا ہوگا.........

مہربان شخصیت...... میری تائی امی

سیدہ پروین زہرا رضوی

ابھی تو آئی ہوں میں لحد میں حواس اپنے بجا تو کرلوں
میرے سرہانے علیؑ کھڑے ہیں ذرا سلام و دعا تو کرلوں
فرشتو ٹھہرو قسم خدا کی ابھی بتاتی ہوں پوچھ لینا
ملی نگاہیں علیؑ سے میری قضائے عمری ادا تو کرلوں

زندگی کیا ہے ایک جہد مسلسل انسان کیا وقت کا پنچھی
وقت کیا ہے سب سے تیزی سے گزرنے والی شے اور موت اٹل حقیقت

میری تائی امی (ذاکرہ مہربانو) نے اپنی انتھک محنت سے جو اپنا مقام بنایا عشقِ حسینیؑ میں سرشار ہوکر ایک مشہور و معروف ذاکرہ بن گئیں۔ کئی ممالک میں مجالس پڑھیں۔ ان کے مجلس پڑھنے کا انداز "منفرد" انداز تھا۔ مجلس میں وہ ضروریات زندگی کے مسائل کے لئے دعائیں بھی بتاتی تھیں اور آخرت کے لئے بھی۔ ان کی تمام زندگی کی سرگرمیوں پر نظر ڈالیں تو ہم کو صرف اور صرف مجلس حسینؑ سے وابستگی نظر آتی ہے اسی جذبے حسینؑ سے سرشار ہو کر ان کی اولاد کو ورثے میں ذاکری ملی۔ ان کے بیٹے حیدر رضا، باقر رضا، حسن رضا ماشاءاللہ بہت قابل ذاکرین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم میں اضافہ فرمائے۔ آمین

تائی امی (مہربانو) بہت محبت کرنے اور ہمدردی کرنے والی نہایت شفیق شخصیت تھیں۔ ان کا ہر دلعزیز اور پرخلوص چاہت کا انداز ہی جداگانہ تھا۔ جب ان کی یاد آتی ہے دل غمزدہ ہو جاتا ہے خاندان میں سب ہی کو عزیز تھیں سب کی محبت کا مرکز تھیں ان کی محبتوں کا قرض ہم صرف اور صرف "سورۂ فاتحہ" پڑھ کر ہی ادا کر سکتے ہیں۔

ان کی بھرپور زندگی مجالس پڑھ کر گزری ان کے بیٹے جو ذاکرین ہیں تائی امی کی تربیت کا ثمر

ہیں ۔ انتہائی عبادت گزار ہستی ان کی چاہت کا انداز ہی نرالہ تھا۔ وہ اپنے بچوں کے لئے بہترین ماں جس کی مثال نہیں ملتی۔ خدا ان کو جنت فردوس میں بلند مقام عطا فرمائے ۔(آمین ثم آمین)

سادگی ان پر ختم تھی

شبانہ (بھانجی)

مہربانو خالہ سے میرے والد اور والدہ دونوں کی قریبی رشتہ داری تھی ہم نے ہوش سنبھالا تو سگی خالہ اور سگی پھوپی کی طرح پایا۔ انہوں نے زندگی انتہائی سادگی سے بسر کی۔ جو نصیب ہوا پہن لیا' جو میسر آیا کھا لیا۔ یوں سمجھیں کہ سادگی ان پر ختم تھی۔ یہ اور بات ہے کہ محفل میں چاہے وہ کہیں بھی بیٹھ جائیں سب ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ دوسروں کی خوشی میں خوش اور ان کے غم میں غمزدہ نظر آتیں۔ یہ خاص بات صوفیت کی ان میں تھی کہ کسی شادی میں جانا ہوتا تو اتنا خوش ہوتی تھیں کہ اس گھر کے افراد بھی اتنے خوش نظر نہ آتے تھے اور اگر کسی کی موت میں جانا ہوتا تو مرنے والے کے اپنے گھر والے بھی اتنے غم والم کی کیفیت سے دوچار نہیں ہوتے تھے کہ جو کیفیت ان پر طاری ہوتی تھی دل کی گہرائیوں سے خوشی اور غم کا تاثر ان کی فطرت میں شامل تھا۔ ان سے سب اپنے دل کی باتیں کہتے تھے۔ ان کے سامنے لوگ آپس کے اختلافات یا مسائل بیان کرتے وہ ہر ایک کی بات کو پوری توجہ کے ساتھ سنتیں پھر فیصلہ دیتیں اسی طرح اپنے گھر اور بچوں کی دیکھ بھال کرتیں۔ اس قابل اپنی اولاد کو دیا کہ انہیں معاشرے میں لوگ اچھے نام سے جانتے پہچانتے ہیں اور اچھے ذاکروں میں شامل ہیں نیکی کی طرف لوگوں کو راغب کر رہے ہیں۔

ان کی آخری رات کو میں اور عندلیب (ان کی بیٹی) خالہ سے سب گھر والوں کی باتیں کرتے رہے رات کو چار بجے تک باتیں ہوتی رہیں ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ کچھ تھوڑی سی تکلیف انہیں محسوس ہوئی تو ہم نے کہا کہ خالہ آپ آرام کر لیں ہم لوگ یہاں سے اٹھ جاتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ارے بی بی نیند کسے آتی ہے یہاں تو اب یہی ہو گیا ہے کہ دوائیاں کھا کھا کر سوتے ہیں پھر

انہوں نے اپنی دوا لی اور سو گئیں پھر ہم لوگ دوسرے کمرے میں آ گئے تھوڑی دیر میں ان کے نواسے ضامن نے دیکھا کہ ان کی طبیعت خراب ہو رہی ہے اس نے چیخ کر ہم لوگوں کو آواز دی ہم نے دیکھا کہ سانس اکھڑ رہی ہے۔ ان کا چھوٹا بیٹا فوراً ڈاکٹر کے ہاں لے گیا ایمبولینس میں کہہ رہی تھیں کہ اب ہم چلے بس میں نے کہا کہ ابھی تو آپ کو ضامن اور حسین کی شادی کرنی ہے۔

کہنے لگیں وہ تو سب اب تم لوگ کرو گے ہمارا بلاوا تو پہلے ہی آ چکا تھا لیکن ہم نے مہلت مانگ لی تھی۔ کچھ لمحوں میں ان کا دم نکل گیا۔ اور ہم سب ہمیشہ کے لئے ایک مخلص اور ہمدرد دوستی سے محروم ہو گئے۔

خداداد صلاحیتوں کی مالک صاحبِ معرفت ماں

سید حسن رضا رضوی (بیٹا)

وہ پیدائشی ذاکرہ جن کی وجہ خلقت ذاکری تھا زندگی کا جزولاینفک ذاکری حاصل حیات ذاکری مآل زندگی ذاکری جن کا اوڑھنا بچھونا ذاکری زندگی کا شعار و معیار ذاکری جینا مرنا ذاکری یہی وجہ ہے کہ کراچی کے اس کونے سے لے کر سات سمندر پار کتنے ممالک میں اس ذکر کی بدولت اپنی زندگی کو چار چاند لگائے۔ ذکر حسینؑ کو اپنی روح میں اس انداز سے راسخ کیا کہ ذاکری اور عمر یا تو ایک ہی چیز کے دو الگ الگ نام محسوس ہوئے۔

عام زندگی میں ان کے نزدیک یونہی خالی بیٹھنے یا کسی اور کام میں وقت گزارنے سے کہیں زیادہ بہتر یہ تھا کہ کیوں نہ مجلس پڑھی جائے اس لئے ان کی زندگی میں شاذ و نادر ہی کوئی ایسا دن آیا ہو کہ جس دن انھوں نے کوئی مجلس یا میلاد نہ پڑھا ہو بقول شبیر جعفری صاحب مرحوم کے

چالیس ہی دن کیا تھے مقدور اگر ہوتا
ماتم شہ والا کا ہر روز کیا کرتے

اور اسی طرح ہمارے مخلص دوست حیدر رضا صاحب کے والد محترم شاعر اہلبیتؑ نازش رضوی مرحوم کا شعر ہے۔

مخصوص کیجئے نہ کوئی دن امام کا
ہر یوم ہے حسین علیہ السلام کا

ذاکری کے ساتھ انھیں شاعری سے خاص لگاؤ تھا اور ذوقِ شاعری کی وجہ سے اچھے اشعار کی داد کھول کر دیا کرتی تھیں، ذہن تیز ہونے کی وجہ سے انھیں ہر چیز بہت جلدی یاد ہو جایا کرتی تھی۔ لاتعداد اشعار انھیں زبانی یاد تھے۔

جس میں میر انیسؔ، مرزا دبیرؔ، نسیم امروہوی اور استاد قمر جلالوی کے اشعار زیادہ ہوتے تھے۔ دوران مجلس فضائل اور مصائب میں اکثر برمحل اور موقعہ کی خاص مناسبت سے اشعار پڑھتی تھیں انھوں نے کبھی دوران مجلس کوئی پرچہ یا کاغذ ہاتھ میں نہیں لیا حتیٰ کہ اگر کسی مجلس کا اعلان بھی کہیں کرنا پڑا تو انھوں نے زبانی اعلان کیا انھیں موضوع کو پھیلانے یا مختصر کرنے پر بڑی مہارت حاصل تھی۔ اور خصوصاً مصائب پڑھنے میں جو ملکہ انھیں حاصل تھا اسے تمام سینئر ذاکرات تسلیم کرتی تھیں۔ لیکن یہ سب کچھ انھوں نے کسی سے سیکھا نہیں تھا یا کسی نے انھیں یہ سب سکھایا نہیں تھا۔ بلکہ یہ خداداد صلاحیتیں تھیں جن پر انھیں فخر و ناز تھا لیکن فخر سے کہیں زیادہ زبان پر شکر الٰہی ہوتا تھا۔

زندگی میں بڑے نشیب و فراز اتار چڑھاؤ آئے لیکن انھوں نے انتہائی صبر و شکر سے ہر مرحلے کو طے کیا سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ توکل ان کا سرمایہ تھا۔

وہ اپنی مجالس میں امام حسینؑ کے وہ اقوال پڑھتی تھیں جس میں اللہ پر بھروسہ اور توکل کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ ایک ذاکرہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک دلیر شجاع خاتون بھی تھیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کی زندگی میں قوم کا کوئی احتجاجی مظاہرہ ہوا ہو اور انھوں نے اپنی اولاد کو اس میں نہ بھیجا ہو۔

ذاکری سے شغف ہونے کی وجہ سے میرا ان سے دوہرا رشتہ تھا پہلا مادی اور دوسرا روحانی، مادی رشتہ تو وہی جو ہر بیٹے کا اپنی ماں کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسرا روحانی رشتہ یہ کہ میں نے انھیں ہمیشہ بڑی صاحب معرفت ذاکرہ حسینؑ کی نگاہ سے دیکھا۔ میرے اور امی کے درمیان ہمیشہ روحانی رشتہ کا پلڑا بھاری رہا۔ خدا شاہد ہے یہی وجہ ہے کہ مجھے ہر لمحہ باقاعدہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ اور ہر پل ہر معاملے میں میری رہنمائی کرتی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہمیشہ وہ روحانی طور پر میری رہنمائی کرتی رہیں گی ان کی رحلت سے لے کر اب تک مادی طور پر جدائی کی کسک اور بےقراری اور جگہ ایک اٹل حقیقت ہے ایک ہوک سی ہے جو بار بار اٹھتی ہے۔ مجھے ان کے انتقال کے بعد سے وہ کئی بار خواب میں نظر آئیں۔ اور جب بھی وہ نظر آئیں اتنی خوش نظر آئیں میں دیکھتا رہا اور سوچتا رہا لیکن میری ہمت نہ پڑی کہ میں ان سے کہوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

وہ ہر ملنے والی کی بات کو بڑے غور و خوض سے سنتی تھیں دوسرے کے غم اور خوشی کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محسوس کرتیں اس انداز سے کہ پریشان حال اپنی پریشانی ان کے سامنے بیان کر کے اپنے آپ کو ہلکا محسوس کرتا تھا۔ جیسے اسے اپنی تمام مشکلات کا حل مل گیا ہو ذاکری کے علاوہ یہ ایک ایسی بیش بہا خوبی تھی جس سے وہ نا معلوم کتنے لوگوں کی منظور نظر تھیں اور پھر ان تمام تجرباتی اور مشاہداتی باتوں کو وہ اپنی تقریر کا موضوع بناتی تھیں۔ ایسی تقاریر جو لوگوں کے گھریلو و خاندانی مسائل کا حل ہوں اور ساتھ ہی ان مطالب میں اہلبیت اطہارؑ کے فضائل کے گوشے بھی ہوں یہی وجہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد کتنی خواتین نے خاص کر ان خواتین نے جو عمر میں ان سے بڑی ہیں۔ یہ جملہ بار بار کہا کہ اب ہم اپنی پریشانی اور اپنا درد کسے سنائیں گے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو اپنا ہو قابل غور ہے یہ بات کہ جن لوگوں کی زبان پر یہ جملے آئے۔ ان کے کئی کئی اولادیں موجود ہیں۔ بہت سے رشتہ دار ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ وہ اتنا منہمک ہو جاتی تھیں۔ کہ ہر ایک یہ سمجھتا تھا۔ کہ وہ سب سے زیادہ قریب اسی سے ہیں۔

اپنے خاندان میں وہ بڑوں چھوٹوں سب کی توجہ کا مرکزی اور محور تھیں ان کا کمال یہ تھا کہ لوگ اپنا دکھ درد اپنے سینے کے راز اور دردِ دل اپنی اولاد اپنے ماں باپ بھائی بہنوں کی نا چاقی اور اختلافات سب کچھ بیان کرتے تھے۔

انھوں نے تنگدستی میں بسر کی دال روٹی اور ٹوٹے پھوٹے میں گزارا کیا کیونکہ انھیں ہر آن یہ خیال رہتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس دنیا سے اس حال میں جائیں کہ کسی کے مقروض ہوں اس لیے انھوں نے زندگی میں کسی کا احسان یا کسی کا قرضہ باقی نہیں رکھا سب چکا دیا۔ انھوں نے خصوصیت سے اپنے لیے یہ دعا کی کہ پروردگار ایسا پاکیزہ دل دے کہ ہر ایک کی ناگوار بات کو برداشت کرسکوں انھوں نے اپنی ذات کے بڑے بڑے دشمنوں کو معاف کر دیا پروردگار نے انھیں بڑے حوصلے سے نوازا تھا۔ ان میں برداشت کا مادہ بہت تھا۔ اگر انھیں برداشت کی ملکہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ وہ ایک عملی شخصیت کی مالک تھیں وہ محنتی جفاکش اور با مشقت زندگی گزارنے والی تھیں۔ ان کا ہر انداز فطری تھا ان کی گفتگو بڑی سحر انگیز پر مغز، اور پر اثر انداز دلوں میں اتر جانے والا انداز محسور کن دل لبھانے والی بلکہ دل جیتنے والی گفتگو گفتار کی بے

پناہ طاقت سے مزین لیکن لہجہ میں بلا کی مٹھاس تھی وہ رکشہ ڈرائیور ہو یا جمعدار ہر ایک کو بھیا کہہ کر مخاطب کرتی تھیں سلام کرنے میں پہل کرتی تھیں۔ اور اگر انھیں یہ اندازہ ہو کہ خاندان میں کوئی مجھے نظر انداز کر رہا ہے تو وہ خود کہتیں کہ کیا بات ہے آج تم نے ہمیں سلام کیوں نہیں کیا۔

اہلبیتؑ کی حقیقی معرفت حاصل کی موت کی ہر لحہ تمنا کی ہرگز انھیں خوف موت نہ تھا۔

ذکر حسینؑ کی راہ میں ہر مشکل کو گلے سے لگایا ہر مصلحت کو پس پشت ڈالا اور اس سلسلے میں میرے والد کا اور بھائیوں، بہن کا بھرپور تعاون ان کے ساتھ رہا۔

مجھے بڑی خواہش کے ساتھ انہوں نے حج کے لیے روانہ کیا اور میں مکہ معظمہ میں قیام کے دوران ۸ ذالحجہ کو صبح (جبکہ کراچی میں ۶ ذی الحجہ تھی) نماز فجر کے وقت میرے چھوٹے بھائی کا فون آیا کہ بھائی صاحب امی کی طبیعت خراب ہے دعا کریں ہسپتال میں داخل ہیں تقریباً ہر دو ماہ بعد انکی طبیعت خراب ہوتی رہتی تھیں۔ لہٰذا کچھ دیر گزرنے کے بعد میں نے فون کیا معلوم ہوا سب ہسپتال میں ہیں اماں کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ پھر میں نے تقریباً ۱۰ بجے فون کیا جس پر میرے چھوٹے بھائی نے اندوہناک خبر سنائی کہ "بھائی صاحب امی کی ڈیتھ ہو گئی" بظاہر یہ چھوٹا سے جملہ ہے لیکن یہ کتنی اندوہناک خبر تھی جس کا کبھی تصور و گمان بھی نہ کیا تھا۔ یہ جملہ شاید پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ میری ایک دردناک چیخ بلند ہوئی اور اس کے ساتھ لگتا تھا کہ آنسوؤں کا سمندر بہہ گیا میں اس وقت مکہ میں تھا دو دن اور دو راتیں رو رو کر گزارا۔

لمحوں میں ان کی زندگی کا ہر لمحہ ہر انداز ہر احساس شفقت و محبت غرض ان کی زندگی کا ہر ہر پہلو نظروں میں پھر گیا۔

ان کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ یا یوں کہوں کہ زندگی کی نیکیوں کا اثر تھا کہ جب کعبہ کے طواف میں مغرب کے وقت سارے قافلے جمع ہوئے حالت احرام میں تکبیہ پڑھ رہے تھے منیٰ اور عرفات روانہ ہونے کے لیے (اس وقت ہم نے مختلف قافلوں کو اپنی والدہ ذاکرہ مہربانوں کے انتقال کی خبر دی۔ کیونکہ نصف صدی سے زیادہ کا طویل عرصہ انھوں نے ذاکری کرتے ہوئے گزارا تھا۔ لہٰذا کراچی سے

ہمارے کسی قافلے کی کوئی خاتون ایسی نہیں تھی جو انہیں جانتی نہ ہو۔ لہٰذا ہم سب لوگوں نے مقام ابراہیم پر کعبہ کے سامنے اس وقت کہ جب طواف ہو رہا تھا نماز وحشت قبر ادا کی۔ واضح رہے کہ اسی زمانے میں محفل مرتضیٰ سے ایک قافلہ زیارات کے لیے کربلا معلیٰ گیا تھا اس قافلے نے روضۂ امام حسینؑ پر ان کی نماز وحشت قبر پڑھی۔ فاتحہ خوانی ہوئی اور اسی طرح مکے میں بھی ایصالِ ثواب کی مجالس مختلف قافلوں نے منعقد کیں۔ عرفات اور منیٰ میں مرحومہ کا ذکر خیر ہوتا اور ان کے لیے مومنین کا دعا کرنا ایک اعزاز ہے۔ مولانا شبیر میثمی، مولانا حسین مسعودی، مولانا عون نقوی، مولانا غلام رضا روحانی مولانا محمد رضا داؤدانی، مولانا مجیر میثمی مولانا محمد علی نقوی مرحوم آل محمد رزمی اور مختلف قافلوں کے خواتین و حضرات نے مجھ سے تعزیت کی اور خصوصیت سے دوسرے دن جب ہم عرفات میں جمع تھے وہاں کئی کئی قافلے اور کاروان ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ جہاں مجالس اور اس دن کے خاص اعمال ہوتے ہیں بڑا روح پرور منظر ہوتا ہے۔ اور خصوصیت سے عرفات کی بڑی مجلس میں جہاں کئی بڑے قافلے موجود تھے مجلس کے دوران مولانا مرزا صادق حسن صاحب نے یہ فرمایا کہ کل کراچی میں مشہور و معروف اور قدیم ذاکرہ مہریا نو کا انتقال ہو گیا۔ اور انھوں نے مزید فرمایا کہ میں نے اب سے چالیس برس پہلے مہریانو صاحبہ کی مجالس سنیں اور انھوں نے پوری زندگی ایک اندازے کے مطابق ایک لاکھ مجالس سے خطاب کیا۔ مولانا صاحب نے مجلس کے دوران سورۂ فاتحہ پڑھائی گئی اور یہ دعا کرائی کہ پروردگار مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جوار آئمہ معصومین میں جگہ عطا فرما۔ آمین۔

ہمارا فخر و ناز......مہربانو پھپھو

ذاکرہ محبوب بانو (بھتیجی)

مہربانو پھپھو جو میرے پاپا کی خالہ زاد بہن تھیں اس رشتے سے وہ میری پھوپھو ہوئیں۔ مگر میران کا ایک اور رشتہ بھی تھا جو کہ استاد کا تھا۔

منبر تک پہنچانے والی منبر کا تعارف کرانے والی وہی ہستی تھیں۔

ایک زمانہ تھا جب ہماری عزاداری ساتھ ہوا کرتی تھی۔ دن میں 12 بجے مجلس ہوا کرتی تھی پھوپو عشرہ پڑھتی تھیں منبر پر جانے کے لئے وہ رباعی پڑھوایا کرتی تھیں۔

منبر کا تعارف کرایا تو انہوں نے پھر ذاکری کے لحاظ سے چند چیزیں جو ان کی بتائی ہوئی ہم ساری زندگی یاد رکھیں گے۔

وہ کہتی تھیں کہ مجلس پڑھنے کو کون کہہ رہا ہے فرش کس نے بچھایا ہے تم صرف یہ دیکھو کہ مجلس کس کی ہے۔ فرش کس کا ہے مجلس پڑھوانے والا جب بھی تم سے کہے تو منع نہ کرو۔ اگر وقت نکال سکتی ہو تو ضرور نکالو منع نہ کرو۔

آج ہم جو کچھ بھی ہیں ان ہی کی وجہ سے ہیں۔ اکثر یہ ہوا کہ میں مصائب پڑھ کر اترتی ہوں اور کسی نے آگے بڑھ کر کہا آپ مہربانو کی کون ہیں۔ میرا یہ کہنا وہ میری پھوپو ہیں تو یہ کہنا کہ ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے۔

یہ ہمارے لئے بڑے فخر کا باعث ہوتا ہے۔

ایک دن میں ایک جگہ مجلس پڑھنے گئی صاحب خانہ لینے کے لئے آئیں میں وہاں گئی کمرے میں بٹھایا مجلس شروع ہونے میں کچھ دیر تھی۔

میں نے سنا کہ مائک پر اعلان ہو رہا تھا۔ مجلس شروع ہونے والی ہے مہر یا تو صاحبہ خطاب کریں گی۔ یہ اعلان کئی بار ہوا میں پریشان اگر یہاں پھوپھو کو مجلس پڑھنی ہے تو یہ مجھے کیوں لے آئیں۔ میں نے صاحبہ خانہ کو بلایا اور پوچھا یہاں مجلس کون پڑھے گا کہنے لگی آپ۔ میں نے کہا یہاں اعلان تو پھوپھو کا ہو رہا ہے۔ وہ ہنس کر کہنے لگیں اوہ! اسوری آپ دونوں کا نام بہت ملتا جلتا ہے اس لئے اعلان غلط کر دیا۔ جب میں نے یہ بات پھوپھو کو بتائی تو وہ بہت ہنسیں اور یہ جملہ کہا۔

بی بی یاد رکھنا منبر پر وہی جاتا ہے جس کو بی بی طلب کرتی ہیں ہماری کیا حیثیت ہے ہماری کیا طاقت ہے جو ہم منبر پر جائیں یہ تو بی بی کا احسان ہے کہ وہ بلائیں اور ہم جائیں۔

ہم ان پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

چاہت و محبت کا وہ سمندر تھیں جس کی خاندان میں مثال نہیں ملتی۔ ہر ایک کو اپنا سمجھنا' ٹوٹ کر چاہنا ہر ایک کے کام آنا' مجلس کے بعد پڑھنے والی کی تعریف کرنا۔

چہرے پر نظر ڈال کر مسکرانا بڑوں کو جھک کر سلام کرنا ان کی زندگی کا مقصد ذکر حسینؑ کرنا' کبھی کسی کو مجلس کے لئے منع نہ کرنا' ایک زمانہ تھا جب ایک دن میں 10 مجلس پڑھنا ان کا ریکارڈ تھا۔ ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ جو اپنی نشانیاں اس طرح چھوڑ جاتے ہیں جن کو بھولنا بھی چاہو تو نہ بھول پاؤ۔

یوں تو دنیا میں سب ہی آئے ہیں جانے کیلئے
موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

مہر یا تو پھوپھو جو مہربانیوں کا مرکز محبتوں کا محور' جن کے پاس بیٹھ کر ہر ایک کا ہر غم دور ہو جاتا تھا۔ خدا گواہ ہے اس سال یکم جمادی الثانی 6 جون کو جب میری امی کا انتقال ہوا تو مجھے مہر یا تو پھوپھو بہت یاد آئیں جہاں اتنے لوگ گلے لگانے والے تھے مگر میرا دل چاہتا تھا کہیں سے مہر یا تو پھوپھو کا سینہ مل جائے اور میں گلے لگ کر سینے پر سر رکھ کر بہت روؤں۔

دوسروں کا غم دور کرنے والی وہ ہستی جو ہمیں غم حسینؑ کرنے کا طریقہ سکھا تیں' وہ ہستی جو کہ

جب بھی کوئی بھی فرشِ عزا پر بیٹھے گا تو نظریں تلاش کریں گی دل ڈھونڈے گا مہر پانو پھوپھو جن کو کبھی نہیں بھلایا جا سکتا۔

سال ہا سال گزارنے کے بعد بھی فرشِ عزا اور منبر سے ان کی یاد تازہ رہے گی۔ مانا کہ وقت اور حالات ہم سے بہت کچھ چھین لیتے ہیں مگر یاد وہ عظیم سرمایہ ہے جسے کوئی نہیں چھین سکتا۔

یہ ٹھیک ہے کہ کوئی مرتا نہیں جدائی میں
مگر کسی سے کسی کو خدا جدا نہ کرے

زندگی میں کتنے لوگ بچھڑ جاتے ہیں مگر کچھ شخصیتیں ایسی ہوتیں ہیں جن کو کبھی نہیں بھلایا جا سکتا۔

مہر پانو پھوپھو ایسی ہی ایک شخصیت ہیں جن کو کبھی نہیں بھلایا جا سکتا۔ اور اس کی بڑی وجہ فرشِ عزا اور منبر ہے۔ ذکرِ حسینؑ کا صدقہ ہے۔

سالہا سال گزرنے کے بعد بھی جب بھی کسی منبر پر نظر پڑے گی ان کی یاد تازہ ہوگی۔ ان کے چاہنے والوں کی ان سے محبت کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد ہے۔ میں ان لوگوں سے بس اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ جب بھی ان کی یاد آئے جب بھی کبھی منبر پر نظر پڑے اور خیال آئے کہ وہ یہاں ہوتی تھیں۔ تو برائے مہربانی منبر پر ہاتھ رکھ کر ان کے لئے ایک سورۂ فاتحہ ضرور پڑھ دیں۔ یہی ان کی محبتوں کا قرض ہے۔ جو آپ کو ادا کرنا ہے۔

باتیں ان ہی کی یاد آتی ہیں
جب بھی میں کلام کرتی ہوں
ان کی چاہت کا قرض ہے مجھ پر
ان کا میں احترام کرتی ہوں

ماں سے زیادہ چاہنے والا کوئی نہیں

سید حیدر رضا رضوی (بیٹا)

تین حروف پر مشتمل "ماں" کا لفظ اپنے دامن میں بے پناہ وسعتوں کو سمیٹے ہوئے ہے خالق دو جہاں نے ماں کی شفقت کو اپنی ربوبیت کے نور سے ایسی جلا بخشی ہے کہ اس کی تعریف و توصیف بیان کی ہی نہیں جا سکتی۔

انسان اپنی زندگی کے بیشتر حصے میں اپنی ماں کا قرضدار ہے کیونکہ یہ ماں ہی ہوتی ہے جو بچے کے جسمانی' روحانی' اخلاقی' عملی غرض کہ زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں سوچتی ہے اور فکرمند رہتی ہے۔

آج میری ماں تو نہیں ہے لیکن مجھے وہ وقت یاد آتا ہے کہ جب میں امتحان دینے کے لئے جاتا تھا اور کئی گھنٹوں کے بعد گھر واپس آتا تھا تو وہ بتاتی تھیں کہ تم جتنی دیر امتحان دیتے رہے میں اتنی دیر تک قرآن کی تلاوت کرتی رہی تا کہ خدا تمہاری مشکل آسان کر دے۔

واقعا سچ کہا مولانا محمد علی جوہر نے کہ "دنیا کی سب سے حسین شے ماں اور صرف ماں ہے" اور حق کہا مولانا حالی نے کہ "ماں کی محبت حقیقت کی آئینہ دار ہوتی ہے" اور خوب کہا ملٹن نے کہ "آسمان کا بہترین اور آخری تحفہ ماں ہے" اسی طرح فردوسی کا یادگار قول "اگر مجھ سے ماں چھین لی جائے تو میں پاگل ہو جاؤں گا"۔

ماں اور ایسی ذاکرہ عزادار ماں۔ جس کی خوش عقیدگی کا عالم یہ تھا کہ جب میں نے پہلی مرتبہ اپنی تنخواہ لا کر ان کے ہاتھ میں دی تو انہوں نے اس میں سے سوائے اس کے کچھ نہیں کیا کہ ان پیسوں

میں عزاخانہ کیلئے چاندی بنوائی۔

دنیا کا آزمایا ہر شخص مطلبی ہے

بے لوث اس کی ممتا کچھ بھی نہ مانگتی ہے

جب میری شادی ہوئی تو سب سے پہلے مجھے اور میری بیوی کو عزاخانہ کے سامنے لے جا کر محمدؐ وآل محمدؐ کی شان میں قصیدے پڑھے اور فروغ عزاداری کی تلقین کی۔ ان کا عظیم تر حوصلہ تھا کہ ہم سب کے دکھ درد کو سمیٹ کر ہمیں آرام دیا۔ خدا انہیں ہمیشہ سکون وچین عطا فرمائے۔ آمین

ذکرِ مولا کے سبب

مولانا سید باقر رضا رضوی (پٹنا)

ایک انسان دنیاوی زندگی میں اپنی جن صلاحیتوں کے سبب مشہور ہوتا ہے وہی صلاحیتیں اس کی "وجہ شہرت" کہلاتی ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ وہ انسان کتنا خوش نصیب ہوگا' جس کی وجہ شہرت ذاکرِ اہل بیت ہونا' زائر ائمہ معصومینؑ ہونا اور عزادار مظلوم کربلا ہونا ہو۔

ذرا غور کیجئے ان تینوں اسباب شہرت میں جو چیز مشترک ہے وہ محبت محمدؐ و آل محمدؐ کی فضیلت میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے تمہارے دلوں میں ہماری محبت پیدا کی ہے جیسا کہ مرزا وحید عباس نے اس قول معصومؑ کو شاعرانہ انداز میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ

اللہ اس فقیر کو گر اختیار دے
دنیا علیؑ کے نام پہ صدقہ اتار دے
ہر ایک کے نصیب میں حب علیؑ کہاں؟
یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

ایک حسیں خواب تھا ختم ہو گیا

سید جعفر رضا رضوی (بیٹا)

امی کے دنیا سے جانے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ سب ایک حسین خواب تھا جو بہت جلدی ختم ہو گیا اور اس خواب کے ساتھ سب کچھ ختم ہو گیا۔ امی کے بعد کتنی جلدی یہ وقت گزرا کہ ایک سال ہونے کو آ گیا وہ تھیں تو ہر کام میں دل لگتا تھا ہر بات کا لطف تھا لیکن امی کے بعد سب کچھ کھوکھلا دکھائی دیتا ہے، ہر شے بے رنگ نظر آتی ہے نہ کوئی داد دینے والا، نہ کوئی سراہنے والا، زندگی بے مزہ ہے اس میں قرار نہیں، البتہ اماں کو رب نے بڑی عزتوں سے نوازا تھا اور مولا کا کرم ہے کہ ان کا سب کام بڑی عزت و عظمت کے ساتھ ہو گیا اور آگے بھی اللہ تعالیٰ اپنا کرم کرے۔

میری خالہ، ممانی، پھوپی ساس اور تائی ساس.....ذاکرہ مہربانو

ذاکرہ تحسین حیدر زیدی

بعد از ثنائے پروردگار درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ

میرے لئے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آج مجھ سے اس شخصیت نے اپنی ماں کے بارے میں تاثرات لکھنے کو کہا کہ جو ہمارے خاندان کے لئے باعث عزت و شرف ہیں یعنی میرے برادر محترم مولانا حسن رضا صاحب اور اس سے بڑا اعزاز یہ کہ اس شخصیت کے لئے تاثرات قلمبند کرنے ہیں کہ جو ہمارے خاندان کی بزرگ شفیق اور محبت کرنے والی ہستی ہیں۔

میں ان کے لئے لفظ ''تحسین'' استعمال نہیں کروں گی کیونکہ اچھے لوگ نیک لوگ ہمیشہ اپنی اچھائیوں اور نیکیوں کی صورت میں زندہ رہتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں میں ہمارے خاندان کی بزرگ ہستی ذاکرہ مہربانو صاحبہ کا شمار ہوتا ہے۔

میرا ان سے دوہرا رشتہ ہے وہ میری خالہ بھی ہیں اور ممانی بھی اور سسرال کی طرف سے بھی دوہرا رشتہ کہ وہ میری پھوپی ساس بھی ہیں اور تائی ساس بھی لیکن ان سارے رشتوں میں سب سے اہم رشتہ یہ کہ وہ اور میرے والدین ایک ہی محلے میں ایک ساتھ رہے اور میرا بچپن ان کے سامنے گزرا، اس لحاظ سے ہمارا زیادہ وقت ان کے ساتھ گزرا میں وہ دن ہرگز فراموش نہیں کر سکتی کہ اکثر میری والدہ ذاکرہ حضور بانو صاحبہ (اللہ ان کا سایہ ہمارے سر پر ہمیشہ قائم رکھے) سر شام کھانا تیار کر لیتیں اور اسی کھانے کے ساتھ ہم ممانی صاحب کے گھر آجاتے اور پھر ان کی خوبصورت دل موہ لینے والی باتیں ان کے چٹکلے اور مذہبی بحث ہمیں ان کے درمیان سے اٹھنے نہ دیتی لیکن وقت اتنی جلدی گزرتا کہ اندازہ ہی نہیں ہوتا مجھے آج تک یاد ہے کہ ان کی رہائشگاہ ایف سی ایریا میں ہونے والی زنانی شب بیداری میں، میں نے جناب سکینہؑ کے مصائب پڑھے اس وقت میں تیسری یا شاید چوتھی کلاس کی طالبہ تھی جب میں مجلس پڑھ کے اتری تو انہوں نے مجھے

اپنے سینے سے لگا کر بہت گریہ کیا اور یہ دعا دی کہ میں بہت بڑی ذاکرہ بنوں اور میری والدہ سے ان لفظوں میں تعریف کی کہ آج اس کمسن نے زندان کی کمسن بی بی سکینہؑ کے مصائب پڑھ کے زندان کا نقشہ کھینچ دیا"۔

شاید ان کی وہ دعا اتنی دل سے نکلی تھی کہ میں بھی ذاکرہ اہلبیت ہوں میں اس موقع پر اپنی ماں کی کاوشوں اور دعاؤں کی بھی ممنون ہوں اور شکر کرتی ہوں اس رب کا کہ اس نے مجھے ذاکرین کے خاندان میں پیدا کیا۔

کیونکہ ہمارا تشخص ہماری انفرادیت ہماری قومی تاریخ جو کچھ بھی ہے فقط حسینؑ ابن علیؑ کا صدقہ ہے یہ امام حسینؑ ہی کا کام ہے کہ ہم زندہ ہیں ورنہ اس ہولناک صحرا میں ہم اور ہماری قوم اس طرح گم ہو جاتی کہ پہچان بھی نہ جاتی۔

لیکن ہماری جانیں قربان اس حسینؑ ابن علیؑ پر کہ جس کے نام سے ہم پہچانے جا رہے ہیں یہ ذکر ہماری پہچان کا وسیلہ ہے اور آپ (مرحومہ) کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ اس حسینؑ ابن علیؑ کا ذکر ساری زندگی کرتی رہیں اور اس وقت یہ ذکر شروع کیا کہ جب سوائے مرد ذاکرین کے کوئی خاتون ذاکرہ نہ تھیں اور اس وقت میں مرحومہ ذاکرہ نیاز بانو صاحبہ مرحومہ ذاکرہ مہر بانو صاحبہ۔

اور ذاکرہ حضور بانو صاحبہ اور ذاکرہ قیصر بانو صاحبہ (اللہ انہیں حیات دے) ذاکری کو عروج دے رہی تھیں۔

آپ نے ہمت باندھی مولا سے مدد لی اور اپنا نام بطفیل محمدؐ و آل محمدؐ ذاکرین کی فہرست میں سنہری حروف سے لکھوالیا۔

دل تو چاہتا ہے کہ میں پوری زندگی کی باتیں صفحات پر بکھیر دوں مگر میں کیا اور میری ہستی کیا بس میں ایک شعر لکھ کر اس کے طفیل چہاردہ معصومینؑ کی بارگاہ میں آپ کے بلندی درجات کی دعا کرتی ہوں۔

نجات پا گئی امت کرم حسینؑ کا ہے
جہاں میں جو ہے خدا کی قسم حسینؑ کا ہے
یہ کہہ کے چھوڑ دیا قبر میں فرشتوں نے
نہ دیں گے دکھ اسے پہلے ہی غم حسینؑ کا ہے

میری دادی......صورت سے بھی نورانی اور سیرت سے بھی

حسین رضا (پوتا)

سب سے پہلے تو اس عظیم المرتبت ہستی پہ سلام ہو جو اپنی ساری زندگی عبادت اور غم حسینؑ پہ نذر کر کے اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

میرے لئے بڑا فخر و ناز ہے کہ مجھے مالک نے ایک ایسے گھر میں پیدا کیا کہ جہاں خدا کی عبادت اور محمدؐ و آل محمدؐ سے محبت اور عزاداری حسینؑ کو ہی زندگی سمجھا جاتا ہے۔یقیناً انہی کاموں کو انجام دینے کا نام زندگی ہے اور زندگی انہی کاموں کے لئے ملی ہے لیکن ہمارے گھرانے میں جس ہستی نے نیکیوں کو انجام دینے اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو مقصدِ حیات بنایا ہوا تھا۔وہ تھیں میری صاحب معرفت دادی ذاکرہ مہر بانو۔جن کی وجہ سے گھر میں آج بھی نیک کام جاری و ساری ہیں۔اور انشاء اللہ تا قیامت جاری رہیں گے۔میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنی دادی کو مذہبی پروگراموں میں انتہائی مصروف دیکھا۔کبھی مجلس کبھی میلاد پڑھنے کبھی کسی محتاج کی مدد کے لئے جاتے دیکھا کہ وہ ہمیشہ مجھے نیکی اور سچائی کی راہ دکھاتی تھیں انہوں نے مجھے زندگی گزارنے کا صحیح راستہ دکھایا ہمیشہ مجھے نصیحتیں کیا کرتی تھیں آج بھی جب بار بار ان کا خیال آتا ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے کتنی محبت کرتی تھیں۔

حقیقت میں وہی میری استاد تھیں اور ایسی استاد تھیں جو مجھے اب بھی اور کہیں نہ مل سکے گا۔میں جو بھی نیکی کرتا ہوں اس کا سبب وہی ہیں۔میرے لئے وہ میری روحانی ماں تھیں جنہوں نے مجھے اپنی اولاد سے زیادہ محبت دی جب کبھی بھی انکے ساتھ کہیں جاتا تھا دیکھتا تھا کہ لوگ انہیں بہت

عزت دیتے ہیں۔ اس پر میں بہت فخر محسوس کرتا تھا کہ میں ایک مشہور و معروف اور اتنی قابلِ احترام ذاکرہ کا پوتا ہوں جسے لوگ اتنی عزت دیتے ہیں۔ میں ساری زندگی انہیں بھول نہیں سکتا وہ ایسی شخصیت تھیں جو صورت سے بھی نورانی تھیں اور سیرت سے بھی۔ لگتا ہے کہ اب شاید کوئی ایسا ہمدرد اور چاہنے والا نہیں ملے گا ایک مثالی کردار تھا جس کی وجہ سے لوگ آپ کو کبھی نہیں بھولیں گے۔ آپ نے اپنے آپ کو ایسے رکھا جیسے ایک سچی مومنہ کو ہونا چاہئے۔ دادی کے بعد سے میں وہ لمحہ کبھی نہیں بھولتا جو بہت دکھ بھرا تھا لیکن اس میں بھی ایک خوشی تھی۔ جب دادی کا قبر سے آخری بار چہرہ دیکھا رونا تو بہت آیا شاید اس سے پہلے کبھی اتنا رونا نہ آیا کہ اتنا پیار کرنے والی دادی اب کہاں ملیں گی۔ لیکن آپ کا چہرہ کبھی نہیں بھول سکتا جو نور سے منور تھا اور جس پر ایک حسین مسکراہٹ تھی جسے دیکھ کر لگتا تھا کہ آپ بہت سکون اور اطمینان سے لیٹی ہوئی ہیں۔

اللہ آپ کو نیکیوں کا اجر دے اور بلند مقام (انشاءاللہ) آج بھی آپ کی یاد ہمارے دل و دماغ میں بسی رہتی ہے۔ آپ کے بغیر زندگی مکمل نہیں لگتی کاش وقت واپس آجائے اور مجھے پھر آپ کا سایہ مل جائے۔

ذاکرہ مہربانو کا چہلم

ذاکرہ مہر بانو مرحومہ کے چہلم کے سلسلے میں قرآن خوانی اور مجلس عزا بروز اتوار 6 جنوری 2008 اسلامک ریسرچ سینٹر فیڈرل بی ایریا میں منعقد ہوئی جس میں علماء و ذاکرین شعراء ٹرسٹیز اور مختلف مذہبی اور سماجی تنظیموں کے عہدیداروں نے بڑی تعداد میں شرکت۔ مجلس سے مرحومہ کے فرزند اکبر مولانا سید حسن رضا رضوی اور شجاع عباس ایڈووکیٹ نے خطاب کرتے ہوئے اسلام میں ذاکری کی تاریخی اہمیت پر زور دیتے ہوئے ذاکرہ مہربانو کی پچپن سالہ ذاکری کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ انہوں نے دنیا کے مختلف ممالک میں ذکر محمدؐ و آل محمدؐ کی بدولت اپنی زندگی کو چار چاند لگائے۔ ذاکری ان کا جینا مرنا تھی ذاکرین صراط مستقیم کی دعوت دیتے ہوئے آل محمدؐ کی معرفت کراتے ہیں اور تلاش حق میں سرگرداں پیاسوں کو ہدایتوں اور کمالات کے مرکز یعنی محمدؐ و آل محمدؐ تک پہنچاتے ہیں۔ محمدؐ و آل محمدؐ کے ذاکر پر خدا کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔

مجلس کے آغاز میں مولانا باقر رضا نے تلاوت کی اور جناب ثروت مسعود نے مرثیہ خوانی اور سلام جناب پروفیسر سبط جعفر نے پیش کیا۔ اور انجمن ذوالفقار حیدری کے صاحب بیاض جناب آل حیدر نے نوحہ خوانی کی جبکہ اعزہ و احباب کی کثیر تعداد بالخصوص مفسر قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی' علامہ نثار قلندری' علامہ علی کرار نقوی' علامہ سبط حسن' علامہ کامران حیدر عابدی' ایڈووکیٹ حسن اظہر' ڈاکٹر جواد' مولانا اطہر مشہدی' مولانا سلیمان کاظمی' مولانا سلیم حیدر زیدی' مولانا نسیم حیدر نقوی' مولانا مظہر عابدی' استاد الشعراء شاداں دہلوی' ایڈووکیٹ اختر رضوی' ایڈووکیٹ نظر اکبر' ڈاکٹر ظفر' حکیم سید ارشاد حسین زیدی' جناب عشرت صالح' مختار اعظمی' جناب عباس بادامی' جناب نفیس بھائی' جناب شبر رضا' جناب پروفیسر نصرت علی وغیرہم نے شرکت کی۔

ایک بیٹے کا خط مرحومہ ماں کے نام

موت اور وہ بھی ماں کی موت

حسن رضا (فرزند اکبر)

خاموشی کے ساتھ بغیر کچھ کہے اچانک چلی جانے والی ماں......

ماں......

اب اس دنیا میں اتنا خوش ہونے والا کون ہے؟ حسن بابو کہہ کر پکارنے والا کون ہے؟

دعاؤں کے بیش بہا خزانے لٹانے والا کون ہے؟

اپنا سمجھنے والا کون ہے؟

دکھ درد کا احساس کرنے والا اب کون ہے؟

اب کون ہے جسے ماں کہہ کر پکاروں گا؟

ماں تیرے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں بھیانک جنگل میں جہاں ہر شخص دشمن اور پھاڑ کھانے والا درندہ ہے تنہا چھوڑ دیا گیا ہوں۔

اے ماں اب کون ہے جو دل کی اس بیقراری اور تڑپ کو سمجھ سکے۔

اس کسک سے آشنا ہو سکے کوئی بھی اس دکھ کا مداوا نہیں کر سکتا۔

سوائے پروردگار کے وہ صبر کی توفیق سے نوازدے۔

ماں اب ہم تیری میٹھی اور پیاری آواز سننے کو ترس جائیں گے۔

ماں اگر ہم تیری یاد میں رو رو کر مر بھی جائیں تو تیرا دیدار نصیب نہ ہو سکے گا۔

ماں میرا تجھ سے جو مضبوط اور مستحکم روحانی تعلق تھا کوئی کیا جانے سوا اس کے کہ میں جانوں یا تو جانے۔

ماں ہمیشہ میرے ساتھ رہنا روحانی طور پر سائے کی طرح جیسے زندگی میں ساتھ ساتھ تھیں ماں اب اس امید پر زندگی کے لمحات گزار رہا ہوں کہ مرنے کے بعد تجھ سے ملاقات ہو جائے گی۔

ماں غم ہے کہ میں تیرے کسی کام نہ آسکا' ماں تو نے کبھی کوئی خدمت نہ لی' واقعی ماں اب بڑی شدت سے احساس ہوا کہ یہ دنیا مصیبتوں کا گھر ہے آزمائشوں کی آماجگاہ ہے۔ ماں میں شاید تیری زندگی میں کبھی بھی اس بری طرح سے اور اس بیکسی سے نہ رویا جیسے یہ الفاظ قلمبند کرتے ہوئے میرا گریہ ہے۔ ماں تو نے میری وجہ سے کتنی قربانیاں برداشت کیں۔ میری خاطر اپنوں کے دکھ سہے۔ ماں اب میں تجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو گیا ہوں۔

اے ماں تو نے ہمیشہ میری غلطیوں پر چشم پوشی کی۔

ماں تو نے جس انداز سے مجھے عزت کی دعائیں دی ہیں میں کبھی بھلا نہیں سکتا۔ جب بھی کسی محفل میں عزت اور تکریم سے بٹھایا جاتا ہے مجھے یقین آ جاتا ہے کہ یہ میری ماں کی دعاؤں کا اثر ہے۔ اے ماں تو جہاں کہیں بھی ہے تجھے کوئی غم کوئی پریشانی نہ ہو۔ ماں ہم اپنی بساط بھر بڑی کوشش کرتے ہیں کہ تیرے نقش قدم پر چلیں تیرے راستے کو اپنائیں۔ ماں میں تیرے دنیا سے جانے کے بعد تیرے ایک ایک عقیدت مند سے ملا میری حیرت کی انتہا نہ رہی ماں تیرے بارے میں جو احساسات جو جذبات اور جو کیفیات دیکھیں اور جو کچھ لوگوں نے بتایا میری آنکھیں کھل گئیں۔ ماں کس کس انداز سے تجھے تیرے چاہنے والے یاد کرتے ہیں۔ اور تیری وجہ سے ہماری کتنی قدر اور عزت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انہیں ہمارے روپ میں تو نظر آتی ہے۔ خدا کرے کہ واقعی ایسا ہو۔

ماں تو نے اپنے ہر ملنے والے سے اس قدر میرا ذکر خیر کیا کہ وہ مجھے ایسے ہی جانتے او رپہچانتے ہیں کہ جیسے تجھے جانتے تھے۔

اے غموں میں سہارا دینے والی ہم تیرا سہارا نہ بن سکے۔

اے دل و جان سمجھنے والی ہم تیری کوئی خدمت نہ کر سکے۔

اے شدید محنتوں سے پالنے والی ماں...... تیرے کسی کام نہ آ سکے۔

اے پریشانیوں اور شدائد جھیلتے ہوئے اپنے کسی فرض سے کوتاہی نہ برتنے والی ماں......

جب میرا اسکول میں داخلہ کرایا اور تو میرے ساتھ تھی مجھے وہ دن بھی یاد ہے ماں میری نوکری کے لئے جو کوششیں تو نے کیں وہ بھی میری نظروں کے سامنے ہے۔

ماں کاش! میں تیری امیدوں پر پورا اتر سکوں۔

ہدیہ تشکر وامتنان اور اعتراف واعتذار

فرزند اکبر ہونے کے ناتے میں اپنے تمام خانوادہ کی جانب سے ان تمام مشاہیر وزعماء علماء و ادبا' دانشوران عظام' سوزخوانان ونوحہ خوانان' منتظمین وبانیان مجالس' عزاداران (فراش عزا) کے علاوہ اعزہ وذاتی رفقا اور اہل محلہ کا انتہائی ممنون ومتشکر ہوں کہ جنہوں نے نہ صرف اس مجلہ کو اپنی نگارشات سے رونق بخشی بلکہ اپنے ہمدردانہ کلمات اور ملفوظات سے ہماری دلجوئی کی اگر اللہ کا کرم اور مولاؑ کا غم وقت کا مرہم اور ان تمام مہربانوں کی محبت شامل حال نہ ہوتی تو شاید ہم اس عظیم المیہ کو سہنے کے قابل نہ ہوتے۔ ہمارے پاس ان کے لئے محض زبانی رسمی کلمات تشکر وامتنان کے سوا کچھ نہیں ہے اور ان سب مہربانوں سے یہ بھی التجا ہے کہ جس طرح ہمارے یہ اعزہ واحباب ہمیں ہماری والدہ کی زندگی میں یاد رکھتے تھے اور ان کے انتقال کے بعد بھی ہمارے خیرخواہ وشریک حال رہے ہیں آئندہ بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔

اس موقع پر اپنی ایک شرعی ذمہ داری بھی ادا کرنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ میری دانست اور بہترین علم ویقین میں میری والدہ پر کسی کا کوئی دعویٰ قرضہ یا حق نہیں نکلتا پھر بھی اگر کسی کو ان سے کوئی شکوہ شکایت یا مطالبہ ہو تو لوجہ اللہ وہ معاف کردیں یا ہم سے رابطہ کریں۔ ہم ہرممکن ازالہ وتلافی کی کوشش کریں گے۔ نیز اس مجلہ کی ترتیب کے سلسلہ میں حفظ مراتب کی ممکنہ کوتاہی کے لئے بھی معذرت خواہ ہیں۔

والسلام المحتاج دعا

سید حسن رضا رضوی

عندلیب زہرا

حیدر رضا' باقر رضا' جعفر رضا

وجملہ متعلقین مہربانو صاحبہ

ماں کی فضیلت

محترم سید ماجد حسین رضوی صاحب

رضویہ سوسائٹی کراچی

ماں........معدنِ شفقت ورافت مرکز مہر ومحبت' اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ اس کائنات کی زیبائش وآرائش اور دلکش تزئین ماں کے دم قدم سے ہے۔ جس طرح حضرت آدمؑ کو تمام مخلوقات پر شرف حاصل ہے اسی طرح جناب حواؑ کو بھی فضیلت حاصل ہے۔ ماں کی فضیلت وبلندی سورۂ لقمان سے واضح ہے۔ اللہ کا حکم ہے "میرا شکر ادا کرو اور میرے ساتھ ماں باپ کا شکر ادا کرو" اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ ساتھ ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا حکم دے رہا ہے اللہ نے ماں باپ کی تعظیم وتکریم کا قانون نافذ کیا۔ پارہ چدہ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا "ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو' خبردار ان کے جواب میں اُف تک نہ کرنا نہ ان کو جھڑکنا' ان سے کچھ کہنا ہو تو بڑے ادب سے ان کے سامنے ادب خاکساری اور سر کو جھکائے رکھنا" دنیا کے بڑے بڑے دانشوروں کے اقوال ماں کے بارے میں ایک طرف آنحضرتؐ کا فرمان ایک طرف "ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے" دنیا کی عظیم شخصیتیں اپنی کامیابیوں کے لئے اپنی ماؤں کی مرہونِ منت ہیں جنہوں نے بنیادی کردار ادا کیا۔ مشہور ہے کہ ایک تقدس مآب بزرگ عالم اپنی ماں کے انتقال پر پھوٹ پھوٹ کر روئے تو ان کے شاگرد نے دلجوئی کرنے کی خاطر کہا اتنے بلند مقام پر فائز ہوتے ہوئے اپنی ضعیف العمر ماں کے لئے ایسا گریہ زیب نہیں دیتا۔ عالم نے سر اٹھایا اور کہا تو ابھی تک ماں کے بلند رتبے سے واقف نہیں۔ ماں کی تعلیم وتربیت نے مجھے یہ مقام حاصل ہے۔ مائیں تکالیف وپریشانیاں اٹھا کر بچوں کی خوشگوار زندگی کا سنگ بنیاد رکھتی ہیں۔ ماں کمال اخلاص کے ساتھ بچے کو پروان چڑھاتی ہے۔ بچوں کی خاطر راتوں کو جاگتی ہے اور ہر قربانی دینے کو تیار رہتی ہے۔ بچہ کو پریشان دیکھ کر سراپا دعا بن جاتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ اپنی والدہ کی موت کے بعد جب کوہ طور پر گئے تو خالق ارض وسما نے کہا اے موسیٰ اب ذرا احتیاط سے کوہ طور پر آنا۔ جناب موسیٰؑ نے کہا پروردگار اس سے پہلے تو تو نے یہ نہیں فرمایا اب آخر کیوں؟ آواز آئی اب تمہاری ماں کا انتقال ہو چکا ہے۔ اب تمہارے لئے اس انداز سے دعا کرنے والا زمین پر کوئی نہیں۔

ممتا سے بڑھ کے جذبۂ اعلیٰ کوئی نہیں
ماں سے زیادہ چاہنے والا کوئی نہیں

تمام ماؤں میں لائق صد افتخار اور قابل تحسین مائیں وہ ہیں جو اپنی تربیت سے اپنی اولاد کو آل رسول کا بہترین عزادار اور مداح و ذاکر اہلبیت بنائیں۔ جب بھی کبھی دنیا میں ان قابل قدر ماؤں کا ذکر چھڑے گا مہر ذاکری ذاکرہ مہربانو کا نام سرفہرست آئے گا۔

گلستان کربلا

ضمیمہ / منتخب و مختصر مجموعہ کلام

سید موسیٰ رضا رضوی مدظلہ (رفیق حیات ذاکرہ مہربانو)

ترتیب و انتخاب ☆ سید حسن رضا رضوی

سید موسیٰ رضا رضوی

خوش رہو اہل چمن!

بحمد اللہ علمی و ادبی اور دینی و مذہبی اچھے خاندان میں آنکھ کھولنے اور اچھے علمی ماحول میں تربیت پانے کی وجہ سے اچھا شعری ذوق شروع ہی سے رہا ہے تاہم اپنی شخصیت و شاعری کے بارے میں کسی قسم کی خوش فہمی مجھے کبھی نہیں رہی اپنی سماجی معاشی و عائلی اور خاندانی ذمہ داریوں نے مجھے زیادہ ادبی فعالیت کی مہلت نہ دی کہ کسی نہ کسی کو تو قربانی و ایثار سے کام لینا ہی تھا سو یہ قربانی میں نے دی بقول کسے

اپنی تو وہ مثال ہے جیسے کوئی درخت
اوروں کو چھاؤں بخش دے خود دھوپ میں جلے

اور سچ پوچھیں تو مجھے اس پر کوئی ملال تاسف اور پچھتاوا بھی نہیں۔ اور میں کیا میری شاعری کیا پھر بھی اپنی افتادِ طبع اور توشۂ آخرت کے طور پر جو کچھ میں نے کہا اور اس میں سے جو کچھ بھی باقی رہ گیا وہ بچوں کے اصرار پر پیش خدمت ہے۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

کے مصداق اس بارے میں میرا کچھ عرض کرنا غیر ضروری ہوگا تاہم بقول حضرت صفی لکھنوی مرحوم

ہم نے دیتے تھے کسی کو بھی صفی اپنا کلام
جبرئیل اصرار سے بالائے منبر لے گئے

بہر حال ان تمام اعزہ و احباب کا شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے اس انتخاب کلام کی ترتیب و اشاعت اور پذیرائی کا اہتمام کیا۔

والسلام موسیٰ رضا رضوی

اولادِ مداحِ ممدوحینِ خدا... سید موسیٰ رضا رضوی رضاؔ

پروفیسر سید سبطِ جعفر زیدی

"تائن الیون" ۱۹۳۳ء کو باب شہر علم کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب علم پرور تاریخی شہر علی گڑھ میں آنکھ کھولنے والے سید موسیٰ رضا رضوی کو اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر اچھے خاندان (نسلی شرافت وسیادت) یعنی اچھے توارث اور اچھے ماحول تربیت کی دولت سے سرفراز فرمایا آپ کے والد گرامی مرتبت سید لیاقت علی اور دادا سید ابوالحسن صاحبان کا شمار معززین شہر میں ہوتا تھا کہ جو نہ صرف نسلی وخاندانی اعتبار سے بلکہ ظاہری مادی اور دنیاوی وسماجی اعتبار سے بھی ممتاز حیثیت کے مالک تھے اسی علم پرور ادب دوست ماحول تاریخی درسگاہ سے آپ نے ابتدائی ودنیاوی تعلیم حاصل کی پھر علی گڑھ سے وابستگی اور تحریک پاکستان میں شمولیت کی پاداش میں جب آپ کو اپنے والدین کے ہمراہ پاکستان ہجرت کرنا پڑی تو ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ یہ خاصا مشکل اور کٹھن وقت تھا مگر اپنی خودداری اور جفاکشی کے سہارے آپ نے دیگر مہاجرین کی طرح ایک نئے عزم و حوصلہ اور ولولہ سے از سرِ نو اپنا علمی معاشی اور سماجی سفر شروع کیا کم عمری میں آپ کی شادی کم سن ذاکرہ صبیا تو صاحبہ سے ہوگئی یوں خانگی وعائلی ذمہ داریاں بھی آپ کے ناتواں کاندھوں پر آگئیں (یہ ۱۹۵۰ء کا واقعہ ہے) ان تمام ذمہ داریوں کے باوجود آپ نے اعلیٰ تعلیم کا حصول جاری رکھا کیونکہ طلب علم ہر مسلمان کے لئے فریضہ ہے کہ جس کے لئے کسی عمر و مقام اور سن وسال کی کوئی قید یا حد اور شرط نہیں ہے۔ یوں دنیاوی طور پر آپ نے ایل ایل بی کی سند حاصل کی مگر وکالت کی روزی کی بجائے رزق حلال (سرکاری) ملازمت کو ترجیح دی اور ایک نہایت محتاط و ذمہ دارانہ طرز زندگی اختیار کیا اور طلب علم وکسب حلال کے ساتھ (حقوق اللہ حقوق العباد اور حقوق النفس کے مابین توازن واعتدال یعنی میانہ روی کے ساتھ) اپنی زندگی گزاری۔

چونکہ دینداری و عزاداری اور علم دوستی و ادب پروری توارث و خاندان کے علاوہ ماحول تربیت سے بھی آپ کی طینت و فطرت اور جبلت کا حصہ تھیں لہٰذا ہر حال اور ماحول میں مدح اہلبیت کو جاری رکھا اگرچہ عشق مجازی کا حقیقی و عملی زندگی میں براہ راست کوئی عمل دخل یا ذاتی تجربہ نہ تھا کہ اس طرف توجہ دیتے یا کسی کے متوجہ ہونے سے پہلے ہی سترہویں سال ہی رشتہ ازدواج میں بندھ گئے تھے اور وہ بھی ایک مکمل مہذب و متمدن بھرپور مثالی خاتون کے ساتھ۔ پھر مستزاد فکر معاش نے بھی ادھر اُدھر دیکھنے کی مہلت نہ دی تو رسماً مختصر و محدود مجازی شاعری تو کی مگر غزلیات و منظومات کا یہ حصہ بڑا مختصر و رسمی اور رواجی سا ہے تاہم غزل گوئی کی وجہ سے فکر و اسلوب نگارش میں جو سوز و گداز اور رچاؤ پیدا ہو گیا تھا آپ نے اسے اپنی فطری مذہبی و حقیقی شاعری میں بھرپور طریقہ پر استعمال کیا جو آپ کو زیر نظر مجموعہ کلام میں بھی ملے گا۔

یہ چند تلخ حقائق میں اکثر اپنی تحریر و تقریر میں بیان کرتا رہتا ہوں کہ آدمی دنیا بھر کی سازشوں اور مصائب گویا ناپسندیدہ باتوں سے گھبرا کر مذہب کے دامن میں پناہ لینے آ جاتا ہے لیکن اب بدقسمتی سے یہاں بھی تفرقیں سازشیں اور حتیٰ گروہ بندیاں پورے عروج پر ہیں تو اب انسان کہاں پناہ لے؟ اب اہل علم و ادب اور اہل مذہب و مدرسہ، محراب و منبر سب ہی کچھ تجارتی سازشی اور منافقانہ سرگرمیوں اور عناصر کا ہدف و شکار بن چکے ہیں؟ ہمارے پاس بھتوں کے لئے وقت نہیں نکلتا اس مختصری مصروف زندگی میں لوگ نفرتوں اور سازشوں کے لئے نہ جانے کیسے وقت نکال لیتے ہیں؟ متنازعہ ہونا کوئی بُری بات نہیں وجہ نزاع کیا ہے؟ یہ

قابل غور بات ہے۔ پھر محض پارٹی بازی بُری بات نہیں کہ شیعیت نام ہی پارٹی بازی کا ہے لیکن قابل لحاظ یہ بات ہے کہ اس پارٹی بازی کی بنیاد اور غرض و غایت کے علاوہ اثرات و مضمرات کیا ہیں؟؟ اگر یہ تجارتی ذاتی خود غرضی اور حتیٰ مقاصد کے لئے ہے تو قابل مذمت ورنہ قابل قدر ہے۔ بدقسمتی سے اب ہر شعبہ زندگی (بشمول علم و ادب اور دین و مذہب) میں مثبت جماعت سازی یا گروہ بندیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جس کی وجہ سے بہت سے ذی علم و باکردار اہل و

باصلاحیت صاحبان علم و ہنر محض اپنی خوددار طبیعت کی وجہ سے معاشرہ میں اپنا حقیقی مقام و مرتبہ حاصل نہیں کر پا رہے اور خود غرضی چاپلوسی پیشہ ور موقع پرست نااہل افراد ہر شعبہ زندگی پر حاوی و غالب اور مسلط و قابض ہیں۔ بقول سید نواب رضا کاظمی حسرت گینوی مرحوم (جو خود بھی ایسے ہی نظر انداز کیے گئے خوددار انسان و شاعر تھے)

جا و بے جا جو کما لے دولت
اس کی ہر بات پسندیدہ ہے

یا پھر بقول شاعر و ادیب و نقاد و دانشور پروفیسر سید منظور حسین شور علیگ مرحوم ۔

جاہل سے نہ کج فہم سے کد ہوتی ہے
جو بات جو کہہ دے وہ سند ہوتی ہے
مصلحت وقت کی ماری ہوئی قوم
توہین ذہانت کی بھی حد ہوتی ہے

بہر حال ان حالات کی وجہ سے ذی علم و باکردار اور خوددار اہل علم و ہنر گوشہ نشینی پر مجبور ہیں جس کا نقصان اگرچہ وقتی مقامی عارضی اور انفرادی و ذاتی طور پر ان شخصیات کو بھی ہوتا ہے لیکن اس کا اصل اجتماعی نقصان پورے طبقہ اور معاشرے کو ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم فی زمانہ ہر سطح پر ہر شعبہ میں روبہ زوال و مائل بہ انحطاط ہیں جس کا خسارہ و خمیازہ ملک و ملت بلکہ پورے معاشرے کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے جسے عامیانہ و سطحی عمومی انداز میں اس احقر نے اپنے ایک کلام میں اس طرح بیان کیا ہے ۔

نامی و معزز ہیں چاپلوس پیشہ ور
ہیں ہر ایک شعبہ میں کامیاب دو نمبر
جانے جنٹلمین بندہ کیوں ڈی سے ڈرتا ہے؟

بہر حال ان ہی حالات سے دوچار گروہی سیاست کا شکار ایک خوددار شاعر سید موسیٰ رضا

رضوی صاحب بھی ہیں کہ جو ایک نفیس و نستعلیق اور شفیق و خلیق باصلاحیت صاحب علم و ہنر انسان ہونے کے باوجود معاشرے میں اپنی شناطاروی و عاجزی منکسر المزاجی اور خودداری کی وجہ سے وہ مقام و مرتبہ حاصل نہ کر سکے کہ جو ان کا حق تھا بلکہ سچ پوچھیں تو یہ اس معاشرہ اور قوم کی بدقسمتی و حق تلفی ہوئی کہ جو ان سے مستفید و مستفیض ہونے سے یکسر محروم رہی۔ لیکن آپ نے مشق سخن جاری رکھی اور کسی دنیاوی ظاہری و مادی پذیرائی و حوصلہ افزائی سے بے نیاز ہو کر اپنے جد اعلیٰ کے جد بزرگوار امام جعفر صادقؑ کے قول کے مطابق مدح اہلبیتؑ کو سنجیدگی و باقاعدگی سے جاری رکھا کہ اس کے اصل قدردان بھی وہی ممدوحین علیہم السلام ہیں کہ جن کا وعدہ ہے کہ ہر بیت مدحت کے عوض بیت جنت ملے گا اور وہ اپنے مداحین و محبین کو دونوں جہانوں میں نوازتے ہیں اور سب سے بڑا ان کا مداح و ممدوح وہ رب العالمین بھی نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور حب و مدح اہلبیتؑ سے بڑی کوئی نیکی نہیں ہے۔ جس کا بہترین اظہار شعری ذاکری و مداحی ہے جو ان زوجین کو نصیب ہوئی۔

سچی بات یہ ہے کہ مجھے موصوف سے براہ راست و بالمشافہ نیاز نہ تھا نہ ہی ان کی شخصیت و خدمات سے آگاہی تھی پھر بھی ان کی اہلیہ محترمہ اور فعال عزادار ذاکرہ عالم اولاد کے حوالے سے ان کی عظمت و شخصیت اور کمال تربیت کا اندازہ ضرور تھا۔ اس لئے کہ کوئی بھی فرد یا مرد بھی اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا اور کامیابی کے ساتھ بھرپور فعال و مثالی زندگی نہیں گزار سکتا تاوقتیکہ وہ معاشی و سماجی بالخصوص خاندانی و عائلی طور پر مطمئن نہ ہو اور اس کے اہل خانہ اس کے ساتھ تعاون نہ کریں۔ خواہ وہ ذاکرہ و شاعرہ اہلبیتؑ مہرباتو صاحبہ کی فعالیت ہو یا ان کے دیگر اہل خانہ کی خدمات و مقبولیت ان سب کے پس پردہ جو خاموش و گوشہ نشیں سرپرست و مربی بھرپور شخصیت ہے اس کے نام سید موسیٰ رضا رضوی ہے جس نے اپنے اندر چھپا ہوا شاعر بلکہ موجزن و متلاطم بحر ذخار دبائے رکھا اور اپنی ذات و خواہشات کا گلا گھونٹ کر اپنی اہلیہ اور اولاد کو آگے بڑھنے پھلنے پھولنے اور خود کو منوانے کا موقع فراہم کیا اور یہ بہت بڑا کام اور ایثار و قربانی ہے جس کا اندازہ ذاتی طور پر

مجھے بہت اچھی طرح ہے کہ میری اہلیہ بھی معتبر شاعرہ اور سوز و نوحہ خواں اور چھوٹی موٹی ذاکرہ تھیں میں نے شادی کے بعد ان سے کہا کہ اگر ہم دونوں ہی مجالس محفلیں پڑھنے نکل جائیں گے تو تربیت اولاد اور نظام خانہ کا اللہ حافظ ہے۔ لہٰذا ہم دونوں میں سے ایک ہی اس خدمت کو باقاعدگی سے جاری وساری رکھ سکتا ہے کسی ایک کو بہر حال قربانی دینا پڑے گی میں نے مزید عرض کیا کہ اگر آپ اپنی خدمت کو محدود کرلیں تو میں اپنی خدمات و فعالیت کا نصف ثواب آپ کو ہدیہ اپیش کردوں گا انہوں نے یہ پیشکش قبول کر کے خود کو انتہائی محدود کر لیا یوں مجھے تحریر و تقریر اور شاعری و سوزخوانی کے علاوہ سماجی خدمات کے حوالے سے بھرپور فعالیت کا موقع ملا۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے یہاں یہ قربانی خاتون خانہ کی بجائے صاحب خانہ نے دی۔ یہاں تک کہ اب جب خاتون خانہ نے ایک طویل رفاقت کے بعد برضائے الٰہی آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو اب آپ کا یہ مجموعہ کلام منظر عام پر آ رہا ہے۔ مقام شکر ہے کہ یہ آپ کی حیات ہی میں منظر عام پر آ رہا ہے جو ان کی اولاد کی سعادتمندی ہی کا ایک اور مظاہرہ ہے کہ پہلا مظاہرہ آپ کی اولاد کی سعادتمندی کا ذاکرہ مہربانو کی شخصیت وخدمات اور تاثرات وخراج عقیدت پرمبنی یادگاری مجلّہ "سیر ذاکری" کی اشاعت ہے اور اب اس کا تسلسل زیرنظر مختصر و منتخب مجموعہ "گلستان کربلا" ہے جو شاید اس شعر کے مصداق ہے کہ۔

ہمارے نام سے روشن تم اپنا نام کرو
ابھی ہے رسم دیئے سے دیا جلانے کی

اگرچہ ان کی اولاد خود بھی قابل ذکر و نامور ہے پھر بھی اپنے قابل فخر و گرامی قدر والدین کے آثار کو محفوظ و منتقل کرنے اور ان کے حوالے سے خود کو متعارف کرانے کی قابل تقلید و لائق تحسین روایت پر کاربند ہونے کے ناطے انہوں نے اپنے والدین کی خدمات کو دوسروں تک پہنچانے کی سعی بلیغ کی ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے فرمایا

اماموں میں نہ زنہار خورد برد کرو

غم حسینؑ نئی نسل کے سپرد کرو

اور جب شاداںؔ صاحب کا ذکر آیا ہے تو برسبیل تذکرہ ان کا ایک اور شعر اور اس میں مضمر پیغام بھی ملاحظہ فرمالیں۔

سارا شہر آ کے ہوا اس کے جنازہ میں شریک
عمر بھر جس کو شکایت رہی تنہائی کی

بات یہ ہے کہ آپ کے ہمارے گھروں میں اللہ رکھے ابھی ایسے بہت سے بزرگ موجود ہیں جو علم و دانش اور تجربہ و مشاہدہ کا ایک جہانِ معلومات اپنے اندر رکھتے ہیں مگر اپنی اولاد کی غیر ضروری یا ناگزیر مصروفیات و نامعقول ترجیحات کی وجہ سے ناقدری و بے توجہی کا شکار ہیں (ان کا علاج معالجہ اور نگہداشت ایک طرف) آپ صرف انہیں تھوڑا سا وقت دے دیجئے تھوڑا سا ان سے مشورہ کر لیجئے ان کی تھوڑی سی سن لیجئے' ان کے ماضی اور خدمات کو تھوڑا سا سراہ دیجئے یہ ہزار معالجہ اور ٹانک (مقویات و ادویات اور طبی نگہداشت) سے کہیں زیادہ موثر ہوگا۔ مرحومہ مہربانو چونکہ منبر و مجالس کی عوامی شخصیت تھیں انہیں اپنی آخری سانس تک براہ راست پذیرائی ملتی رہی چونکہ رضا رضوی صاحب' رضا کارانہ طور پر ایک پس پردہ گوشہ نشین (اور خود اختیاری طور پر نظر انداز کی جانے والی) شخصیت رہے ہیں اس لئے ان کی زندگی ہی میں ان کی شخصیت و خدمات اور ایثار و قربانی کا اعتراف خدمت و اظہار عقیدت بیحد ضروری تھا جو میرے ہی اصرار پر بطور ضمیمہ آپ کے پیش نگاہ ہے تاہم ان دونوں ذوی الاحترام شخصیات کے حضور خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت عطا کرنے پر میں ان کے تمام متعلقین بالخصوص مولانا حسن رضا رضوی صاحب' کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

والسلام..........محتاج دعا

سید سبط جعفر

حمد باری تعالیٰ

تو سب سے ارفع و اعلیٰ عظیم ہے اللہ
تو ہی ہے قادر مطلق کریم ہے اللہ
ہیں تری قدرتِ تخلیق کے مظاہر سب
تو ہی ہے خالق و صانع قدیم ہے اللہ
ہر ایک ظاہر وباطن ہے منکشف تجھ پہ
تو ہی بصیر و خبیر و علیم ہے اللہ
یہ مہر و ماہ، کواکب، یہ کہکشاں، شبنم
یہی تو فضلِ عمیم کریم ہے اللہ
ترے سوا کوئی واحد، احد نہیں بے شک
نہ کوئی تیرا شریک و سہیم ہے اللہ
کہ تو نے عالمِ امکاں کو رونقیں بخشیں
ترا ہی فیض بہشتِ نعیم ہے اللہ
ترے سوا نہیں سجدہ کسی کو بھی واجب
تری ہی ذات غفور الرحیم ہے اللہ

مطیع و عابد و زاہد کو گلشنِ فردوس
برائے ظالم و قاتل جحیم ہے اللہ

علیؑ و فاطمہؑ حسنینؑ و سرورؐ عالم
ہیں سب سے خلق میں اعلیٰ عظیم ہے اللہ

ترے کرم سے رضا کی مرادیں بھی آئیں
تو ہی سمیع و مجیب و کریم ہے اللہ

قطعہ

نبیؐ کا ابنِ عمؑ زہراؑ کا شوہر مالکِ کوثر
پدر حسنینؑ کا مرحب کا قاتل فاتحِ خیبر

شہادت گاہ مسجد اور مولد کعبۂ داور
امیر المومنین حیدرؑ امام المتقیں حیدرؑ

نعت رسول مقبولؐ

شرابِ عشقِ نبیؐ سے جو فیض یاب ہوئے
ہم ایسے رند بھی بیگانۂ شراب ہوئے

جلا جو دل میں چراغِ جمالِ مصطفویؐ
سیاہ رُو شجرِ طور کا جواب ہوئے

ہوئی طلوع جو سینے میں آرزوئے رسولؐ
جو وسوسے تھے دلوں کے خیال و خواب ہوئے

ہر ایک شے کا مقدر بدل دیا اس نے
نظر جو ڈالی تو ذرّے بھی آفتاب ہوئے

ادا شناس تھی میزانِ انتخاب اس کی
گدا بھی منتخبِ چشمِ انتخاب ہوئے

مٹے ہوؤں کو اُبھارا نقوشِ نو کی طرح
ستم زدوں پہ کرم اس کے بے حساب ہوئے

دیا وہ رتبہ تو بوریا نشینوں کو
کہ جبرئیلؑ بھی خدمت میں باریاب ہوئے

اسی کی ذاتِ مقدس کا معجزہ یہ ہے کہ ہم
حریفِ سیف ہوئے صاحبِ کتاب ہوئے

اسی کی ذات نے عالم کی رہنمائی کی
اسی کے لطف سے تحلیل سب حجاب ہوئے

اسی کے فیض سے آئی حریمِ جاں میں بہار
اسی کے دم سے بپا دل میں انقلاب ہوئے

چھپے ہوئے تھے جو ارض و سما کے دامن میں
وہ راز ان کی بدولت ہی بے نقاب ہوئے

دل اس کے عشق میں کھویا تو پائی دل کی مُراد
سر اس کے در پہ جھکایا تو کامیاب ہوئے

رضاؔ قلم جو اٹھا مدحتِ رسالت میں
دل و دماغ میں وا آگہی کے باب ہوئے

مدحتِ قرآن

بے مثال و لاجواب و بے بہا قرآن ہے
ارمغانِ خالقِ ارض و سما قرآن ہے

سرورؐ عالم پہ جو نازل ہوا قرآن ہے
جس نے دکھلائی ہے راہِ ارتقا قرآن ہے

مصطفیؐ کے لب پہ فرمانِ خدا قرآن ہے
سر بہ سر گویا زبانِ مصطفیؐ قرآن ہے

حق علی کیساتھ ہے اور ہیں علی بھی حق کیساتھ
بس علی مرتضیٰ ہی بولتا قرآن ہے

دوشِ احمدؐ پر علی کے پائے اقدس دیکھ کر
غل فرشتوں میں ہوا قرآن پر قرآن ہے

نورِ حق رمزِ بقا قولِ خدا قرآن ہے
اہلِ ایماں ہی سمجھتے ہیں کہ کیا قرآن ہے

ہاتھ میں ہے جس کے تعزیہ ہے جس کے حلق پر
کون ان میں اے مسلماں حاملِ قرآن ہے

ہر کس و ناکس کو قرآں سے نہیں ملتا ہے فیض
متقی جو بھی ہیں ان کا رہنما قرآن ہے

جس کے دعووں کی کوئی تردید کرسکتا نہیں
حشر تک دنیا میں ایسا معجزہ قرآن ہے
حق نے انسانوں کو بخشا ایسا دستور حیات
ہر عمل کے جانچنے کا آئینہ قرآن ہے
تو ہوا نازل محمد مصطفیؐ کے قلب پر
کیا مقدر ہے ترا کیا مرتبہ قرآن ہے
ہر زمانہ میں ہر اک شے کی ہے قیمت اے رضاؔ
اس جہانِ رنگ و بو میں بے بہا قرآن ہے

قطعہ

غرورِ شاہی نہ قہر و غضب سے بات کرے
نظر جھکا کے سلیقے سے ڈھب سے بات کرے

وہ ہمکلام ہے جس سے علیؑ کی بیٹی ہے
امیرِ شام سے کہہ دو ادب سے بات کرے

شبِ معراج

جلوہ فرما ہیں شہؐ جن و بشر آج کی رات
ساتھ چھوڑے نہ میرا ذوقِ نظر آج کی رات

اِک تجلّی ہے جو تسکینِ نگاہ و دل ہے
لطف افزا ہے میرا دردِ جگر آج کی رات

دل سے رہ رہ کے دُرُودوں کی صدا آتی ہے
عالمِ وجد میں ہے اپنی نظر آج کی رات

میری رہبر ہے شہؐ ہر دو سرا کی اُلفت
کتنی ہموار ہے ہر راہ گزر آج کی رات

للہ اللہ رُخِ سیّدِ اعلیٰ کا جمال
رہ گئی جم کے ستاروں کی نظر آج کی رات

ہر طرف اُن کی تجلّی کا اثر پاتا ہوں
سنگریزے ہیں نگاہوں میں گُہر آج کی رات

جلوۂ حُسنِ شہنشاہِ دو عالم کے نثار
اُٹھتا جاتا ہے ہر اک پردۂ در آج کی رات

کیا کفِ پائے محمدؐ کا لیا ہے بوسہ
کتنا بشّاش ہے گردوں پہ قمر آج کی رات

جن کی تابانیِ فطرت سے درخشاں ہیں نجوم
چُن لئے ہم نے وہ انوارِ سحر آج کی رات

حوصلے رحمتِ معصوم کے دیکھے کوئی
عام ہے سب کی دعاؤں میں اثر آج کی رات

نُور ہی نُور ہے جس سمت نظر کرتا ہوں
حُسن ہی حُسن ہے تاحدِ نظر آج کی رات

دستِ قدرت نے رضاؑ شاہِ زماں کی خاطر
برسرِ چرخ لٹائے ہیں گُہر آج کی رات

قطعہ

فرات چُپ ہے تو ساکت ہیں دشت کے ٹیلے
ہوا خموش ہے بنتِ علیؑ اترتی ہے

اُتر رہی ہیں سواری سے اس طرح زینبؑ
کہ جیسے وحیِ خدا بر نبیؐ اترتی ہے

کاسرِ اصنام

ذاتِ سرکارِ محمدؐ کا جسے عرفان ہے
ہے تحیر کس طرح وہ آلؑ سے انجان ہے
یہ عقیدہ ہے تو بے شک وہ بڑا شیطان ہے
قاتل و مقتول ہر اک صاحبِ ایمان ہے
اے خوشا قسمت علیؑ کے شیعوں میں منسوب ہوں
خالقِ اکبر کا بے شک یہ بڑا احسان ہے
خانۂ کعبہ میں دوشِ مصطفیٰؐ پہ ہیں سوار
کاسرِ اصنام کی پیشِ خدا کیا شان ہے
جو ہوا سیراب اس پانی سے وہ مرتا نہیں
العطش آلِ محمدؐ چشمۂ ایمان ہے
تجھ کو ملتا میزبانی کا شرف نہرِ فرات
جو ترا مہمان ہے وہ فاطمہؑ کی جان ہے
کر کے طغیانی پہنچ جا خیمے میں نہرِ فرات
پیاس سے لاچار و لاغر اصغرؑ نادان ہے

ڈوب جا بحرِ ندامت میں تو اے نہرِ فرات
مالکِ کوثر کا بیٹا تشنہ لب بے جان ہے

ہے ولادت اس کی طیب جو ہے شیدائے علیؑ
اور جو دشمن ہے ان کا حق کا نافرمان ہے

مدحِ آلِ مصطفیٰؐ کا یہ صلہ ہے اے رضاؔ
باغِ جنت میں تمہارا منتظر رضوان ہے

☆☆☆☆☆

قطعہ

کونین میں مل سکتی نہیں عزت و رفعت
جس دل میں نہ ہو حیدرِ کرار کی الفت

زاہد بھی ہو اور بغض بھی ہو آلِ نبیؐ سے
مل سکتی نہیں ایسے مسلمان کو جنت

منقبت

در مدح حضرت علی علیہ السلام

شہِ زماں ہیں علیؑ جانِ دو جہاں ہیں علیؑ
نبیؐ کی روحِ رواں فخرِ انس و جاں ہیں علیؑ

ہیں شہرِ علمِ نبیؐ مرتضیٰؑ ہیں دروازہ
رموزِ علمِ محمدؐ کے رازداں ہیں علیؑ

ہر ایک چیز میں عکسِ جمال ہے ان کا
مہِ منیر ہیں، انجم ہیں، کہکشاں ہیں علیؑ

اُدھر ہے نورِ خدا اس طرف ہے نورِ نبیؐ
تجلیاتِ حقیقت کے درمیاں ہیں علیؑ

علیؑ کے نام میں مضمر ہے قوتِ یزداں
جہاں جہاں ہے شجاعت وہاں وہاں ہیں علیؑ

پس از غروب ہوئی آفتاب کو رجعت
مطاعِ خلق علیؑ صاحبِ زماں ہیں علیؑ

عدوئے جاں کو بھی سیراب کردیا جس نے
سخا و جود کے وہ بحرِ بیکراں ہیں علی

عبث ہیں کوششیں میرے قریب آنے کی
مصیبتوں سے یہ کہہ دو کہ پاسباں ہیں علی

یہ خواب دیکھ رہا ہوں کہ حوضِ کوثر پہ
میں میہماں ہوں خدا رکھے میزباں ہیں علی

رضاؔ زمانہ نہ مانے تو بدنصیبی ہے
نبیؐ تو کہہ چکے مولائے دوجہاں ہیں علی

☆

رضاؔ قلم جو اٹھا مدحتِ رسالت میں
دل و دماغ میں وا آگہی کے باب ہوئے

☆

میں ان کے بخت پہ کیوں کر کروں نہ رشک رضاؔ
روانہ ہوتے ہیں زائر جو کربلا کے لئے

منقبت

در مدح حضرت علی علیہ السلام

ذاکر و مداح ہوں میں دین کے سلطان کا
ان ہی سے قائم بھرم ہے دین کا ایمان کا

جائے پیدائش ہو کعبہ اور مسجد جائے قتل
مجھ علیؑ پیدا ہوا بندہ نہ اسکی شان کا

جابرؓ و جبریلؑ کا، بوذرؓ کا اور سلمانؓ کا
سر جھکا ہے ان کی چوکھٹ پر ہر اک انسان کا

کُل ایماں ہیں علیؑ ازروئے فرمانِ نبیؐ
جو بھی روگرداں ہو ان سے بندہ ہے شیطان کا

قلعۂ خیبر اکھاڑا، قتل مرحب کو کیا
کون ہے ان کے سوا مظہر خدا کی شان کا

کفر کی یورش کو توڑا سر کٹے ان کے قلم
کیا صلہ بخشا انہیں امت نے اس احسان کا

باب خیبر ہاتھ میں اور پاؤں بردوشِ ہوا
پار بیڑا کردیا لشکر کے ہر انسان کا

ساتھ ہیں حق کے علیؑ اور حق علیؑ کے ساتھ ہے
دو جہاں میں اک یہی ہے راستہ ایمان کا

منبرِ ختم رسلؐ پر بیٹھتا ہوں شان سے
ہیچ ہے نزدیک میرے مرتبہ خاقان کا

عید کی پوشاک ہیں وہ اور میں عطرِ سخن
پیشکش میں، میں بھی ہم رتبہ ہوا رضوان کا

جز علیؑ پیدا ہوا کوئی نہ کعبہ میں رضاؔ
فیصلہ تاریخ کا تفسیر کا قرآن کا

منقبت

در مدح حضرت علی علیہ السلام

محبِ آلِ احمدؐ جنتی ہے
عدو ان کا یقیناً دوزخی ہے

علیؑ کے دوستوں میں آگہی ہے
علیؑ کے دشمنوں میں گمرہی ہے

تنِ تنہا اُکھاڑا بابِ خیبر
علیؑ سا کوئی دنیا میں جری ہے

حوادث میں بھی دل آسودگی ہے
مرے وردِ زباں نادِ علیؑ ہے

سرِ منبر نبیؐ ہیں اور علیؑ ہے
غدیرِ خُم کا منظر دیدنی ہے

علیؑ کے پاؤں ہیں دوشِ نبیؐ ہے
درونِ کعبہ معراجِ علیؑ ہے

علیؑ کی ذات بھی ہے معجزہ اک
نصیری کا خدا حق کا ولی ہے

منقبت

درمدح حضرت علی علیہ السلام

علی کی ضرب دو عالم سے افضل
پسر کا سجدہ فخر بندگی ہے

عدو کو سیف بخشی رزم گہ میں
علی سا کوئی دنیا میں سخی ہے

یہی ہیں کاسر اصنامِ کعبہ
انہی سے دین کی عزت بچی ہے

نجف کی خاک آنکھوں سے ملی ہے
جہاں تک دیکھتا ہوں روشنی ہے

ہمارا دیں و ایماں سب علی ہے
بس اتنی بات پر دنیا جلی ہے

عدو تلوار کھینچے پھر رہے ہیں
امامت مثلِ احمد سو رہی ہے

علی مرقد میں آئیں گے رضا کی
خدا شاہد وہ شیدائے علی ہے

قصیدہ

در مدح حضرت امام حسین علیہ السلام

(جناب محمد حاجی نظر علی دیوجی کے دولت کدہ پر ہر سال طرحی محفل منعقد ہوتی ہے۔
اس میں جو طرحی قصیدہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا وہ درج ذیل ہے)

کیا کیا فضیلتیں ہیں محمد کی ذات میں
رحمت ہے کون ان کے سوا کائنات میں

ختم الرسل، حبیب، دو عالم کے پیشوا
بس مرتضیٰ شریک ہیں ان کی صفات میں
لیتا ہوں میں جو نام علی بات بات میں
ہلچل پڑی ہے درد و غم و مشکلات میں

حُر ایسا خوش نصیب ہے اس کائنات میں
جنت کا جس نے سودا کیا ایک رات میں

نانا نبی ہیں، باپ علی بھائی ہیں حسن
ہمسر نہیں حسین کا اس کائنات میں

راہب کو سات بیٹے تو فطرس کو پَر دیئے
ایسا کریم کون ہے اس شش جہات میں

عباسؑ اور حسینؑ و سکینہؑ کے سن کے نام
اک زلزلہ سا آتا ہے نہرِ فرات میں

کُل انبیاء کے اور رسالت مآبؐ کے
وارث فقط حسینؑ ہیں اس کائنات میں

نامِ حسینؑ نام ہے عالم میں بے مثال
ثانی ہے ان کا کوئی نہ اعلیٰ صفات میں

دینِ نبیؐ بچانے سے ثابت یہ ہوگیا
مثلِ حسینؑ کوئی نہیں کائنات میں

نامِ حسینؑ لے کے تو دیکھو زبان سے
مشکل کشائی ہوگی ہر اک واردات میں

ہر چہرہ بزمِ عیش کا مثلِ گلاب ہے
کیسی بہار آئی ہے باغِ حیات میں

چوکھٹ پہ ہر امام کی سر کو کیا ہے مَس
اب خوف کچھ نہیں مجھے راہِ نجات میں

منقبت

درمدح حضرت امام حسین علیہ السلام

جو مداحِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے
اُسے حاصل حیاتِ دائمی ہے

شہِ دیں سے اگر وابستگی ہے
تو پھر رضواں سے اُس کی دوستی ہے

کھلا ہے گلشنِ زہراؑ میں غنچہ
معطر کُل جہاں ہے تازگی ہے

ہو جس کے دل میں حبِ آلِ احمد
دو عالم میں وہی بس جنتی ہے

سرِ نیزہ سرِ ابنِ علیؑ ہے
یہ معراجِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

یہی ہیں قاسمِ تسنیم و کوثر
انہی کے واسطے جنت بنی ہے

انھی نے بال و پر فطرس کو بخشے
امورِ حق میں بھی وابستگی ہے

جو ان سے شاد خوش اس سے پیمبرؐ
خوشی ان کی پیمبرؐ کی خوشی ہے

لباسِ عید رضواں لے کے آیا
خدا نے بات زہراؑ کی رکھی ہے

انہیں جبریلؑ نے جھولا جھلایا
یہ جانِ فاطمہؑ جانِ علیؑ ہے

کیا شبیرؑ نے جو زیرِ خنجر
وہی اک سجدہ فخرِ ایزدی ہے

اسی سجدے سے قائم ہیں نمازیں
یہ اعجازِ کمالِ بندگی ہے

خدا کا دین باقی ہے جو اب تک
یہ احسانِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

رضاؔ کیا فکر اب دنیا و دیں کی
مرا آقا حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

منقبت

در مدح حضرت امام حسین علیہ السلام

(اس طرحی قصیدہ کو محمد جعفر حاجی نظر علی دیوجی کے دولت کدہ پر پڑھنے کا شرف حاصل ہوا)

نُور پھیلا روئے ابنِ حیدرِ کرّار سے
دونوں عالم ہیں منوّر آمدِ سرکار سے

کتنی دلکش ہے روایت احمدِؐ مختار سے
زندگی میں لطف ہے ذکرِ شہ ابرارؑ سے

تا کجا یورش رہے گی ظلم و استبداد کی
رو کے کہتی تھی سکینہؑ عابدؑ بیمار سے

شمر نے مارے سکینہؑ کو طمانچے اس قدر
خون بہہ نکلا گلے سے، کان سے، رُخسار سے

خون کے آنسو بہائے چرخِ کج رفتار نے
بے ردا زینبؑ جو گزریں شام کے بازار سے

زینبؑ دلگیر بیٹوں کی وفا کر کے بیاں
داد کی خواہاں ہیں ابنِ جعفرؑ طیّار سے

اسی کی پیکار رن میں سپہ ابرارؑ نے
الاماں کا شور اٹھا لشکرِ کفّار سے

لاکھ کوشش ظالموں نے کی مٹانے کی مگر
بچ گیا دینِ نبیؐ شبیرؑ کے انکار سے

زینبؑ ناشاد کے خطبے کو سُن کر اے رضاؔ
نالہ و شیون تھا برپا ہر در و دیوار سے

قطعہ

کہتے ہیں کہ اک ہوک اٹھی قلبِ نبیؐ سے
جب قبرِ نبیؐ پر یہ کہا جا کے کسی نے

اے شاہِ اُمم شام کی راہوں میں کئی بار
مڑ مڑ کے پکارا ہے تمھیں بنتِ علیؑ نے

منقبت

در مدح حضرت امام حسین علیہ السلام

نواسہ خلق میں آیا نبی کا
ہے منظر دیدنی گھر کی خوشی کا

نہیں اسلام کو خطرہ کسی کا
محافظ آگیا دین نبیؐ کا

ثنا گر ہوں حسینؑ ابن علیؑ کا
یہی حاصل ہے ساری زندگی کا

غم شبیر سینہ سے لگا لو
یہ جادہ ہے نجات اخروی کا

محبت آل کی نعمت ہے رب کی
بڑھا دیتی ہے رتبہ آدمی کا

ابھی بھیجو عمل کا پیش خیمہ
بھروسہ کچھ نہیں ہے زندگی کا

ولائے پنجتن گر ہو نہ دل میں
نہیں کچھ اجر اسکی بندگی کا

ردائیں جب چھنیں اہلِ حرم کی
عجب عالم تھا ان کی بے کسی کا

سکینہؑ پیاس سے تھی گرچہ بے دم
کیا لیکن نہ شکوہ تشنگی کا

کہا رضوان نے جنت ہے اس کی
جو ذاکر ہے حسینؑ ابن علیؑ کا

سکونِ دل جو حاصل ہے رضؔا کو
کرشمہ ہے یہ وردِ یا علیؑ کا

☆

نجف کی خاک آنکھوں سے ملی ہے
جہاں تک دیکھتا ہوں روشنی ہے

☆

باغِ نبیؐ کے گل بھی عجب گل تھے اے رضؔا
جن سے مہک رہا ہے گلستانِ کربلا

منقبت

ہے حمد زیبا فقط ذاتِ کبریا کے لئے
ہوئے ہیں کون و مکاں خلق مصطفیٰؐ کے لئے

نبوت اور رسالت ہے مصطفیٰؐ کے لئے
ولایت اور وصایت ہے مرتضیٰؑ کے لئے

نماز و روزہ و سجدہ ہے کبریا کے لئے
درود و عزت و توقیر مصطفیٰؐ کے لئے

ملی ہے کس کو زمانہ میں منزلت ایسی
خدا کا گھر ہے زچہ خانہ مرتضیٰ کے لئے

ہے ایک نور سے تخلیقِ مصطفیٰؐ و علیؑ
جو مصطفیٰؐ کا ہے رتبہ وہ مرتضیٰ کے لئے

شہیدِ مسجد و مولودِ خانۂ کعبہ
مکاں یہ دونوں مقدر تھے مرتضیٰ کے لئے

بجز حسنؑ یہ بھلا کس نے پائی ہے معراج
رسولؐ ناقہ بنے شاہِ کربلا کے لئے

حسینؑ مجھ سے ہے میں ہوں حسینؑ سے لاریب
یہ کہہ گئے ہیں رسولؐ خدا سدا کے لئے

جو اس کا دوست ہے میں اس کا دوست ہوں بے شک
جو میرا دوست ہے محبوب ہے خدا کے لئے

بچائی کشتیِ دینِ خدا و کشتیِ رسولؐ
حسینؑ یہ تیرا اقدام تھا خدا کے لئے

لٹا دی دولتِ اولاد تم نے جنگل میں
خدا کے دیں کی اور اسلام کی بقا کے لئے

ملا ہے خون شہیدوں کا تجھ میں کرب و بلا
جبھی تو خاک میں تاثیر ہے شفا کے لئے

کہا حسینؑ سے اسلام نے بتولؑ کے لال
بچا لے دینِ خدا کو تو اب خدا کے لئے

نبیؐ کا نطقؑ کلامِ خدا لبِ معصوم
بنی ہیں لازمی شبیرؑ کی ثنا کے لئے

میں اُن کے بخت پہ کیوں کر کروں نہ رشک رضا
روانہ ہوتے ہیں زائر جو کربلا کے لئے

تمہی نے بخشے ہیں فطرس کو بال و پر مولا
مری مراد بھی بر لایئے خدا کے لئے

رضا سے آپ کی راہب کو بخشے سات پسر
کہ منتظر تھی مشیت تری دعا کے لئے

نہ سمجھے آلِ محمدؐ کا مرتبہ جو لوگ
رہیں گے بھٹکے وہ تا حشر رہنما کے لئے

بصد خلوص رضا کی دعا ہے یہ مولا
سفر نصیب دوبارہ ہو کربلا کے لئے

☆☆☆

سلام

مالک و مختارِ جنت ہیں طرفدارِ حسینؑ
واصلِ نارِ جہنم ہیں جفا کارِ حسینؑ

جاں کا ہدیہ پیش کر کے سارے انصارِ حسینؑ
ہیں فروکش باغِ جنت میں وفادارِ حسینؑ

کشتیِ اسلام کا بچنا بہت دشوار تھا
بیعتِ فاسق سے گر ہوتا نہ انکارِ حسینؑ

ہو نہ کیوں اس کا مقدر رشکِ سلطانِ جہاں
زندگی میں ہو میسر جس کو دیدارِ حسینؑ

سجدۂ آخر پہ جس کے فخر ہو معبود کو
مل نہیں سکتی مثالِ محسن ایثارِ حسینؑ

یہ وہ گلشن ہے کہ جس میں اب نہ آئے گی خزاں
خون سے سینچا گیا ہے جبکہ گلزارِ حسینؑ

شاد ہیں، محوِ دعا ہیں، فاطمہؑ حق میں ترے
فخر کر قسمت پہ اپنی اے عزادارِ حسینؑ

ہے حدیثِ معتبر تربت میں آتے ہیں حسینؑ
مطمئن ہوں قبر میں کیوں کر نہ زوّارِ حسینؑ

اے رضاؔ بیشک میں سمجھوں اس کو معراجِ حیات
ہو میسّر خواب ہی میں گرچہ دیدارِ حسینؑ

قطعہ

رُخ کفر کی ظلمت سے پھرائے رکھنا
ایماں کے چراغوں کو جلائے رکھنا

پروانۂ فردوس اگر لینا ہے
لو آلِ محمدؐ سے لگائے رکھنا

سلام

در مدح حضرت امام حسین علیہ السلام

دینِ حق زندہ کیا شبیرؑ نے
یا جنابِ زینبؑ دلگیر نے

مسندِ مدحِ حسینؑ ابنِ علیؑ
مجھ کو بخشی مالکِ تقدیر نے

حرملہ کو غرقِ حیرت کردیا
مسکرا کر اصغرِؑ بے شیر نے

کر دیا رُسوا یزیدِ نحس کو
عابدؑ بیمار کی تقریر نے

فاتحِ کرب و بلا شبیرؑ ہیں
سر کیا ہے شام کو ہمشیر نے

دونوں عالم کو منور کر دیا
آمدِ شبیرؑ کی تنویر نے

تیرے پیغامِ شہادت کو حسینؑ
نشر عالم میں کیا ہمشیر نے

قوت بے مثل بخشی شاہ کو
فاطمہؑ کے شیر کی تاثیر نے

دی جلا اسلام کی تصویر کو
رنگِ خونِ حضرتِ شبیرؑ نے

خلق کو بتلا دیا ذبحِ عظیم
خوابِ ابراہیمؑ کی تعبیر نے

ہیں یہی معصوم بھی اور اہلِ بیت
یہ بتایا آیۂ تطہیر نے

خشک ہونٹوں پر زباں کو پھیر کر
حشر برپا کردیا بے شیر نے

ہے جلالِ حیدری زندہ ابھی
سب پہ واضح کردیا ہمشیر نے

راہِ حق میں سر کٹا کر اے رضا
دین کو زندہ کیا شبیرؑ نے

سلام

در مدح حضرت امام حسین علیہ السلام

ساقیِ کوثر کے دلبر آ گئے
ہو مبارک سب کو سرور آ گئے

مضطرب تھے قلب جن کے واسطے
راحت و تسکیں کے محور آ گئے

جن کا مرکب ہیں محمدؐ مصطفےٰ
وہ مقدر کے سکندر آ گئے

دیکھنا چاہا جو الفت کے چراغ
قنبرؓ و سلمانؓ و بوذرؓ آ گئے

حیدری نعروں سے گونجے گی فضا
غیب سے حجتؑ جو باہر آ گئے

ہر عزا خانے میں جشنِ شاہ ہے
سُن کے یہ مژدہ سخنور آ گئے

جب رہا باقی نہ لشکر میں کوئی
شاہ کے ہاتھوں پہ اصغر آ گئے

کثرتِ آدم نہیں معیارِ حق
کام مولا کے بہتر آ گئے

نور کی بارش ہے ہر سو اے رضا
قلبِ زہراؑ جانِ حیدرؑ آ گئے

☆

انقلاب انگیز وہ فکرِ بجا ہوتی نہیں
سیرتِ شبیرؑ جس کی رہنما ہوتی نہیں

☆

پُرکشش تصویر ہے اسلام کی
رنگِ خونِ حضرتِ شبیرؑ سے

☆

کامرانی ہے سدا حاصل مجھے
مدحتِ آلِ نبیؐ کرتا ہوں میں

کربلائے معلّیٰ

کربلا کی سر زمیں ہے رشکِ فردوسِ بریں
ہے ائمہ کی زیارت حاصلِ ایماں و دیں

دیکھتے ہی روضۂ اقدس کو لب گویا ہوئے
کی زیارت شاہِ دیں کی شکرِ رب العالمین

خاک ہے اکسیر جس کی کربلا ہے وہ جگہ
منبع جود و سخا ہے کربلا کی سر زمیں

اے درِ شبیرؑ تیری عظمتوں کو صد سلام
خود بخود جھکتا ہے سر اور سجدہ ریزی کو جبیں

جو طلب کرنا ہے کرلو اس حرم میں مومنو
ہر دعا مقبول ہوتی ہے یہاں پہ بالیقیں

قتل گاہِ شاہِ دیں کو دیکھ کر روتا ہے دل
مضطرب جان و جگرؑ بے چین ہے قلب حزیں

حلقۂ زینبؑ سے آتی ہیں صدائیں آج بھی
کاٹتے ہیں کیوں گلہ معصوم کا اعدائے دیں

آپ نے اسلام کو بخشی حیاتِ جاوداں
اے شہیدِ راہِ حق، فرزندِ ختم المرسلیں

حج و عمرہ سے بھی افضل ہے زیارت کا ثواب
یہ حدیثِ معتبر ہے شک ذرا اس میں نہیں

مَس ہوا جس کا بدن تیری ضریحِ پاک سے
نارِ دوزخ سے بَری ہے نزدِ اربابِ یقیں

سجدہ ریزی کے لئے آتے ہیں روضے پر ترے
حضرتِ حجتؑ جنابِ خضرؑ جبریلِؑ امیں

جس کو چاہیں بخش دیں حور و اِرم قصرِ بہشت
تاجدارِ کربلا ہے مالکِ خلدِ بریں

یہ زیارت اے رضاؔ میری ہے معراجِ حیات
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف مولائے دیں

سلام

حشر تک فوجِ حسینی کا حشم باقی ہے
گرچہ عباسؑ نہیں، شانِ علم باقی ہے

یہ بھی احسانِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے واللہ
دینِ اسلام کا تا حشر حشم باقی ہے

خلش اس تیر کی جو گردنِ اصغرؑ پہ لگا
دلِ حساس میں خالق کی قسم باقی ہے

گو سکینہؑ ابھی پیاسی ہے نہ دریا پہ ہے جنگ
ہاں مگر تذکرۂ مشک و علم باقی ہے

کربلا واقعۂ غم ہے ترا لاثانی
سارے غم مٹ گئے، شبیرؑ کا غم باقی ہے

مٹ نہیں سکتا زمانے سے کبھی نامِ حسینؑ
جب تلک سلسلۂ مجلسِ غم باقی ہے

مٹ گئے آلِ محمدؐ کو مٹانے والے
قبر باقی ہے کسی کی نہ حشم باقی ہے

ہر غم و رنج بدل جاتا ہے خوشیوں میں رضا
دل میں گر حضرتِ شبیرؑ کا غم باقی ہے

سلام

سینچا لہو سے تم نے گلستانِ کربلا
تم پر سلام شاہِ شہیدانِ کربلا

قلب و جگر پہ نقش ہے عنوانِ کربلا
زندہ رہے گا ذکرِ شہیدانِ کربلا

کانپا زمیں کا دل تو لرزنے لگا فلک
دیکھا جو کاروانِ اسیرانِ کربلا

تاحشر بے نیازِ خزاں کر گئی اسے
ہے دینِ مصطفےٰؐ پہ یہ احسانِ کربلا

ابنِ رسولؐ پاک کا اعجاز دیکھئے
ہر دل پہ ہے حکومتِ سلطانِ کربلا

راہِ وفا میں سر کو کٹایا حسینؑ نے
یا. قطع ہوگئی ہے رگِ جانِ کربلا

خیموں میں آگ، طوق گلے میں، رسن میں ہاتھ
محشر نما ہے شامِ غریبانِ کربلا

چھینٹے لہو کے خاک کو گلزار کر گئے
گل رنگ ہو گیا ہے گلستانِ کربلا

کیوں سرخرو نہ ہو وہ زمانے میں اے رضاؔ
جس دل میں ہے محبتِ سلطانِ کربلا

☆

ظالموں سے کیوں ہراساں ہے رضاؔ
تو غلامِ حضرتِ شبیرؑ ہے

نوحہ

سر نیزہ سر ابنِ علی ہے
حرم پر کیا قیامت کی گھڑی ہے

رہِ حق میں دیا سر شہ نے اپنا
وہی اک سجدہ فخرِ بندگی ہے

گئے ہیں نہر پہ عباسؑ غازی
سکینہؑ کو غضب کی تشنگی ہے

علی اصغرؑ کا دم ہاتھوں پہ نکلے
کٹھن یہ آزمائش کی گھڑی ہے

نہ جائیں لاش پر بیٹے کی سرورؑ
علی اکبرؑ کے سینے میں انی ہے

شجر اسلام کا سینچا ہے خوں سے
اسی باعث تو دیں میں تازگی ہے

دکھاتا ہے سرِ شمرِ ظالم
مگر زینبؑ جھکائے سر کھڑی ہے

رضاؔ کیوں فکرِ عقبیٰ ہو تجھے جب
تیرا رہبر حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

☆

واقعاتِ کربلا پہ جو بھی فرمائے گا غور
دشمنانِ آلِ احمدؐ سب نظر آ جائیں گے

☆

ثنا گر ہوں حسینؑ ابنِ علیؑ کا
یہی حاصل ہے ساری زندگی کا

نوحہ

تاراج کر دیا ہے باغِ شہِ زمن کو
بادِ خزاں نے لوٹا پھولے پھلے چمن کو

جنت سے جس کی خاطر رضواں لباس لائے
صد حیف، اس کی میت محتاج ہے کفن کو

شبیرؑ کس طرح سے خیمے میں لائیں میت
پامال کر دیا ہے قاسمؑ کے تن بدن کو

ہمشکلِ مصطفےٰؐ پہ آیا نہ رحم ان کو
مارا ہے دل پہ نیزہ اکبرؑ سے سیم تن کو

سانسیں رکی ہوئی تھیں، زخمی گلے تھے سب کے
نازک گلوں پہ باندھا جب شمر نے رسن کو

تو نے یزید اس جا چوبِ نجس کو رکھا
تیرے نبیؐ نے اکثر چوما تھا جس دہن کو

بے مقنع و ردا ہے عباسؑ تیری خواہر
اے بھائی اب بچا لے اِس ظلم سے بہن کو

مشکِ سکینہؑ لیکر جاتا ہے علقمہ کو
کس کی مجال روکے عباسِ صف شکن کو

خدمت میں فاطمہؑ کی ہے التجا رضاؔ کی
بخشیں قبولیت وہ ہر فکر اور سخن کو

منقبت

در مدح حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

سلام اے وارثِ شبیرؑ و شبرؑ موسیٰ کاظمؑ
خدا بھی آپ کا ہے مدح گستر موسیٰ کاظمؑ

علیؑ شیرِ خدا دادا ہیںؑ نانا احمدؐ مرسل
یہ رتبہ بھی ہوا تم کو میسر موسیٰ کاظمؑ

جہانِ عالمِ امکاں میں دو باب الحوائج ہیں
خود اک ہیںؑ اور عباسِؑ دلاورؑ موسیٰ کاظمؑ

تمہارے قتل پہ تیار تو تھا ابنِ قحطبہ
وہ باز آیا جو دیکھی تیغ حیدرؑ موسیٰ کاظمؑ

منقبت

درمدح حضرت امام علی رضا علیہ السلام

روضۂ اقدس کا بوسہ لوں یہ تھا ارماں مجھے
لے کے مشہد آ گیا ہے ذوقِ بے پایاں مجھے

سر زمینِ طوس بے شک بقعۂ خلدِ بریں
موجبِ تسکینِ دل ہے یہ خبر ہر آں مجھے

مرکزِ تنویر ہے دنیا میں روضہ آپ کا
ہوگئی جس کی زیارت حاصلِ ایماں مجھے

اس کو لا سکتا نہیں کوئی تصور میں کبھی
جو سکوں ہے قلبِ مضطر کو میسر یاں مجھے

قلب ہے مسرور رُوحانی مناظر دیکھ کر
حُسنِ منظر بالیقیں ہے رحمتِ یزداں مجھے

یہ درِ اقدس کچھ ایسا واجب التعظیم ہے
سجدہ ریزی نے جہاں کی کردیا حیراں مجھے

دل کو جو فرحت میسّر ہے بیاں کیسے کروں
مل رہی ہیں راحتوں پر راحتیں ہر آں مجھے

زائرِ مولا کے تن پر آتشِ دوزخ حرام
ہے مُسکّن صاحبِ قرآں کا یہ فرماں مجھے

عرصۂ محشر میں ہوں گے ہم جلیسِ پنجتن
یہ حدیثِ موسیٰ کاظم ہے حرزِ جاں مجھے

سرزمینِ مشہد و قُم خلد سے کچھ کم نہیں
باعثِ تسکینِ دل ہے اے رضاؔ ایراں مجھے

☆

خدا کا دین باقی ہے جو اب تک
یہ احسانِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

دستورحیات

اس طرح انسان کو دنیا میں رہنا چاہیے
جس طرح تالاب میں کھلتا ہے فرخندہ کنول

بات ہر انسان کی ہر شخص کو ہوگی قبول
گفتگو میں لفظ شیریں ہوں اگر مثلِ عسل

اس طرح رنج والمِ دنیا کے انساں بھول جائے
جس طرح وہ شخص جسکے ذہن میں آئے خلل

اس طرح کوہ مصیبت کے مقابل ہو کھڑا
جس طرح سے شیر جائے جنگل میں سینہ کے بل

کامیابی پاؤں چومے گی سدا انسان کے
استقامت ہو اگر قدموں میں مانند جبل

اس قدر قصد وارادہ میں ہو انساں کے ثبات
ہے ازل سے جس طرح قانون قدرت کا اٹل

مال و دولت گر فراواں ہوں تو یوں ہو زندگی
جس طرح وہ شاخ جھکتی ہے کہ جس میں آئیں پھل

جس قدر ممکن ہو نیکی کر ہر اک مخلوق سے
تاکہ ہو خوشنود تجھ سے مالکِ روزِ ازل

جب بھی ممکن ہو مدد کر صاحبِ حاجات کی
تا میسر ہو ثوابِ حجِ اکبر کا بدل

تو خرافاتِ جہاں کو ترک کر انسان بن
ہے قریں روزِ مکافاتِ عمل غافل سنبھل

عیش دنیا میں نہ ہرگز بھولنا اللہ کو
کچھ نہیں معلوم کب آجائے پیغامِ اجل

گر عمل ہو حکمِ خالق کے مطابق اے رضا
بعد مردن زندہ رکھے گا تجھے حسنِ عمل

متفرق اشعار

☆

تیرا وہ ایک سجدۂ عاشور اے حسینؑ
ساری عبادتوں سے گراں کائنات میں

زیرِ زمین بر سرِ افلاک بحر میں
ہے ماتمِ حسینؑ بپا شش جہات میں

جو دشمنِ علیؑ ہیں جہنم ہے ان کا گھر
دیکھا ہے میں نے جلتا انہیں سومنات میں

آیا ہوں غرق کر کے رضا میں فرات میں
جتنے گناہ تھے مری فردِ حیات میں

☆

جو مداحِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے
اُسے حاصل حیاتِ دائمی ہے

☆

غمِ حسینؑ فقط زادِ آخرت ہی نہیں
غمِ حسینؑ تو سرمایۂ حیات بھی ہے

نماز ہدیہ والدین

والدین کی مغفرت و بلندی درجات کیلئے کم از کم ہر شب جمعہ دو رکعت نماز مابین مغربین اس طرح پڑھیں۔

☆ پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾

اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور تمام مومنین کو بروز حساب بخشش دینا۔

☆ دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا

پالنے والے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور اُس کو جو میرے گھر میں

وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

مومن بن کر داخل ہو اور مومنین و مومنات کو بخش دے۔

☆ نماز کے فوراً بعد دس مرتبہ پڑھیں۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

پالنے والے اُن دونوں پر اس طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھ پر بچپن میں رحم کیا

التماس دعا

ہر شب جمعہ اپنے اور ہمارے مرحومین کے لئے ایک دفعہ سورۂ فاتحہ تین دفعہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ہدیہ فرما دیں۔

شکریہ

ارشادات ربانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ

اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ

كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا

قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ (سورۂ بنی اسرائیل: ۲۳)

اور تمہارے پروردگار نے تو حکم ہی دیا ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ سے نیکی کرنا اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں (اور کسی بات پر خفا ہوں) تو (خبردار اُن کے جواب میں) اُف تک نہ کہنا اور نہ اُن کو جھڑکنا اور (جو کچھ کہنا ہو تو) بہت ادب سے کہا کرو۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قیامت کے دن وہ شخص نیکوں کا سردار ہوگا جو والدین کی موت کے بعد ان کے لئے نیکیاں کرتا رہا ہو۔

حضرت امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ:۔

بہت سے فرزند ایسے ہیں کہ حیات والدین میں نیکوکار ہوتے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد عاق (نافرمان) لکھے جاتے ہیں کیونکہ ان کیلئے اعمال خیر انجام نہیں دیتے۔ اور بہت سے فرزند حیات والدین میں عاق ہوتے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد نیکوکار لکھے جاتے ہیں کیونکہ ان کے مرنے کے بعد ان کیلئے اعمال خیر بجا لاتے ہیں۔





ذاکرہ مہربانو کے انتقال کے سلسلے میں منعقدہ تعزیتی اجتماع سے علامہ حسن رضا خطاب کر رہے ہیں۔





علامہ ساجد نقوی ذاکرہ مہربانو کے انتقال پر ان کے صاحبزادوں علامہ حسن رضا رضوی اور مولانا باقر رضوی کے گھر پر فاتحہ خوانی کر رہے ہیں۔

روزنامہ عوام کراچی

Daily Awam Karachi

علامہ سید ساجد علی نقوی کی ذاکرہ مہر بانو کے انتقال پر اظہار تعزیت

کراچی (پ ر) قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے معروف شیعہ ذاکرہ مہر بانو کے انتقال پر ان کی رہائش گاہ پر ان کے اہل خانہ سے وفد کے ہمراہ تعزیت کی۔ وفد نے مرحومہ کی مذہبی خدمات پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ اس موقع پر مرحومہ کے شوہر مہدی رضا، صاحبزادوں علامہ حسن رضا، پروفیسر مولانا باقر رضا، سید رضا، جعفر رضا اور عباس رضا سے تعزیت کی۔

JANG

روزنامہ جنگ کراچی

WEDNESDAY DECEMBER 19, 2007

بدھ 8 ذی الحج 1428ھ 19 دسمبر 2007ء

ذاکرہ مہر بانو کا سوئم آج ہوگا

کراچی (پ ر) مولانا حسن رضا رضوی کی والدہ ذاکرہ مہر بانو کا سوئم بدھ 19 دسمبر کو امام بارگاہ معصومین دستگیر ایف بی ایریا میں ہوگا۔ قرآن خوانی شام 4 بجے جبکہ مجلس سے خطاب شام 5 بجے مولانا باقر رضا رضوی کریں گے۔

JANG

روزنامہ جنگ کراچی

مجلس چہلم

جنت مکانی ذاکرہ اہلبیت **مہر بانو** زوجہ ابرار حسین

برائے ایصال ثواب

آج اتوار 6 جنوری

بمقام اسلامک ریسرچ سینٹر عائشہ منزل، جعفریہ فیڈرل بی ایریا

قرآن خوانی قبل از مغرب | مجلس عزا نور احمد فرمائیں گے | خواتین کے لئے بھی انتظام ہے | سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کی تلاوت کر کے مرحومہ کو بخش دیں | بعد مجلس نذر کا اہتمام ہے

مہدی رضا رضوی | حسن رضا رضوی 0300-2363201 | حیدر رضا رضوی 0345-2717728 | باقر رضا رضوی 0300-2938989 | جعفر رضا رضوی 0300-8290005

☆علامہ عباس کمیلی (سینیٹر)

ذاکرہ مہربانو کے ساتھ خواتین ذاکری کا ایک باب ختم ہو گیا۔

☆مولانا مرزا صادق حسن مدظلہ

میری معلومات اور اندازے کے مطابق ذاکرہ مہربانو نے اپنی زندگی میں ایک لاکھ مجالس سے خطاب کیا۔

☆مفسر قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی مدظلہ

ذاکرہ مہربانو صاحبہ پر حافظ شیرازی کا یہ شعر سو فیصد منطبق ہوتا ہے

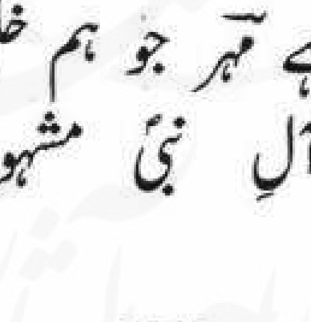
ہر گز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

☆پروفیسر شائستہ زیدی

کراچی کی ذاکرات میں ایک بہت پیارا نام مہربانو آپا کا ہے جو ایک بہت اچھی ذاکرہ ہی نہیں بلکہ بیحد اچھی انسان تھیں۔ بیحد نرم دل، مخلص، خاکسار، حلیم الطبع، کسی کی برائی سے کوئی مطلب نہیں۔ کوئی ذاتی انا، تکبر کبھی پاس نہیں آیا۔ مہربانو صاحبہ بیان مصائب کے دوران نہ صرف دوسروں کو رلایا کرتیں بلکہ خود سامعین سے زیادہ رویا کرتی تھیں اسی طرح وہ فرش عزا پر بطور سامعہ بھی شدت سے گریہ کرتی تھیں یہاں تک کہ بعض اوقات وہ زیارت کے لئے بھی بمشکل کھڑی ہو پاتی تھیں۔



مُعجزہ ہے مہرؔ جو ہم خلق میں
ذاکرِ آلِ نبیؑ مشہور ہیں



سید موسیٰ رضا رضوی مدظلہ